سِلسلۂ تاریخ ہند

بِسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(طرزی)

آنکہ بخشد روی گلہای بہاری را صفا ‌ ‌ ‌ بوی گل آید ز مدحش زلف حت سرا
نامہ ز وصف جلیش عرصہ باغ و بہار ‌ ‌ ‌ خامہ از ذکر جلیلش بلبل رنگین نوا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّنَا وَسَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالسَّيْفِ وَالْقَلَمِ سُلْطَانِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مَهْدِيِّيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الْمُكَرَّمِيْنَ وَذُرِّيَّاتِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اٰمِيْن ثُمَّ اٰمِيْن

اَمَّا بَعْد حمد و صلوٰۃ کمترین خوشہ چین اہل علم و فہمید محمد سعید

---

۵ سب تعریف ہے اللہ کے واسطے وہ جسکی سلطنت ہی زمین اور آسمان پر نہ کری اسکے بیٹا ہے۔ اور نہ اسکے بادشاہت میں کوئی شریک ہے اور بنائی اس نے ہر چیز ٹھیک کیا نا پ کرایا اللہ تو سلطنت کا مالک ہے تو جس کو چاہے سلطنت دے اور جسکو چاہے ذلیل کرے تیرے ہاتھ سب خوبیاں ہیں۔ اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

خلف حافظ سید محمد نظام الدین احمد ہاپوری حنفی نقشبندی مجددی
تعلیم و تربیت و پرورش یافتہ عم مکرم ولی نعمت وحید عصر فخر علماء مخدومنا
و مولینا محمد قطب الدین۔ دلاور علی جعفری نسب حنفی مذہب طرزی
تخلص سابق مجسٹریٹ ریاست الور جنت نشان خلد مکان۔ ارباب
علم و ہنر کے خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مسلمانوں نے حکمائے
یونان کے بوسیدہ اور زنگ آلودہ علم و ہنر مثلاً منطق فلسفہ۔
ریاضی علم ہندسہ طب وغیرہ کو جو انکے ہاتھوں دریدہ و بوسیدہ
ہوگئے تھے انکو رفو اور پیوند سے درست کیا۔ اور جو غار کی تہ میں چلے
گئے تھے۔ جہاں کہ ان پر غار کی تاریکی اپنا پورا پورا سکہ بٹھا
چکی تھی۔ ان کو نکالا۔ جلا دیکر چمکایا۔ اور ایسا چمکایا کہ نور اسلام کے
ساتھ ان کی روشنی بھی تمام دنیا میں پھیل گئی۔ بعضے علوم ناتمام
بھی تھے ان کو درجہ تکمیل پر پہنچایا۔ ایسا کرنے سے مسلمانان قرون اولے
نے بلاتفریق مذہب و ملت صرف آئندہ نسلوں ہی خواہ وہ مشرقی دنیا
میں رہتی ہوں یا مغربی دنیا میں آباد ہوں۔ یا نئی دنیا میں بستی ہوں۔
شکوری کا موقعہ نہیں دیا بلکہ اقلیدس ارشمیدس ارسطاطالیس
وغیرہ پر بھی بڑا احسان کیا ہے۔
اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ قرون اولے کے مسلمان دنیوی ضروریات اور
معاملات میں نہایت محتاط۔ قانع اور صابر تھے لیکن اسکے برعکس علمی
دنیا میں انکی لا انتہائی حرص کا کچھ حال نہ پوچھئے۔ جسقدر مذکورہ بالا
[illegible] میں قانع تھے [illegible] سے کہیں زیادہ [illegible] متقدمین [illegible]
[illegible] اسلامیہ و جدید دنیا کی تاریخ میں ہیں آپ ہی ہیں اور حریص کیونکر
نہ ہوتے جب کہ حصول علم کے لئے خود پیغمبر صلعم کی تاکید ہے کہ علم اگر
[illegible] پر بھی ہو تو بھی اسکو حاصل کرو۔

[illegible] ولو کان بالصین۔

مسلمانوں نے صرف یونانی اور مصری حکیموں کے خزینہ کہنہ کی خوشہ چینی پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ علم ادب علم کلام ۔ علم تاریخ اور بہت سے دیگر علوم و فنون کے موجد ہوئے ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا ۔ ایک اس وقت کو دیکھئے کہ خود مسلمان بدنام کنندہ سلف خدا جانے کس منہ سے مسلمانوں کو علم تاریخ سے قطعی بے بہرہ بتلاتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ وہ علم تاریخ کو جانتے ہی نہیں کہ وہ کیا شے ہے ۔ بھلا انکو اس سے کیا سروکار یہ تو مغرب ہی والوں کا حصہ ہے اور بس ۔ اس ظلم و بہتان کی کوئی حد بھی ہے ۔ وہ جو خود اپنی تاریخ سے ناواقف ہیں ۔ بے سوچے سمجھے دیکھے بھالے دل میں ٹھان لی کہ ہمارے آبا و اجداد بھی ہماری طرح اپنے سلف کے ناخلف تھے ۔ کوئی ان سے اتنا جاکر کہے کہ خدارا اپنے جہالت کا الزام اپنے بزرگوں کے سر کیوں تھوپتے ہو ۔ حضرات وہ اس علم شریف کے موجد ہیں ۔ اور انہوں نے اس کو اس وقت معراج کمال پر پہنچایا ۔ جبکہ تمام یورپ میں عموماً اور اسکے مغربی حصے میں خصوصاً ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہالت کی تاریک گھٹا بے طرح چھائی ہوئی تھی ۔ اور یونانی علم و حکمت کی شمع سحری اپنے آپ کو اس تاریکی کو دور کرنے کے ناقابل سمجھکر اہل وطن کے جہالت اور اپنے خزانہ کی بربادی پہ آٹھ آٹھ آنسو بہاکر ٹھنڈی ہو گئی تھی ۔

آج کل کے عام مسلمانوں کی تو یہ رائے ہے لیکن یورپ اور امریکہ میں جہاں کا ہر شہر علمی ترقی کے لحاظ سے دار العلوم بنا ہوا ہے ۔ آج بھی چند بے تعصب ۔ منصف مزاج ۔ حق پسند ۔ اور راست گو افراد ایسے نکل آئینگے ۔ جنہوں نے اپنے صفحہ دل سے دار العلوم ہائے ۔ قرطبہ و غرناطہ بغداد و دمشق وغیرہ کے احسانات کو محو نہیں ہونے دیا اور تقریر و تحریر میں ان یونیورسٹیز کے علما و فضلاء کے لا انتہا لئے ہی علم و ہنر ۔ فضل و کمال کے ساتھ ساتھ برابر ان کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ

تکلیف ساتھ اعتراف کرتے ہیں ؛
مجھے اپنے بھائیوں کی کم فہمی - بےعلمی اور نادانی پر ہنسی نہیں بلکہ رونا آتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق - امام محمد امام ثعلبی - ابو الغربی طبری مسعودی - ابن ہشام ابن خلکان - ابن الاثیر - ابن خلدون علامہ عینی قتیبہ - قاضی منہاج الدین سراج جرجانی - خواجہ ضیاء برنی - ملا احمد دہلوی وغیرہ وغیرہ نے یورپین مورخین کے مقابلہ میں ایسی تاریخیں لکھی ہیں کہ ان کی تصانیف خود اس امر کی شاہد ہیں کہ اصحاب مذکور اس علم سے قطعی طور پر بے بہرہ تھے ؛
ایک مسلمان صاحب نے شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے وزیر اعظم ہندوستان کے مایہ ناز اور دنیا کے ایک زبردست انشاء پرداز - مدبر و فلاسفر علامہ شیخ ابو الفضل کی سوانح عمری لکھی - اسکے تاریخ نویسی کے ذکر کو اسطرح ختم کرتے ہیں کہ لیکن تاہم انصاف یہ ہے کہ ابو الفضل کی تاریخ (اکبر نامہ اور آئین اکبری) اگر آج کل کے مورخانہ نظر سے دیکھی جائے اور یورپ کے بڑے مورخوں کی تصانیف سے اسکا مقابلہ کیا جائے تو نہایت اعلٰے درجہ کی تصنیف نہیں ہو سکتی،، یہاں اس سے بحث نہیں کہ مؤلف رسالہ مذکور کا قول کہاں تک درست ہے شیخ اور یورپین مصنفین کی تصانیف موجود ہیں دیکھئے مگر خدارا انصاف کا خون نہ کیجئے صاف معلوم ہو جائیگا - کہ ایک کو دوسرے سے کیا مناسبت ہے -
اس ذرہ بیمقدار کو ہمیشہ سے مطالعہ کتب تواریخ کا مذاق اور طبیعت کو اس علم سے کہ نہایت ضروری مفید اور کار آمد - اہل زمانہ کے واسطے حیرت خیز اور اہل بصارت کے لئے عبرت انگیز ہے ابتدا ہی سے پیدا ہے - لگاؤ رہا جسقدر اور جسطرح تاریخیں مختلف اقوام و ممالک اندر ہند کی عموماً - اور سلاطین اسلام کی خصوصاً - دستیاب ہو سکیں -

نہائت ذوق شوق سے بنظر تعمق دیکھیں اور ان سے فیض یاب ہوتا رہا چنانچہ مطالعہ کے سلسلہ اکثر خامہ فرسائی کرتا رہا اور سال گذشتہ میں حسب الارشاد جناب قبلہ برادر مکرم اخی معظم حاجی حرمین شریفین میر محمد سید احمد صاحب جعفری چند اچھوتے اور سب سے انوکھے واقعات کو اردو میں قلم بند کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ جسکے لئے سلاطین ماضیہ ہند کی تاریخ میں عہد علائی سے زیادہ مناسب اور کوئی دور نظر نہ آیا کیونکہ سلطان علاءالدین خلجی کے عہد حکومت میں۔ اجتماع آرائے زنان عقلاء زمان۔ علماء و حکماء دوران۔ ترقی علم و فنون و فضل و کمال۔ تزاید جاہ و جلال۔ مال و منال۔ عجائب حالات۔ غرائب واقعات۔ طرفہ انتظامات۔ نادر معاملات۔ تجدید آئین اور استخراج قوانین وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ بتائید ربانی و عنائت سبحانی اس زمانہ کا حال لکھا جسکی ایک ایک بات عجیب العجاب ہے ✣

جو کچھ اس احقر نے ایسے جلیل القدر اور عظیم الشان سلطان کا مختصراً حال لکھا وہ کتب معتبرہ تواریخ۔ مثلاً۔ تاریخ فیروز شاہی جامع التواریخ۔ لب التواریخ۔ خزانہ عامرہ۔ آتشکدہ آذر۔ اکبر نامہ مرات آفتاب نما تاریخ نوازش خانی۔ تذکرہ دولت شاہ بن بختی شاہ سمرقندی۔ نسخہ فوائد الفواد۔ اخبار الاخیار۔ تاریخ نظام احمد بخشی تزک جہانگیری۔ تاریخ ہندوستان ابوالقاسم فرشتہ۔ صفتہ الاولیا اور آثار الصنادید وغیرہ سے اخذ کیا ہے

جو اصحاب اس ناچیز تحفہ سے فائدہ اٹھائیں۔ وہ اس عاصی کو دعائی خیر سے یاد فرماویں۔ اور خطا سے جو مقتضائے بشریت سے بنظر اخلاق کریمانہ درگزر کریں ع کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود۔

واللہ التوفیق ✣

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

سلطان معز الدین کیقباد نے اپنے باپ بغرا خاں حاکم لکھنوی کی قابل قدر نصیحتوں کو جو اس نے رخصت کرنے سے ایک دو دن پہلے کی تھیں دس پندرہ منزلوں کے بعد صفحہ دل سے بالکل محو کر دیا۔ اور پھر مثل سابق شاہد و شراب کی محفلیں آراستہ ہونے لگیں۔ اب روز بروز اس میں ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ سلطان کو بے اندازہ عیاشی و شراب خوری نے نہایت کمزور اور بیمار کر دیا۔ بیماری میں پھر باپ کی اس نصیحت کا جو امرائے دربار کی متعلق اس نے کی تھی خیال آیا۔ کہ مبادا نظام الدین وزیر میرے دفع کرنے کے فکر میں ہو اسلئے یہی بہتر ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسکا کام تمام کر دیا جائے۔ شراب نے ہوش حواس بجا نہ رکھے جو اس تدبیر کو صورت عمل میں لانے کے لئے معقول انتظام کیا جاتا جب کوئی بات نہ بن آئی۔ تو ایک دن سر دربار اسکو ملتان چلے جانے کا حکم دیا۔ اور سبب یہ بتایا گیا کہ وہاں جو آئے دن قضیے پیش آتے رہتے ہیں انکا دہیں ٹھہر کر انتظام معقول کرے۔ یہ زمانہ کا چلتا پرزہ تھا۔ فوراً تاڑ گیا کہ بادشاہ دفع کرنے کے فکر میں ہے چند۔ وجوہات کے اظہار کے بعد جانے سے صاف انکار کر دیا۔ امرائے دربار نے جو اسکی حرکات سے پہلے ہی خار کھائے بیٹھے تھے۔ جب دیکھا کہ بادشاہ کا مزاج بھی اس سے برگشتہ ہے۔ فوراً اسکا قلع قمع کر دیا۔

اس واقعہ کے چند عرصے بعد ہی بادشاہ لقوہ اور فالج میں مبتلا

ہو کر صاحب فراش ہوگیا۔ ہر ایک امیر کے سر میں تاج و تخت کی ہوس سمائی۔ لیکن سب کا مرتبہ برابر تھا۔ ایک سب پر کس طرح حاوی ہو سکتا۔ الغرض یہ رائے قرار پائی۔ کہ مفلوج بادشاہ کے سہ سالہ بیٹے کو تخت پر بٹھایا جائے چنانچہ کیومرث کو سلطان شمس الدین کے لقب سے تخت نشین کیا۔ اور تمام امرائے دربار نے متفق ہو کر امورات سلطنت بخیر و خوبی چند روز تک انجام دیا۔ ان امیروں میں صرف ترک ہی نہ تھے بلکہ خلجی اور دوسرے اقوام کی سرداروں کی بھی معقول تعداد تھی۔

خلجی فرشتہ صاحب تاریخ سلجوقیاں سے نقل کرتا ہے کہ ترک یافث کے گیارہ بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام خلج تھا اور اسکی اولاد کو لوگ خلجی کہنے لگے اور اسکی دوسرے بیٹے کی نسل سے جسکا نام ایلچہ خاں تھا مغل ہیں اور اسکے چند پشت بعد ایک شخص کا نام مغل خاں تھا۔ اس سے چنگیز خانی اور گورگانی مغلونکا سلسلہ نسب ملتا ہے غالباً دیگر اقوام مغل بھی اسی مغل خاں کی نسل سے ہونگے۔ بدیں وجہ مثل خلج کے ان کا نام بھی مغل مشہور ہوگیا۔ مگر نظام الدین احمد بخشی کو اس قول سے اختلاف ہے۔ وہ کسی خاص تاریخ کا نام تو تحریر نہیں کرتا۔ لیکن یہ لکھتا ہے کہ میں نے ایک معتبر تاریخ میں دیکھا ہے کہ خلجی قالیج خاں کی اولاد ہیں۔ جو چنگیز خاں کا داماد تھا اور اپنی بیوی سے آزردہ خاطر رہتا تھا۔ بدیں وجہ چنگیز خاں سے رنجش ان قدیماً موقع پا کر کوہستان غور اور جرستان میں پناہ لی۔ اور اسکو نہایت مستحکم بنایا۔ قالیج سے تحریف پا کر خالیج ہوگیا اور کثرت استعمال میں الف اڑ کر خلج رہ گیا۔ مؤلف رسالہ ہذا کے نزدیک قول اول الذکر زیادہ قابل اعتبار ہے کیونکہ امیر ناصر الدین سبکتگین اور سلطان محمود غزنوی کے اکثر امیر خلجی تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان دونوں کا زمانہ عہد چنگیزی سے بہت پہلے تھا ہاں یہ بات قرین قیاس ہے کہ قالیج خاں داماد چنگیز خاں بھی اسی خلج کے جو گرکے

بن یافث کا بیٹا تھا۔ اولاد سے ہو۔ اور جو خلجی امرا لبسبب قدردانی ہندوستان میں آئے وہ اس قلیچ خان کی نسل سے ہوں +

الغرض امرائے ترک نے یہ چاہا کہ جسطرح ہو دیگر اقوام کے امیروں کو انتظامات میں کچھ دخل ہی نہ دیا جائے۔ بلکہ حتی الامکان ان کو بالکل علیحدہ کردیا اور جو سربرآوردہ ہیں۔ ان کا نام ہی اس دنیا سے مٹا دیا جائے ایسے اشخاص کے ناموں کی ایک فہرست تیار کی گئی جس میں سب سے پہلے جلال الدین خلجی کا نام تھا۔ جو اسوقت ممالک عرض اور حاکم برن تھا۔ اوسے بھی خبر لگ گئی۔ تمام خلجی امیروں کو جمع کرکے بہاپور میں آ لشکر ڈالے۔ ملک اتیمر کچھ باریک چند سواروں کے ساتھ لشکر جلالی میں پہنچے تاکہ مکروفریب سے جلال الدین خلجی کو ساتھ لاکر کوشک شمسی میں اسکا کام تمام کردیں لیکن یہاں اس سے پہلے مشورہ ہو چکے تھے۔ جبوقت لشکر گاہ میں ملک اتیمر کچھ باریک پہنچا۔ اور جلال الدین خلجی کے خیمہ کے سامنے گھوڑی سے اترا ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالا تھا۔ کہ ایک سردار نے تلوار کا ایسا تلا ہوا ہاتھ مارا کہ اسکا سر تن سے علیحدہ ہو کر گھوڑے کے پاؤں میں آ رہا۔ اور جو ہمراہی تھی وہ فوراً اسیر کرلئے گئے"

خانی نان۔ اور ارکلیخاں جلال الدین خلجی کے بیٹے کہ شجاعت اور مردانگی میں بے عدیل اور بےنظیر تھے فوراً پچاس جانباز نبرد آزماؤں کو ساتھ لے درگاہ سلطانی کی طرف چلے اور کیومرث کو حرام سرا میں سے نکال لائے واپسی کے وقت ملک اتیمر سرخہ و کیلدر نے تعاقب کیا اسکو اور اسکے ہمراہیوں کو قتل کرکے نہایت اطمینان سے سہ سالہ سلطان کو اپنے باپ کے پاس بہارپور میں لے گئے۔ چندمدت تک تو سلطان جلال الدین شمس الدین کیومرث کے نام سے خدمات سلطنت بجالاتا رہا اور جب ایک

له قلیچ اور قلیج ترکی زبان میں شمشیر کو کہتے ہیں قلج بھی اسی لفظ کی ایک صورت ہوگی۔

...... ترکی ملک نے سلطان معزالدین کیقباد سے جس میں
سوائے ایک جان زار کے کچھ حال باقی نہ تھا۔ کوٹنگ کیلوکھری میں انکے
باپ کا انتقام لیا۔ اسوقت جلال الدین خلجی بہار پور سے روانہ ہو کر دلی
آیا۔ اور کوشک معزی میں تخت سلطنت پر سلطان جلال الدین فیروز
شاہ کے لقب سے بیٹھا۔ گو شروع شروع میں تمام امرائے ترک
اور ملک فخر الدین کوتوال شہر کی سازش سے باشندگان دلی بھی
سلطان جلال الدین خلجی سے متنفر رہے۔ لیکن چند روز بعد ہی اسکی
خوبیوں کے گرویدہ ہو گئے۔ اور بلا کسی جبر و تشدد کے دلی خواہش سے
اسکے ہاتھ پر بیعت کرنی شروع کر دی۔ بدیں نوع خاندان غلامان غوری
سے خلجی گھرانہ میں ہند کی سلطنت آگئی ؏
سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے بدست خود اپنے ایک
بھتیجے کو جسکا نام علاؤالدین بن شہاب الدین مسعود تھا اس زمانہ سے جبکہ
وہ اپنی ماں کا دودھ ہی پیتا تھا۔ نہایت ناز و نعم سے پالا۔ یہ اسے اپنے
بیٹوں سے بھی بدرجہا عزیز رکھتا تھا۔ مارنا تو درکنار کبھی تیز نگاہ سے بھی
اسکی طرف نہ دیکھا تھا جسطرح عموماً امیروں کے بچے لاڈ پیار میں ایک حرف
پڑھ کر نہیں دیتے اسیطرح یہ بھی خالی ہی رہا اور خزانہ علم سے بہرہ ور نہ
ہو سکا لیکن اس میں بچپن ہی سے شجاعت اور مردانگی کے آثار پائے جاتے
تھے سلطان جلال الدین خلجی جو کہ بذات خود نہایت شجاع تھا یہ دیکھکر
بہت خوش ہوا کرتا۔ اسے اپنے اس بھتیجے سے بیحد محبت تھی۔ ہر وقت اسپر
جان چھڑکنے کیلئے تیار رہتا۔ اور اسکی ذراسی تکلیف سے وہ سخت بیچین
ہو جاتا تھا۔ علاؤالدین کی طبیعت کو پڑھنے سے کچھ لگاؤ ہی نہ تھا۔ ہاں
جب سے ہاتھ پاؤں قابو میں آئے۔ تو اپنے بدن اور قد کے موزون
ہتھیار سنبھالے۔ شروع ہی سے تیراندازی نیزہ بازی۔ شکار اور

اور گھوڑے کی سواری کا عاشق تھا۔ سن تمیز کو پہنچنے تک تمام فنون سپاہگری میں وہ مہارت اور کمال پیدا کیا۔ کہ سن رسیدہ اشخاص دیکھکر انگشت بدندان رہ جاتے تھے۔ ضعیف سلطان چچا اپنے نونہال کے حرکات اور سکنات کا مشاہدہ کرکے باغ باغ ہوتا تھا۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ جو دیکھ رہا ہوں۔ یہ میری ہی موت کے سامان ہیں۔

جوان ہونے تک جیسا کہ ابھی لکھا جا چکا ہے علاء الدین فن سپاہ گری کی ہر شاخ میں طاق ہوگیا اور اپنے چچا اور چچازاد بھائیوں کے ساتھ میدان جنگ میں جانے لگا۔ اور اول ہی ایک دو معرکوں میں وہ مردانگی دکھائی کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ سب کہتے تھے کہ ابھی بچہ ہے پورا جوان بھی نہیں ہوا اپنی بساط سے کسقدر زیادہ کام کرتا ہے۔ اللہ اسکی عمر میں برکت دے مگر یہ اس سے بیخبر تھے کہ ہوش سنبھالکر یہ کتنوں کے رشتہ حیات کو منقطع کریگا۔ الغرض چندہی روز میں اسکی مردانگی کا شہرہ تمام ملک میں مشہور ہوگیا۔ مگر اسکی خودرائی سے سوائے چچا کے محبت نہیں بلکہ عشق پدری کے باعث کوئی اسکی بات بھی بُری معلوم ہوتی تھی۔ تمام آدمی اس سے متنفر تھے۔ اور اسکی تمکنت کو جو اس امیر فطرتی تھی بنظر حقارت سے دیکھتے تھے بچپن ہی سے کسکی یہ حالت تھی کہ مرتے مرگیا لیکن جسکی طرف سے دل میں کینہ ایک دفعہ بیٹھا۔ اس سے پھر کبھی وہ بدباطن صاف نہوا۔ ازل سے اس کا دل رحم سے ناآشنا تھا کوئی شے اگر اسکی مطلب برآری میں حائل ہوتی تو بجز کسی خیال کے انتہا سنگدلی کے ساتھ اسے مٹا کر اپنا راستہ صاف کرلیا کرتا تھا۔ جو غرض منصبی ہوتا۔ اسکا خیال بہت رکھتا تھا۔ چنانچہ جب بادشاہ ہوا اور دو تین سال کے بعد نشہ دولت سے آنکھیں کھولیں۔ تو رعایا کی بہبودگی اور بہتری کا خیال آیا۔ اسکے متعلق وہ کیا کہ دیکھنے والوں اور

اور سننے والوں کی عقل کام نہیں کرتی - مگر صلاح جہانداری میں تمام باتیں جنکا نظام سلطنت سے تعلق نہیں ہوتا تھا تہ کرکے ایکطرف رکھدیتا تھا

سلطان علاءالدین خلجی کے ایام طفلی کے حالات اسقدر تاریکی میں ہیں کہ ان کا فرداً فرداً بیان کرنا ناممکن ہے ہرچند کوشش کی کہ تمام تو کہاں چند باتیں ہی معلوم ہوجائیں مگر بے شود جو تاریخ قلمی یا مطبوعہ دستیاب ہوسکتی ہیں - وہ ذراسی بھی روشنی انپر نہیں ڈالتی ہیں کہ جس سے کچھ تو کچھ دھندلا سا نظر آجائے ؎

سلطان جلال الدین فیروز شاہ کے بیٹھنے اور بادشاہ ہونے کے بعد سے گویا مورخین کے نزدیک اسکی زندگی شروع ہوتی ہے اور اصل یہی ہے جو خاص تاریخ مثل اکبرنامہ کے اسی عہد میں لکھی گئی ہوگی - اور جس میں اسکے تمام روز زندگی کے مفصل حالات درج ہونگے وہ آج عنقا کا حکم رکھتی ہے - نیک نہاد چچا جب تخت پر بیٹھا تو عزیز بھتیجے کو امیر ترک کے اعلٰے منصب پر سرافراز فرمایا - اور جسدن شہر دلی میں آیا اسی روز کوشک معزی میں واپس جاکر اپنی ایک بیٹی سے جو حسن وجمال میں بے عدیل ونظیر تھی علاءالدین کا نکاح پڑہایا اور دوسری بیٹی اپنے دوسرے بھتیجے الماس بیگ کے ساتھ بیاہ دی ؎

ملک چھجو کو جو سلطان غیاث الدین بلبن کا بھتیجا تھا - جاگیر کڑہ مرحمت فرمائی، لیکن اس نے ۶۸۹ھ ہجری میں مطابق ۱ سنہ جلوس جلالی علم بغاوت بلند کیا اور اسیر ہوکر دلی آیا - خواجہ ضیا برنی اس واقعہ کا حال جو انہوں نے خواجہ حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ سے سنا اس طرح تحریر کرتے ہیں - کہ امیر قدس سرہ مجھسے فرماتے تھے کہ جس وقت یہ قیدی سلطان کے سامنے لائے گئے وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھا ملک چھجو اور دیگر امرائے بلبنی اونٹوں پر سوار تھے ہر ایک کی گردن میں دوشاخہ تھا شکین بندہی

ہوئی تھیں۔ کپڑے پھٹے ہوئے اور چہرہ گرد آلود تھا۔ جبوقت نیک ذات
ستودہ صفات سلطان کی نظر اُن اسیران جنگ پر پڑی۔ منہ رومال کو
چھپالیا اور بلند آواز سے فرمایا کہ ہے ہے یہ کیا ستم ہے خدا را جلدی
ان کو اونٹوں پر سے اتارو۔ اور مشکیں معاً کھول ڈالو۔ "

حمام میں لیجاکر غسل کراؤ عطر لگاؤ۔ اور جامہ دار کو حکم ہوا کہ سوت
سلطانی سے لباس فاخرہ لے جاکر پہنائے۔ بعد ازاں ہمارے حضور
میں لانے حمام سے جب باہر نکلے۔ بادشاہ کے حضور میں آئے کلیجے
دوچار جو اور بڑے بڑے امیر علیٰ اور معززی تھے کیلئے آنکھ فرش زمین
سے اوپر نہ اٹھتی تھی عرق خجالت سے پانی پانی ہوتے جاتے تھے۔ بادشاہ نے
معانقہ کیا۔ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ پکڑ اپنے آس پاس بٹھایا۔ شراب منگائی
اور خود پیالہ بھر کر اسکو دیتے وقت کہنے لگا۔ مجھے شرماتے کیا بات ہے
میں وہی ہوں جسنے بارہا خلوت میں تمہارے ساتھ شراب پی ہے تمہاری
دعوتوں اور عیش و نشاط کے جلسوں میں شریک ہوا ہوں۔ کیا اتنی جلدی
تم وہ دن بھول گئے لیکن میرے دل سے تمام عمر ان کی یاد نہ جائیگی +

دیکھو مثل ایام گزشتہ ایک مدت کے بعد اس طرح سے شراب کے جلسہ
میں جمع ہوئے ہیں اور جس طرح ایک دوسرے کو جام مے دیا کرتے تھے
اسی طرح میں آج ساقی بنا ہوا ہوں۔ اس حجاب کی کچھ انتہا ہے لو زیادہ
نہیں۔ ایک دو جام ہی سہی۔ باقی اگر اس لڑائی کا تمہارے دل میں خیال
ہے اس معاملہ میں حق تو یہ ہے کہ تم نے حق نمک ادا کیا بشرط وفا
ہے میں اسکو یہ نہ کہونگا کہ تم نے میرے ساتھ غدر کیا بلکہ میرا اتنا گمان
یہ ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے نمک کا جو میرے اور تمہارے
رگ و پے میں ہے۔ تم نے خلجی دار کو حق دلانا چاہا۔ اگر یہ بات نہ ہو تو پھر
نمک حلال اور نمک حرام میں کیا فرق ہے اور میں نے تم پر لشکر کشی محض

محض اپنی حفاظت کی غرض سے نہ تمہاری بربادی اور تباہی میرا ذاتی مقصد تھا۔ باقی رہی فتح شکست یہ خداوند عزوجل کے ہاتھ ہے اپنی فتح اور دشمن کے خانہ ویرانی پر خوش ہونا چاہیئے اور اسیطرح نہ اپنی شکست اور حریف کی فتح پر انسان کو چاہیئے کہ رنج بھی کرے +

چنانچہ اور بہت سی باتیں ان کی تسلی اور تشفی کی کیں اور جو کچھ کہا وہ سچے دل سے کہا کئی دن تک مہمانداری اور ناچ رنگ کی محفلیں منعقد ہوتی رہیں۔ اسکے بعد ملک چھجو کو اہل وعیال وعزیز و اقارب کے ملتان بھیجدیا۔ فرمان شاہی جاری ہوگئے کہ راہیں ملک چھجو کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو جس چیز کی اسے ضرورت ہو فوراً حاضر کردیجائے اور ملتان میں یہ آزادانہ اپنی زندگی بسر کرے اسی سال اس لڑائی کے بعد ملک علاؤالدین کو جاگیر کڑہ عطا ہوئی۔ علاؤالدین نائب ملک کو عہد عطائی میں علاء الملک ہوا۔ اسکے ساتھ کیا جو

بیگم اور خوشدامن سے نہ معلوم کس بناپر بگڑی + بگڑی کیا ملکہ کبھی بنی نہیں۔ پہلے ہی دن سے شکر رنجی کی بنیاد پڑی جس نے خاندان کا خاندان آخر کار ایک روز نیست و نابود کرکے چھوڑا سبب اسکا کچھ معلوم نہیں اور کیونکر ہو۔ ایک معمولی آدمی کے خانگی معاملات کا دریافت ہونا غیر ممکن سی بات ہے بھلا محل سرائے سلطانی کے اس قسم کے راز کون جان سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اب ساڑھے سات سو سال بعد اصل وجہ کا کیا پتہ چل سکتا ہے ظاہر اسباب علاؤالدین کی سخت گیری اور بیگم کی نافرمانی اور مخالفت معلوم ہوتی ہے ملکہ جہان علاؤالدین کی خوشدامن سلطان جلال الدین کے مزاج میں بہت دخل رکھتی تھی۔ بارہا ان دونوں کی اندرا اس نے ارادہ کیا کہ جس طرح ممکن ہو کہیں دور چلا جائے مگر نہ ہوسکا اب جو حاکم گڑھ مانک پور ہوا۔ ہزار غنیمت سمجھا۔ مگر اس کنبہ کا

سینہ اپنی خوشدامن کی طرف سے کسیطرح صاف نہوتا تھا۔ آخرکار انتقام کا جوش اس پر غالب آگیا۔ اور رات دن اسی فکر میں ڈوبا رہتا کہ کسیطرح بادشاہت ہاتھ آئے طرفہ تماشا یہ ہوا کہ ملک چھجو کے ساتھ کے امرائے بلبلنی جنکو سلطان جلال الدین نے آزاد کر دیا تھا۔ وہ سب کے سب اسکی سرکار میں آگئے جب ہمراز ہوئے تو اسے رائے دی کہ روپیہ کا ہونا شرط ہے اگر ملک چھجو کے پاس روپیہ ہوتا۔ تو آج کو تمہارے چچاجان دلی کے تخت پر نہ بیٹھے ہوتے۔ اگر روپیہ کی معقول تعداد کہیں سے ہاتھ لگے تو پھر سلطنت کا حاصل کرنا کیا بڑی بات ہے۔ سوال یہ درپیش تھا۔ کہ زر و مال کہاں سے ہاتھ آئے اس خیال نے دل میں یہاں تک جگہ پکڑی کہ سوتے جاگتے ہر وقت اسی غلطان پیچان رہتا خواب اگر دیکھتا۔ تو اسی کی سیاحوں اور مسافروں سے دریافت کیا کرتا کہ کس کس جگہ کا راجہ نہایت مالدار ہے اور اسکی فوجی طاقت کا کیا حال ہے۔ خاص قلعہ جس میں اوسکا محل اور خزانہ ہے کیسا ہے اور اسکے متعلق ان سے طرح طرح کے گھنٹوں سوال کرتا رہتا۔ جوئندہ یابندہ۔ آخرکار ایک دن معلوم ہو گیا۔ کہ فلاں فلاں راجہ ان کا نگار ہے مگر علاوہ ایک دو کے دیوگیر کا راجہ جسکے پاس لاانتہا دولت ہے۔ زبردست بھی اسیقدر ہے خیر اسکے زیادتی فوج کا تو یہاں کچھہ خیال نہ تھا۔ مگر اتنی دور و دراز ایسے کس طرح جائے کہ بادشاہ کو خبر ہی نہ ہو اور کام بھی حسب دلخواہ بن جائے تو اسکی تدبیر یہ کیگئی کہ پہلے ایک دو مرتبہ سلطان سے اس نے گرد نواح کی اجازت طلب کی۔ اور دوسرے تیسرے مرتبہ بے اجازت دیوگیر پر صرف آٹھ ہزار سوار لیکر چڑھ دوڑا۔ چنانچہ جب بادشاہ مندو۔ گیا ہوا تھا سلطان علاؤالدین نے کہ ابھی تک منقطع کڑہ تھا۔ آستانہ سے اجازت لشکرکشی طلب کی۔ اور اسکے ملنے پر تاخت و تاراج کرتا ہوا ابلسیان تک

یا۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا سب لیکر پائے تخت کی طرف روانہ اور
ور شاہ میں جو کچھ لایا تھا گزرانا۔ اس لاانتہا زر و مال سے بادشاہ بہت
ن ہوا۔ اور اپنے پرورده بھتیجے اور داماد کو اسکے صلہ میں عرض ممالک بنایا
لیر کڑھ مانکپور پر اقطاع اودھ اور زائد کئے۔ اور طرح طرح سے بے
ہا نوازشات سلطانی کا اظہار کیا اس وقت جب بادشاہ کو بیحد مہربان
ھا اور عرض کیا کہ چندیری اور اس طرف کے بہت سی ریاستیں نہایت
ول اور آسودہ ہیں۔ اگر حضور حکم فرمائیں تو بندہ درگاہ کچھ اور نئی فوج
نے صرف سے بھرتی کرکے ان پر حملہ آور ہو اور جو مال غنیمت حاصل ہو
آستانہ عالی پر حاضر کرے۔

سلطان جلال الدین خلجی نے حسن اعتقاد اور غائت صفائی دل سے
نکی تہ کو نہ پہنچا اور یہ نہ سمجھا کہ سلطان علاؤالدین اپنی حرم اور خوش
ن سے سخت آزردہ ہے اور ان کی طرف سے یہ چاہتا ہے کہ کہیں دور
جائے۔ تاکہ یہاں آنیکی نوبت بھی نہ آئے اور وہیں کوئی اپنا مستقل ٹھکانہ
ئے یا دلی کی سلطنت ہاتھ میں لائے الغرض بادشاہ نے بخوشی اجازت
ی کہ جس قدر ضرورت ہو نئے سوار اور پیادہ بھرتی کئے جاویں اور حکم دیا
سکی جاگیر کا محصول دو فصل تک التواء میں رہے اور اس طرح میں
مال غنیمت بے اندازہ آئیگا۔ جلدی اوسے رخصت کر دیا تاکہ مہم کے
صرام میں مصروف ہو۔ سلطان علاؤالدین حصول مقصود پر دلی سے
مرکڑھ آیا اور انتظامات میں مصروف ہوا۔

چند ماہ کے بعد جب لشکر آراستہ ہوگیا تو علاء الملک کو کڑہ میں
پنا نائب مقرر کیا۔ اور عوام میں یہ ظاہر کیا کہ ولائت چندیری کو فتح کرنے
لبہے۔ اور سوائے چند خاص آدمیوں کے جو اسکے مقرب ہمراز اور صلاح
تھے۔ اپنی دلی مقصد سے ہرگز ہرگز آگاہ نہ کیا۔ ہر منزل پر شکار

کھیلتا چلا جاتا تھا۔ راہ میں جو گاؤں قصبے یا شہر آئے کسیکو نہ لوٹا نہ کھسوٹا نہ ان کے باشندوں سے کسی قسم کا تعرض کیا۔ الغرض اسیطرح ایلچی پور تک جا پہنچا اور وہاں .... چندے قیام کرکے یہ مشہور کیا کہ ملک علاء الدین جو دربار دہلی کے امرائے میں سے ہے کسی بات پر بادشاہ سے ناراض ہوکر چلا آیا ہے اور تلنگانہ میں جاکر راجہ مندرے کے ملازمت کے اختیار کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

فتح دیوگیر

اس اثنا میں رام دیو حاکم دیوگیر کی رانی اور اسکا بڑا بیٹا تیرتھ کو گئے تھے اور وہ خواب غفلت میں مدہوش تھا۔ سلطان علاء الدین نے موقعہ کو غنیمت جانکر ایک روز آدھی رات کو ایلچی پور سے چلا اور بسبیل بلغار کوچ کرتا ہوا دیوگیر جا پہنچا۔ راجہ کو شعبدۂ چرخ ستمگار کی خبر نہ تھی کہ یہ کیا کیا گل کھلانے والا ہے جس طرح بنا تین ہزار سوار مقابلہ کیلئے روانہ کئے۔ جن کا ہراول عساکر علائی سے دیوگیر سے دو تین کوس کے فاصلہ پر مقابلہ ہوا ان کو مسلمانوں کی بہادری اور شجاعت کے دیکھنے کا موقعہ اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔ اور نہ ان کی ضرب شمشیر سے واقف تھے پہلے ہی حملہ میں تاب نہ لاکر جو بھاگے۔ تو راجہ کے قلعے کے اندر ہی جاکر ٹھہرے۔ راجہ محلوں سے نکل کر قلعہ میں چلا گیا۔ طرفہ ماجرا یہ پیش آیا۔ کہ ایک دو روز پہلے کوکن کے سوداگر تین چار ہزار بوریاں نمک کی یکبارگی آئے تھے۔ اور فصیل قلعہ کے نیچے اترے تھے۔ پریشانی میں یہ تو نہ دیکھ سکے کہ ہمیں کیا ہے غلہ سمجھکر اپنے ساتھ قلعہ میں لے گئے۔

علاء الدین نے اس لڑائی کے بعد باشندگان دیوگیر کو اتنی فرصت نہ دی۔ کہ وہاں سے بھاگ جائیں یا کوئی اپنی حفاظت کی تدبیر کرسکیں۔

فوراً شہر میں داخل ہوگیا۔ اکابر تجار اور برہمنوں وغیرہ کو جاتے ہی اسیر کر لیا۔ چالیس ہاتھی اور کئی ہزار خاصہ گھوڑے راجہ صاحب کے طویلہ خاص سے ہاتھ آئے اور اس ملک کے تاخت و تاراج کرنے کے بعد جہاں کی زمین ہزارہا سال سے دشمن کے گھوڑوں سے پائمال نہ ہوئی ہو۔

قلعہ کا محاصرہ نہایت سختی سے شروع کیا اور یہ مشہور کیا کہ لشکر اسلام چند سرداروں کی زیر نگرانی بیس ہزار کے قریب ابھی پہنچا چاہتا ہے۔ رام دیو سمجھا کہ یہ تو بُری طرح ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑے ہیں۔ مصلحت وقت یہی ہے۔ کہ قبل ازیں کہ دوسرے سردار یہاں آکر اس سے ملیں خود ہی ملک علاؤالدین سے صلح کر کے اسکو واپس کر دوں۔ چنانچہ چند دولت خواہ اور پنڈت جو زمانہ گذشتہ میں راجاؤں آراکین ریاست اور عالم ہونیکی وجہ سے راج میں بہت معتقد رہتے تھے۔ اسکے پاس بھیجے۔ اور انکے ہاتھ کہلا بھیجا۔ کہ اپنے ملک سے اسقدر دور دراز تھوڑے لشکر کے ساتھ آنا بالکل دور اندیشی کے خلاف ہے چونکہ ہمارا شہر فوج سے خالی تھا۔ و اس جہت تمہارا اس پر تسلط ہو گیا۔ بہتری اس میں ہے کہ جو سوداگر وغیرہ تمہارے اسیر ہیں۔ ان سے جسطرح چاہو۔ زر و مال وصول کر کے اپنے ملک کا رستہ لو۔ اور اس فتح پر مغرور نہ ہو۔ عنقریب میرا بیٹا لشکر جرار کے ساتھ یہاں پہنچا چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر راجہ خاندیس وغیرہ نے جنکے پاس بہت لشکر ہے کہیں تمہارا اسطرح آنا سن لیا۔ تو سمجھ لینا کہ تمہاری جانوں کی خیر نہیں۔ بہتری اسی میں ہے کہ اسی پر قناعت کرو اور اپنے وطن کو واپس چلے جاؤ۔

سلطان علاؤالدین خلجی دور بینی اور احتیاط کو مدنظر رکھکر اس پر رضا مند ہوگیا۔ اور اپنے قیدیوں سے پچاس من سونا۔ کئی من موتی۔ اور کچھ جواہر زر نقد تاقم سنجاب اور ریشمی کپڑوں کے لاانتہا تھان وصول کئے۔

اور رام دیو نے کہلا بھیجا کہ تم مطمئن رہو ہم فلاں دن یہاں سے چلے جائینگے ؟ قضا را سنگلدیو کو اس ماجرے کی خبر لگی بہت سا لشکر جمع کر کے آس پاس کے راجوں کو ملا جب سلطان علاء الدین واپس ہونے کو تھا۔ دیوگیر سے تین کوس کے فاصلہ پر مقابلہ کے ارادہ سے آٹھہرا - رام دیو کو جب اسکے ارادہ کی خبر ہوئی بیٹے کے پاس پیغام بھیجا کہ جو کچھ ہونی تھی وہ ہوئی - شدنی کبھی ٹلا نہیں کرتی - رعایا پر جو ظلم و تشدد ہوا ہے - اسکا تدارک حتے الامکان حسن تدبیر سے کر دیا جائیگا تمہیں پرمیشور کا شکر کرنا چاہیے کہ اسکی دیا سے میری ذات کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچی کل پرسوں یہ یہاں سے چلے جائینگے واپسی میں ان کو کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے - کیونکہ میں ترکوں کی حالت سے بخوبی واقف ہو گیا ہوں وہ ایک عجیب جنگجو قوم ہے ؎

مگر سنگلدیو خود رائی نے اپنے لشکر کو مسلمانوں سے کہیں زیادہ پاکر باپ کی نصیحت پر عمل نہ کیا - اور علاء الدین کے پاس چند آدمیوں کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اگر اپنی جانوں کی خیر چاہتے ہو - تو جو مال تم نے رعایا سے لیا ہے وہ ہمارے حوالے کرو - اور خالی ہاتھ جسطرح آئے تھے اسی طرح کف افسوس ملتے اور ہاتھ ہلاتے چلے جاؤ اور اسی کو کہ اپنی جان ہمارے ہاتھوں سے صحیح و سلامت لے گئے اپنی فتح سمجھو ؎

سلطان علاء الدین کو اس بات کی تاب کہاں تھی - سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا جو آدمی ایلچی بنکر آئے تھے ان کے منہ کالے کرا کے لشکر میں قلعہ کے گرد اگرد تشہیر کیا - نصرت خاں کو صرف ایک ہزار سوار سے ساتھ قلعہ کے محاصرہ پر چھوڑا اور خود اسکے مقابلہ کو نکلا - دشمن کا لشکر دور ہی کیا تھا کچھ یہ اسکی طرف چلا کچھ وہ اپنی طرف آتا ہوا دیکھا - بھلا - چند گھڑی میں دست و گریبان ہو گئے تھمکی اور خلجی سپاہیوں نے داد شجاعت دی مگر اس مرتبہ دشمن کی کثرت کے سامنے کچھ پیش نہ گئی اور ہر نصرت خاں

کو دم دم کی خبر پہنچ رہی تھی اس نے جو لڑائی کا رنگ بدلا ہوا دیکھا بغیر اپنے آقا کی اجازت کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا۔ میدان جنگ کا رخ کیا۔ علائی کے قدم ادھر چلے تھے۔ اور کوئی دم میں بھاگا چاہتے تھے کہ ہندوؤں کی نظر نصرت خاں کے سواروں پر پڑی۔ بیس ہزار سوار دکنی تو پہلے ہی شہرت سن چکے تھے۔ سمجھے کہ دہی آ پہنچے۔ اس سے پہلے کہ وہ قریب آئیں بزدل اور ڈرپوک اس خیال کے آتے ہی میدان سے بھاگ نکلے گویا نصرت خاں نصرت و ظفر اپنے ساتھ سلطان علاؤ الدین کے قدموں پر نثار کرنے کے لئے لیکر آیا جو میدان سے بھاگے اپنی جان بچا کر لے گئے اُن کا زیادہ دور تک تعاقب کرنا خلاف مصلحت سمجھا اور جو ثابت قدم رہے انہوں نے اسیران جنگ کی تعداد بڑھائی اس لڑائی کے بعد جس کی تمام کارروائی میں چند گھنٹوں سے زیادہ صرف نہ ہوئے مثل سابق پھر قلعہ دیوگیر کا محاصرہ کیا گیا۔ اور اس مرتبہ نسبتاً پہلے کے بہت سختی سے کام لیا گیا اسیرانِ جنگ میں راجہ کے رشتہ داروں کو چھوڑ کر باقی قتل کئے گئے۔ اور راما دیو کے عزیز و اقارب جو کہ جنگ میں اسیر ہوئے تھے ان کے ہاتھوں میں ہتکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ڈال کر قلعہ کے سامنے کھڑا کر دیا تاکہ اہل قلعہ دیکھیں اور ان سے عبرت حاصل کریں تو

محاصرہ کی سختی روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ نئی مصیبت جو محصورین پر بلائے بے درمان کی طرح نازل ہوئی وہ قلعہ میں اس کا تھوڑا چلنا تھا۔ چلتے وقت جو بوریاں قلعہ میں لے گئے تھے۔ دیکھا تو بجائے غلہ کے نمک تھا۔ باہر سے قلعہ میں غلہ نہ پہنچ سکتا تھا تمام وسائل مسدود تھے کسی آدمی کا قلعہ تک پہنچنا تو درکنار کوئی پرندہ بھی پر نہ مار سکتا تھا۔ حاکم قلعہ نے تمام امیروں سرداروں کو جمع کیا اور کہا کہ سامان دو تین دن سے زائد قلعہ میں موجود نہیں میری منشا ہے کہ صلح کر لی جائے بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے کھانے کا سامان موجود نہ تھا۔ اور لڑائی کم ہے آپ میں طاقت اور ہمت نہ دیکھی

سبھوں نے راجہ کی رائے سے اتفاق ظاہر کیا اور کہا کہ جسطرح بنے آج کل ہی میں اس کا فیصلہ ہو جائے ورنہ پرسوں فاقہ کشی کی تکلیف اٹھا کر مہاراج کے قدموں پر قربان ہو جائینگے۔ جب سب کو رضامند پایا سلطان کے حضور میں آدمی آنے شروع ہوئے۔ ہر ایک راجہ کیطرف سے بھی آ کر کہتا کہ خداوند راجہ نہایت عجز سے عرض پرداز ہے کہ جو کچھ یہ واقعہ پیش آیا اس سے وہ بالکل بری ہے اس میں کسی قسم کی سازش نہیں۔ لڑکا جوانی کے غرور میں آکر عین جہالت سے یہ حرکت نازیبا کر بیٹھا۔ مجھے مورد عتاب نہ ٹھہرایا جائے۔ باقی رہا اسکا معاملہ وہ اپنی بدکرداری کی سزا قبلہ عالم کے اسیری میں بھگت رہا ہے،، آپکا لڑکا ہے جو مرضی مبارک میں آئے اسکی سزا تجویز فرمائی جاوے میں ہر طرح حاضر ہوں جو حکم ہو بجا لاؤں ؏

سلطان کو بھی معلوم تھا۔ کہ یہ جو اس طرح بے چین ہیں سامان رسد کی کمی کا باعث ہے الغرض جب عجز وانکسار کی کچھ حد ہی نہ رہی تو بادشاہ نے صلح منظور فرمائی۔ راجہ نے چھ سو من سونا۔ ساٹھ من موتی۔ دو من یاقوت الماس و زمرد یعنے جواہرات ایک ہزار من چاندی۔ چار ہزار بیش بہا تھان۔ جسمیں زیادہ تر کمخواب اور زربفت کے تھے۔ سینکڑوں ہاتھی اور ہزاروں خاصہ گھوڑے نذر گزرانے اور سالیانہ خراج کا وعدہ کیا کہ ہمیشہ وقت پر پہنچتا رہے گا ؏

فرشتہ نے جس موقع پر اس واقعہ ذکر کیا ہے وہاں مؤلف طبقات ناصری کا حوالہ دیا ہے اور اسکو سلطان جلال الدین کے معاصرین میں بتاتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اتنے بڑے مورخ نے ایسی فاش غلطی کیونکر کھائی قاضی منہاج الدین سراج جرجانی صاحب طبقات ناصری سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں ہندوستان میں آئے اور جیسا کہ تاریخ کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ صاحب طبقہ

نے یہ کتاب سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش کے نام پر جو اپنے بھتیجے سلطان علاو الدین مسعود بن فیروز شاہ کے بعد تخت پر بیٹھا لکھی اور سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد کے خانی تک کا حال اس میں درج ہے - نہ اس میں سلطان بلبن کے عہد حکومت کا حال اور نہ اسکے پوتے سلطان معز الدین کیقباد کے زمانہ سلطنت کے واقعات ہیں پھر سلطان جلال الدین فیروز کے آخری عمر کا حال کہاں سے آگیا اصل تو یہ ہے کہ بڑے آدمی کا نہ کوئی قلم پکڑ سکتا ہے اور نہ زبان روک سکتا ہے کوئی معمولی آدمی اگر سچ بھی لکھے تو ہر طرف سے جا اور بیجا اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے اس موقعہ پر ایک لطیفہ یاد آیا جو خالی از لطف و دلچسپی نہیں درج ہذا ہو

لطیفہ حضرت مرزا نوشہ المتخلص بہ غالب نے نظیری نیشاپوری کی اس غزل پر جسکا مطلع یہ ہے ؎

نظر بظاہر صیاد در خفا خفت است ؎
اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفت است ؎

غزل لکھی اور مشاعرہ میں پڑھی مرزا غالب کی غزل کا مطلع یہ ہے

بوادے کہ دراں خضر را عصا خفت است
بسینہ مے سپرم رہ اگرچہ پا خفت است ؎

مولینا مفتی محمد صدر الدین خانصاحب صدر الصدور نے اعتراض کیا اور فرمایا - مرزا اس میں کلام ہے مرزا نے فوراً شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی علیہ الرحمتہ کا یہ مصرعہ پڑھا ہو لے بر حملہ اول عصائے پیر بخفت ، اور کہا کہ اس شیرازی کا کسنے عصا نہ پکڑا میں ہندی نژاد ہوں میرا ہر کوئی پکڑنے کو تیار ہو جاتا ہے حالانکہ مرزا اس معاملہ میں سراسر غلطی پر تھے - مگر جہاں اور شوخیاں تھیں وہاں ایک یہ بھی سہی باقی رہا - یہ کہ نظیری کے جواب

میں ان کی غزل کیا پایہ رکھتی ہے اول تو اسکی یہاں بحث نہیں دوسرے ناقدان سخن خود پرکھ سکتے ہیں کہ ایک دوسرے سے کیا نسبت ہے ⁂

الغرض پچیس دن کے محاصرہ کے بعد مظفر و منصور سلطان علاؤالدین بیشمار زر و مال جواہرات اور ہاتھی گھوڑے لیکر کڑہ کیطرف چلا جس وقت یہ کڑہ سے چلا تھا۔ چندیری تک تو سلطان جلال الدین فیروز خلجی کو برابر خبر پہنچتی رہی۔ مگر اسکے بعد کسی کو نہ معلوم ہوا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے " شیخ علاء الملک کڑہ کا نائب مقرر کرکے آیا تھا وہ برابر درگاہ سلطانی میں عرائض بھیجتا رہا کہ ملک علاؤالدین ولایت چندیری کی تاخت و تاراج میں مشغول ہے اور آج کل خود بادشاہ کی حضور میں اسکی عرضداشت پہنچی چاہتی ہے سلطان جلال الدین فیروز اس دشمنی سے جو بھتیجے اسکی بیگم اور ملکہ جہاں میں تھی آگاہ نہ تھا۔ علاوہ ازیں علاؤالدین کی محبت نے اسے اندھا بنا دیا تھا۔ اسے کوئی بات بھی اس میں بری نظر نہیں آتی۔ علاء الملک کی عرضداشتوں پہ اُسے ذرا بدگمانی نہ ہوئی۔ اور یہی خیال کرتا رہا کہ چند دن جاتے ہیں کہ بھتیجا داماد مال غنیمت لاکر اسکے حضور میں پیش کریگا اسی اثناء میں سلطان جلال الدین فیروز خلجی شکار کے لئے گوالیار کی طرف گیا۔ چند روز سیر و شکار میں مصروف رہا۔ شروع ۶۹۵ ہجری ہوتی مطابق سنہ ۲ جلوس جلالی اسے جگہ اس نے ایک نہایت بلند عمارت بطور ایوان کے تعمیر کرائی خود دست مبارک سے اسکا سنگ بنیاد رکھا۔ اور گنبد کے دروازہ پہ یہ رباعی جو کہ طبع زاد اقدس ہے پتھر پر کندہ کراکے نصب کرادی ⁂

رباعی

ما را کہ قدم بر سر گردون سائد ۔۔۔ از تودہ سنگ و گل چہ قدر افزاید

ایں سنگ شکستہ را از آنم ز دست ۔۔۔ باشد کہ شکستۂ دردا سائد

اس اثنا میں کہ بادشاہ نواح گوالیار میں رونق افروز تھا۔ خبر پہنچی کہ مہم چندیری کا صرف ایک بہانہ ہی تھا ملک علاؤ الدین دیوگیر پہنچا اور اسکو فتح کر کے دولت بے اندازہ کے ساتھ واپس آرہا ہے لیکن استاد پر حاضر ہونے کا ارادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ رخ کڑہ کی طرف ہے۔ اس خبر سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور اپنی صاف باطنی سے سمجھا کہ جو کچھ وہ لا رہا ہے میرے لئے لا رہا ہے۔ اسکی فتح اور آنے کی خوشی میں جلسہ عیش و طرب منعقد ہوا خوب شراب کے دور چلے۔ لیکن چند روز کے بعد تحقیق ذرائع سے معلوم ہوا کہ سلطان علاؤ الدین بغاوت پر تلا ہوا ہے اسکا پختہ ارادہ ہے کہ اس بے اندازہ دولت کو کسی کی ہوا بھی نہ لگنے دے اور مال غنیمت میں سے اپنے چچا کو ایک حبہ بھی نہ دے۔ اب تو سلطان جلال الدین فیروز خلجی کی آنکھیں کھلیں۔ خلوت میں چند محرمان اسرار کو مشورت کیلئے طلب کیا ملک احمد چپ اور ملک فخر الدین کوچی سے مخاطب ہو کر بادشاہ نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک میرا اسی جگہ قیام کرنا بہتر ہے یا علاؤ الدین کے لشکر کی طرف روانہ ہونا انسب ہے یا واپس دار الامارت کو چلے چلنا مناسب ہے۔ ملک احمد چپ نے جو رائے زنی میں نادر روزگار تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی اور بولے حضور شاہ میں عرض کیا۔ کہ دولت بے اندازہ کا خاصہ یہ ہے جس کسی کے ہاتھ لگتی ہے اسے مغرور بنا دیتی ہے اور اسکا نشہ تمام نشوں پر غالب آتا ہے ادنے سی بات تو یہ ہے کہ جسکے پاس یہ ضرورت سے ذرا بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ہزار ہا فتنہ اسکے دماغ میں پیدا ہو جاتے ہیں اور اسکے نشہ سے وہ ایسا بدمست ہو جاتا ہے کہ سر و پاؤں کا ہوش نہیں رہتا۔ شاہان قدیم کا قول ہے کہ فتنہ و مال ازیک فتنہ یعنی یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں تو ممکن نہیں کہ علاؤ الدین کے سر میں جس نے اول تو بلا اجازت ملک مرشد کو اختیار کیا۔ دوسرے جب اس قدر مال و دولت پر قابض

فتنہ وفساد نے جگہ نہ پکڑی ہو - علاوہ ازیں ملک چھجو کے ساتھ کے باقی سردار
جنکو حضور نے آزاد فرما دیا تھا - اسکے پاس کڑھ میں جاکر جمع ہو گئے اور یہ
جو کچھ کیا ہوا ہے - انہیں نمکحراموں کا کیا ہوا - کہ آج علاوالدین نے اس جرأت
سے کام لیا میرے نزدیک رائے صائب یہ ہے کہ یہاں سے ابھی کوچ
کر دینا چاہیئے - اور چندیری پہنچکر جو علاوالدین کے راستہ میں ہے اسکی
راہ بند کر دینی چاہیئے جب سنیگا کہ بادشاہ کا لشکر آپہنچا تو ضرور ہی
خواہ رضامندی سے یا مجبوری سے جو کچھ وہ لا رہا ہے بادشاہ کے حضور
میں پیش کریگا - اور اگر کچھ چون وچرا کرے تو میدان جنگ ہے اور ہم
دس میں اسی کسیطرح کامیابی نہ ہوگی - کیونکہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے
کہ اسکے ساتھ بہت قلیل لشکر ہے دوسرے لشکری دور و دراز کے سفر
سے شکستہ حال ہیں تیسرے مال و اسباب انکے ساتھ اس قدر ہے کہ اپنا
سنبھلنا انہیں مشکل ہو رہا ہے علاوہ ازیں سب لشکریوں پر اپنے وطن
اور زن و فرزند کا شوق اس درجہ غالب ہے - وہ ہرگز لڑنا گوارا نہ کرینگے
بدیں صورت ہر حالت میں ہم فتح یاب ہونگے - اگر ان باتوں کا خیال ترک
بھی کر دیا جائے تو جو زبردست ہوگا وہ تمام مال غنیمت کا مالک ہے ٭
بغیر فتنہ وفساد کے اگر مدعا دلی بر آئے تو بادشاہ کو یہ چاہیئے نقد جواہر
موتی ہاتھی جو فتنہ انگیز چیزیں ہیں اس سے لے لی جائیں - باقی اسکے
پاس رہنے دیجائیں اور کوئی جاگیر حسن خدمات کے صلہ میں مرحمت فرمائی
جائے - بادشاہ اسے یا اپنے ساتھ دلی لے جائے - یا وہیں سے کڑھ کو رخصت
فرمائے لیکن یہ ضرور کرے کہ وہ فتنہ پردازوں کی جماعت جو سیدی مولے کے
واقعہ کے بعد اس کے پاس جمع ہوئی ہے اسکے اجتماع کو توڑ دے ان میں سے
ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ اطراف ممالک محروسہ میں بھیجدے - بادشاہ اس واقعہ
کو اگر حقیر جانیگا اور اسکی فرزندی اور دامادی پہ اعتماد کرکے میری رائے کا کچھ

خیال نہ کرے اور شاہان ماضی کے اقوال کو کسی شمار میں نہ لائے تو اسکے یہ
معنی ہیں کہ بادشاہ خود زوال دولت کے درپے ہے اور اپنے خاندان کی تباہی
پر آمادہ ہے۔ بندہ درگاہ پھر عرض کرتا ہے کہ ایسے موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے
دیا جائے۔ ورنہ صرف یہی نہ ہوگا کہ مال غنیمت پر قبضہ نہ پاسکیں بلکہ ایک
بہت بڑی تباہی کے آثار چند روز میں پیدا ہو جائینگے جن کا اس وقت کچھ
علاج نہ ہوگا ؛

بادشاہ کو احمد چپ کی باتیں نہایت گراں گزریں۔ اور فرمایا۔ کہ میرے
بچے کو میرے سامنے شیر کر کے دکھاتا ہے بھلا میں نے علاؤالدین کے ساتھ
ایسی کیا برائی کی ہے کہ وہ خواہ مخواہ مجھسے باغی ہو جائیگا اور مال غنیمت میرے
پاس نہ لائیگا۔ پھر اس نے ملک فخرالدین کوچی کمال الدین ابوالمعانی اور مولینا
نصیرالدین کہرامی سے کہا کہ تم نے ملک احمد چپ کی رائے سنی تمہارے
نزدیک کیا مصلحت ہے ؛

حالانکہ ملک فخرالدین کوچی جانتا تھا کہ ملک احمد چپ کی رائے عین صواب
ہے۔ اور وہ بادشاہ کو پسند نہیں آئی بداہنت سے کام لیا۔ اور اس
دل پر عمل کیا۔ اگر شہ روز گوید شب است ایں بباید گفت اینک ماہ و پروین۔ بادشاہ
سے عرض کیا۔ کہ مثل مشہور ہے۔ پیش از آب دیدن موزہ نتواں کشید۔ ابھی
خبر کچھ تحقیق نہیں ہے۔ نہ اسکے لشکر سے کوئی خاص عرضداشت بادشاہ
کی خدمت میں آئی۔ کہ جس پر اعتماد کلی کیا جائے لشکر کے پہنچنے تک تمام باتیں
عیاں ہو جائینگی۔ اس وقت اگر ہم راہ بندی کریں اور اپنے لشکر کو اسکی طرف
نقل و حرکت میں لائیں۔ تو اسکے تمام لشکری بادشاہ کی آمد کا غلغلہ سنکر
ڈر جائینگے مقابلہ کی مجال ہی کیا۔ مگر سب راہ گریز اختیار کرینگے۔ اور منتشر
ہو جائینگے ان کے علیحدہ ہونے میں تمام مال غارت ہو جائیگا۔ اگر مغربین
تعاقب کیا گیا۔ تو بڑی مشکل پیش آئیگی۔ دوسرے برسات سر پر کھڑی ہے ؛

ندی نالوں سے تمام راستے مسدود ہو جائینگے۔ ظاہرا اس طرح کچھہ فائدہ نظر نہیں آتا۔

حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جبتک کسی قوم سے آثار تمرد ظاہر نہ ہوں ہرگز ہرگز اسکے درپے آزار نہ ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں رمضان المبارک کا مہینہ آپہنچا۔ اور دلی میں خربوزوں کی فصل عین شباب پر ہے میں تو کچھہ اسی میں مصلحت دیکھتا ہوں کہ بادشاہ دلی ہی کیطرف مراجعت فرمائے اور ماہ رمضان دارالملک میں گزارے۔ علاوالدین کڑھہ میں پہنچکر ضرور عرضداشت روانہ کریگا اسکے ملاحظہ کے بعد مناسب کارروائی عمل میں لانی چاہئے۔ اگر ہم اسے آمادہ مخالفت دیکھینگے۔ تو لشکر سلطانی ایک حملہ میں اسے تہ و بالا کر دیگا۔ اور یہ بندگان درگاہ دست بستہ علاوالدین کو آستانہ پر لا کر حاضر کرینگے

احمد چپ نے ملک فخرالدین کوچی سے کہا کہ دم لبوں پر ہے اور جام لب ریز۔ اس وقت دیدہ و دانستہ حق کو کیوں چھپاتا ہے اور مداہنت کس لئے کرتا ہے۔ اور علاوالدین صحیح و سلامت کڑھہ میں پہنچ گیا۔ اور تین چار مہینے برسات میں اطمینان کے ساتھہ آراستگی میں مشغول رہا اور لشکر جرار مہیا کر کے مال و دولت ہاتھی گھوڑوں کے ساتھہ ولائت لکھنوتی کیطرف چلا گیا۔ اس وقت اسکا تعاقب تو کریگا یا میں ہو

سلطان نے یہ سنکر ملک احمد چپ سے فرمایا کہ تو علاوالدین سے بہت ہی بدگمان ہے۔ اسکی کوئی بات تیری بدظنی سے نہیں بچی۔ تو یہ تو خیال کر کہ میں نے اپنی گود میں کس زمانہ سے اُسے پالا ہے اور اسکی گردن پر میرے کس قدر احسان ہیں۔ میرے بیٹے خواہ مجھسے برگشتہ ہو جائیں۔ مگر وہ اپنی گردن بار احسان سے نہیں اوٹھا سکتا۔

ملک احمد چپ نے پھر ایک لمبی اور چوڑی تقریر کی۔ اور آخر کہا کہ قبلہ عالم دلی کی طرف کیا مراجعت فرماتے ہیں۔ ہم کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کرتے ہیں۔

اتنا کہا اور مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا غصہ سے ہاتھ پر ہاتھ مارتا - اور کف افسوس ملتا - اور بار بار یہ شعر پڑھتا تھا - شعر

چہ تیرہ شود مرد را روزگار ۔ ہمہ آن کند کش نیاید بکار

ملک فخرالدین کوچی کی رائے پر عملدرآمد کیا گیا - بادشاہ کو دلی آئے کچھ عرصہ گذرا تھا - کہ کڑھ سے علاؤالدین کی عرض داشت درگاہ سلطانی میں پہنچی مسطور تھا - کہ قبلہ عالم کے اقبال سے میں نے دیوگیر پر فتح پائی اور بے انتہا مال غنیمت ہاتھ آیا - میں آستانہ بوسی کیلئے مع بے اندازہ زر و مال اور ہاتھی گھوڑوں کے حاضر ہوتا لیکن چونکہ بے اجازت سلطانی یہ کام کیا اور ایک عرصہ تک عرضداشت خدمت عالی میں روانہ نہ کرسکا ضرور ہی میرے دشمنوں نے اس حرکت نازیبا پر غیبت میں بادشاہ سے بہت کچھ کہا ہوگا - میں قہر سلطانی سے ڈرا - اور آستانہ بوسی کی جرأت نہ کرسکا - اور اسی وجہ میرے آدمی بھی بیحد خائف ہیں اگر بادشاہی قلم سے ہماری جان بخشی کی بابت تحریر فرمائے تو میں تمام زر و جواہر اور معہ اپنے جانبازوں کے درگاہ میں حاضر ہوکر شرف آستان بوسی بجالاؤں - اِدہر تو یہ چال چلی - اُدہر سلطان علاؤالدین نے الفخان کو جو اس وقت ملک ہزبرالدین کے نام سے مشہور تھا - اودھ کی طرف روانہ کیا - اور حکم دیا - کہ وہاں جاکر کشتیوں کا انتظام کرے تاکہ جس وقت بادشاہ کڑھ کیطرف روانہ ہو - ہم اودھ کی راہ سے کشتیوں میں بیٹھ کر ولایت لکھنوتی میں اتر جائیں - وہاں اپنی ایک نئی سلطنت قائم کریں - اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کریں - کیونکہ اتنی دور دراز فی الحال دربار دہلی سے ہماری طرف کوئی رخ نہ کریگا - ایک دو سال کے بعد اپنے ملک کو اسقدر مستحکم بنا لینگے کہ کوئی اس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ ہی نہ سکیگا ؎

تمام امرائے دربار دلی جانتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونیوالا ہے جنکو اس امر کا یقین کامل تھا - کہ ملک علاؤالدین نہ خود بادشاہ کے حضور

ن ... ہی

حاضر ہوگا۔ نہ مال غنیمت آستانہ پر پہنچیگا۔ بلکہ چند دن گزرتے ہی کر
رتی میں جاکر علم بغاوت بلند کریگا۔ حالانکہ یہ سب کچھ جانتے تھے لیکن
ن سے پوست کندہ نہ کہہ سکتے تھے۔ اور اگر کسی نے ہمت کرکے کوئی بات
رمیں عرض بھی کی تو ملک احمد حبیب کیطرح جھڑکیاں کھائیں اور لعنت
ت کے بعد بادشاہ کہتا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ میرے بچہ کو خاص میرے
ے گزند پہنچے۔

بادشاہ نے ملک علاؤالدین کا جواب خاص اپنی قلم سے لکھا اسکے ایک
حرف سے محبت پدری ٹپکتی تھی اور ہر طرح سے اسے اطمینان دلایا
اپنے دو بڑے محرم راز سرداروں کے ہاتھ علاؤالدین کے پاس بھیجا
کڑہ پہنچے تو وہاں نقشہ ہی اور رچا ہوا نظر آیا علاؤالدین اپنے ولی
ن سے برگشتہ ہے اور اسکا تمام لشکر سلطان جلال الدین فیروزشاہ
ے برسرِ پرخاش ہے انہوں نے چاہا کہ جس طرح بادشاہ کو اطلاع
۔ مگر اس کا موقعہ ہی نہ ملا کیونکہ یہ جسوقت وہاں پہنچے ہی تھے اسیوقت علاؤ
ن کے سپاہی انہیں حراست میں لے لیا گیا۔

اس سے پہلے کہ یہ سلطانی قاصد کڑہ میں پہنچیں علاؤالدین نے اپنے
ئی الماس بیگ کو جو سلطان کا داماد بھی تھا اس مضمون کا خط لکھا۔
میں سلطانی غضب سے نہایت ہراساں ہوں۔ تم مجھے اس امر کی اطلاع
ر بادشاہ جنکے حق مجھپر اس قدر ہیں۔ کہ تحریر اور تقریر میں نہیں آسکتے
ں ... خطا کی سزا دینا چاہتے ہیں تو اس زہر ہلاہل سے جو
قت میں اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ کھاکر اپنا کام تمام کردوں کیونکہ میں
منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہا۔ یا دریا میں ڈوب کر مرجاؤں۔ اور اگر
ی نہ ہوسکا تو اتنا ضرور کرونگا۔ کہ جسطرف کو جی میں آئیگا۔ تم لوگوں سے
ہا کوسوں کے فاصلہ پر چلا جاؤنگا تاکہ مجھ نافرمان کی خیر و خبر بھی تم تک

نہ پہنچ سکے۔

اسی خط کے ساتھ ایک پرچہ اپنے بھائی کے نام اور بھیجا۔ اس میں لکھا تھا کہ میرا یہ خط سلطان کو دکھا دیا جائے اور جس طرح ہو میرے ارادوں کا اسے یقین دلایا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

الماس بیگ نے اپنے بھائی کا خط سلطان کے حضور میں پیش کیا اور اپنی طرف سے ایک ایک کی سو سو لگائیں۔ حتیٰ کہ اسکو اپنے بھتیجے کی خودکشی کا یقین ہو گیا۔ بہت گھبرایا اور اس سے کہا کہ تو ابھی کشتی میں بیٹھکر کڑہ کیطرف روانہ ہو جا خدانخواستہ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے پہنچتے پہنچتے اپنی جان سے گزر جائے میں بھی جریدہ تیرے پیچھے ہی آتا ہوں۔

الماس بیگ اپنے بھائی کے پاس ساتویں روز پہنچ گیا تو بھائی نے بخیریت بھائی کے پہنچنے پر بڑے جلسہ کئے اور کہا کہ اب کچھ فکر نہیں ہے۔ پہلی تجویز کے مطابق اودھ کا ارادہ کیا تاکہ وہاں سے کشتیوں میں بیٹھکر لکھنوتی کیطرف چلے جائیں لیکن اسکے امرائے نے مصلحت وقت کے خلاف سمجھا اور کہا کہ پہلے اس برسات میں سلطان کا فیصلہ کر لیا جائے۔ بعد ازاں حسب صلاح وقت جیسا مناسب ہوگا کیا جائیگا۔

شہادت سلطان جلال الدین فیروز خلجی

سلطان جلال الدین فیروز خلجی پہلی یا دوسری تاریخ رمضان المبارک ۶۹۵ھ ہجری نبوی کو چند امرائے خاص اور ایک ہزار لشکر جرار کے ساتھ کیلوکھڑی سے کشتیوں میں سوار ہو کر کڑہ کیطرف بسرعت تمام روانہ ہوا۔ اور ملک احمد چپ کو حکم دیا۔ کہ وہ خشکی کے رستہ منزل بمنزل کڑہ میں پہنچ جائے علاؤالدین کو اپنے بھائی کے پہنچنے پر یقین ہو گیا تھا کہ بادشاہ بھی دو چار روز میں پہنچا ہی چاہتا ہے۔ کڑہ سے چلکر

دریا کے دوسرے کنارہ پر مانکپور میں لشکرگاہ مقرر کی۔ ساتویں تاریخ ماہ رمضان المبارک سنہ جلوس جلالی سہ پہر کے وقت چتر شاہی نظر آنے لگا۔ اُدہر علاؤالدین نے اپنے بھائی الماس بیگ کو زورق میں بٹھا سلطان جلال الدین فیروز کی طرف روانہ کیا۔ اور اس سے کہا جسطرح ہو سلطان کے ساتھ جو ایک ہزار کے قریب سوار نظر آتے ہیں ان کو اسی جگہ روک دیا جائے۔ اور کشتیاں ایک قدم آگے نہ بڑہنے پائیں و چند مصاحبوں کے علاوہ اور کوئی اسکے ساتھ نہ ہے یہ نمکحرام جسوقت بجرہ سلطانی کے پاس پہنچا شرائط قدمبوسی بجالایا۔ بادشاہ نے علاؤالدین کی خیریت دریافت کی عرض کیا قبلہ عالم خیر ہوگئی کہ حضور نے بندہ درگاہ کو دلی سے اسیوقت روانہ فرمادیا۔ میں نے اسکی بہت تشفی اور تسلی حضور اور کیطرف سے کی۔ مگر خوف وہراس نے اسکے دل پر اس قدر غلبہ پالیا ہے کہ کسیطرح کم ہی نہیں ہوتا۔ اب جو ان سواروں کو ہمرکاب دیکھا ہوش وحواس باختہ ہوگئے میں اسی اطمینان دلاکر خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ بہتر ہو کہ ان سواروں کو یہیں قیام کرنے کا حکم دیدیا جائے مبادا ایسا نہ ہو کہ ان کو ہمرکاب دیکھکر اسکا خیال خام یقین سے مبدل ہو جائے۔ اور اس سے پہلے کہ بادشاہ کنارہ پر قدم رنجہ فرمائے۔ قہر سلطانی سے ڈر کر خودکشی کرنے پر مجبور ہوا۔"

بادشاہ نے بغیر کسی بات کے سوچ سمجھے۔ حکم دیا کہ تمام لشکر اسی جگہ ٹھہر جائیں اور کنارہ پر لنگر انداز ہو چند ملازم درگاہ اور مصاحبان خاص کی صرف دو کشتیاں بادشاہ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوئیں۔ مگر اس نمکحرام نے سلطان سے عرض کیا۔ کہ حضور ان کے ہتھیار کمر سے کھلوا دئے جائیں موت سرپر کھڑی تھی جو کچھ یہ مکار کہتا جاتا تھا بادشاہ کرتا جاتا تھا اور اصل یہ ہے ع اجل رسیدہ ندانند بلا کجا خفت است و

جیسطرح لشکر کو آگے بڑھنے سے منع فرمایا گیا تھا اسیطرح اسکا حکم بھی صادر ہوگیا۔ بیچارے بیچارگی ملازمان درگاہ کی یہ مجال کہاں تھی کہ تعمیل حکم نہ کی جاتی۔ مگر ہتھیار کمر سے کھولتے جاتے اور ایک دوسرے کا حسرت بھری نگاہ سے منہ تکتے جاتے تھے۔ گو زبان سے ایک حرف نہ نکلتا تھا۔ مگر زبان حال سے گویا تھے کہ موت برحق ہے ایک دن مرنا ہے اور وہ دن آ پہنچا شیران میدان اپنے آقا کی بدولت آج کتے کی موت مرتے ہیں ہمارا جو حشر ہوگا وہ ابھی سے معلوم ہے لیکن دو دو ہاتھ ہو جاتے تو کسی قسم کی حسرت مرتے وقت اپنے ساتھ نہ لے جاتے۔

اول وقت عصر کا آگیا۔ اور لشکر علائی کنارہ پر صاف نظر آنے لگا تمام لشکر آراستہ اور پیراستہ تھا۔ گویا لڑائی کے لئے آمادہ کھڑا ہے مصاحب خاص سے نہ رہا گیا۔ آخر منہ میں زبان رکھتے تھے ملک خورم وکیلدار نے الماس بیگ سے طنزاً سوال کیا

کیوں جی ہمارے تو ہتیار رکھلوا دئے ہتے کہ نیم تلواری اور پیش قبض تک بھی جن کو ہم اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں اور ان کو جبر دن سے ہوش سنبھالا کسی وقت بھی علیحدہ نہیں کیا تھا۔ آج مجبوراً بحکم خداوند عالم ہم نے اپنی کمر سے جدا کئے اور ذرا دہ سامنے کیطرف دیکھئے کہ تمام لشکر لوہے میں غرق ہے فرمائیے کہ اسکے کیا معنے ہیں اب تو بادشاہ کے بھی کان کھڑے ہوتے لیکن یہ زمانہ کا چلتا پرزہ تھا۔ فوراً بات بنائی کہ میرا بھائی سلطان کو اپنے لشکر کا ملاحظہ کرایا چاہتا ہے بدیں وجہ خاص اس لباس میں آج فوج کو تیار کیا ہے جو انکا مہم دیوگیر اور محاصرہ دیوگیر کے وقت تھا۔ اب جب قہر کے کنارے پہنچ گئے تو بادشاہ کو بھی کچھ خیال آنے لگا۔ اور الماس بیگ سے فرمایا کہ میں روزہ دار دلی سے چل کر سینکڑوں کوس یہاں آیا۔ اور کیا علاؤ الدین میری پیشوائی کیلئے

کشتی میں بیٹھکر ذرا سی دور بھی نہیں آسکتا اس نمکحرام مکار زمانہ نے فوراً جواب دیا کہ وہ جسوقت تک حضور میں تمام مال غنیمت اور ہاتھی گھوڑے پیش کرکے جواہرات آپ پر صدقہ نہ کرلے۔ ہرگز ہرگز اپنا منہ قبلہ عالم کو نہ دکھائیگا اس نے خداوند عالم کی روزہ کشائی کا بھی انتظام کیا ہے تاکہ حضور کے روزہ افطار فرمانے سے اُس ذرہ خاک کی ہم چشموں میں قدرافزائی ہو۔

الغرض اسی قسم کی باتیں بناتا رہا۔ بادشاہ جو کہ ظہر کے نماز کے بعد سے قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ پھر تلاوت میں مشغول ہوگیا۔ مقربان ملازمان درگاہ نے بھی جنکو اپنی موت کا کامل یقین ہوگیا تھا سورہ یٰسین پڑھنی شروع کردی۔

کشتی کنارہ سے جالگی سلطان جلال الدین کشتی سے اترا علاؤالدین ... معہ اپنے سرداروں کے آگے بڑھا۔ شرائط خاکبوسی ادا کیں اور بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا۔ سلطان نے اوٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا بہت دیر تک پیشانی اور آنکھیں چومتا رہا بعدازاں اسکی داڑھی پکڑ کر پیار سے ایک طمانچہ مارا اور کہا کہ اے علی ابھی تک تیرے پیشاب کی بو میرے کپڑوں سے نہیں گئی ہے۔ میں نے خیرخوارگی سے آج تک کہ ماشاء اللہ پورا آدمی معلوم ہوتا ہے کس طرح پالا ہے اور اس پر تیری یہ حالت کہ تو مجھ سے ڈرتا ہے۔ خدا جانے تیرے دل میں کیا سمایا۔ کہ جس سے تو یہ سمجھنے لگا ہے۔ کہ میں تجھے مروا ڈالونگا۔ جان پدر میں تجھکو اپنے بیٹوں سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ اور اس محبت میں میری کوئی غرض پوشیدہ نہیں بصورت دیگر یہ بیگانے جو تیرے اس زر و مال کو دیکھکر جمع ہوگئے اور تیری ہواخواہی کا دم بھرتے ہیں۔ اگر زمانہ ذرا بھی تجھ سے برگشتہ ہو تو یہ دیکھتے ہی دیکھتے سب تجھ سے پھر جائیں اور ایک بھی تیرا ساتھ نہ دے۔

اور تجھے مجھ ضعیف روزہ دار پر رحم نہیں آیا۔ جو مجھے اسقدر تکلیف

ہی وقت افطار قریب ہے آمیرے ساتھ حجرے میں چل" یہ کہہ کر اور بادشاہ نے علاؤالدین کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ سازش تو پہلے ہی سب ہو چکی تھی۔ اس نے اشارہ کیا۔ اور محمود ابن سالم نے بادشاہ پر تلوار کا وار کیا۔ مگر ہاتھ پورا نہ پڑا۔ اور سلطان جلال الدین فیروز کا ایک ہاتھ کٹ کر الگ جا پڑا دوسرا اور وار کیا یہ بھی اچھا تو لگا بادشاہ کشتی کیطرف بھاگا۔ اور جو آخری لفظ اسکی زبان سے نکلے یہ تھے۔ "اے علاؤ بدبخت چہ کردی"

اختیارالدین ہود جا پہنچا۔ اور بھاگتے ہوئے بادشاہ کا دامن پکڑ کر اسطرح جھٹکا دیا۔ کہ ضعیف روزہ دار زخمی سلطان زمین پر آپڑا اس سنگ دل نے آن واحد میں سر تن سے جدا کر دیا اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خداوند عزوجل کی بھی عجیب بے نیاز شان ہے چشم زدن میں کچھ سے کچھ کر دیتا ہے وہی ہندوستان کا بادشاہ جسکے آگے بڑے بڑے مغرور ونکے سر جھکتے تھے آج اسکا تن بے سر خاک و خون میں آلودہ زمین پر پڑا ہے اور نعش سے ابھی خون تھما نہیں۔ کہ چتر شاہی جو اسکے سر پر آٹھ برس سے زیادہ سایہ فگن رہا تھا وہی اب اپنے محسن کش بھتیجے کے چہرہ پر آفتاب کی آخری زرد کرنیں نہیں پڑنے دیتا

سلطان شہید کا سر نیزہ پر رکھکر مثل دشمنان ہر باغی کے سر کے تمام لشکر میں پھرایا گیا۔ اور اسکے دوسرے روز علاؤالدین کے آدمی مانکپور اور کڑہ کے گلی کوچوں میں اسی طرح نیزہ پر لئے تمام دن گشت لگاتے رہے۔ بعد ازاں اودھ کو بھیجدیا گیا۔ کہ وہاں بھی اسیطرح ہر قصبہ اور گاؤں میں تشہیر کیا جائے۔ جیساکہ کرتے ہیں کیا گیا مرتے مر گیا لیکن شاہانہ شان و شوکت اس پر بھی نہ گئی صرف ایک

اہی کا سر نہ تھا۔ بلکہ ملک خورم نائب وکیلدار اور بڑے بڑے امرا جو
سفر میں ساتھ تھے تشہیر میں بھی انکے سر دلنے ساتھ دیا۔ وہ ایک ہزار
ار جو دریا میں چھوڑ دئے گئے تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ بادشاہ پر یہ
اگزرا آپس میں باہم مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے بعض کی یہ
ئے تھی کہ چلو ہم بھی بادشاہ کے پہلو بہ پہلو خاک پر سو جائیں۔ ملکہ جہان کو
منہ جاکر دکھائیں لیکن جو عقلمند تھے وہ بولے کہ یہ فعل اب بے سود ہے
ائے اسکے کوئی چارہ نہیں۔ ملکہ جہان کو جاکر اس حادثہ جانکاہ کا حال
نائیں اور اگر خدا توفیق مرحمت فرمائے تو ولی نعمت زادوں کے ساتھ
ر نمکحراموں سے اپنے آقا کے خون کا بدلہ لیں المختصر سب اس پر
ق ہوئے۔ اور رات ہی کو وہاں سے روانہ ہوئے

لطان علاالدین خلجی کا دار السلطنت دہلی کیطرف روانہ ہونا

ہ پائے تخت دلی میں جلال الدین فیروز خلجی کی شہادت کی خبر پہنچی ملکہ
ن نے اپنے چھوٹے بیٹے قدر خاں کو رکن الدین ابراہیم کے لقب سے تخت
لطنت پر بٹھایا۔ ناتجربہ کار نوجوان شہزادہ سلطنت کے کاروبار کے
ہ اٹھانے کے بالکل ناقابل تھا ایک اسکی ناتجربہ کاری دوسرے امیران
بار کی نمکحرامی نے علاوالدین کو جرأت دلائی کہ ابھی دلی کی طرف روانہ ہو
ئے لیکن بسبب کثرت باران توقف کا ارادہ کیا۔ اور نیز سلطان جلال الدین
ید کے بیٹے ارکلیخاں سے جو اپنے زمانہ کا رستم تھا۔ کھٹکتا تھا۔ کہ کہیں
دلی آکر تخت نشین نہ ہو جائے۔ مگر یہ معلوم ہوتے ہی کہ وہ دلی نہیں
اور نہ آنے کا ارادہ ہے اسی موسم میں گڑھ سے معہ لشکر جرار و خزائن
قدار روانہ ہوا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ رکن الدین ابراہیم سے انتظام
لطنت نہیں ہوسکتا ہے اور خزانہ میں اس قدر روپیہ بھی نہیں کہ حشم

بادشاہی قائم کرنیکے لئے کفایت کر سکے - ارکلیخاں کی طرف سے اطمینان
ہو ہی چکا تھا پھر دیر کس بات کی ہے ہاں اگر کوئی شئی مانع تھی تو وہ کثرتِ
باران - کیونکہ علاوہ خرابی راہ کے جمنا اور گنگا دونوں اسقدر چڑھے ہوئے
تھے کہ انکا عبور کرنا قریباً نا ممکن تھا لیکن اس نے اسکی مطلق پرواہ نہ کی اور
چل کھڑا ہوا ؂

خزانہ بالکل معمور تھا - اگر اس وقت کسی چیز کی ضرورت تھی وہ تو زیادتی
فوج کی - حالانکہ جسقدر اسکے پاس سپاہ تھی ؂ ابراہیم کے تباہ حال لشکر
کیلئے کافی تھی مگر کچھ بھی ہو - ظاہرا ایک بڑے دشمن سے مقابلہ تھا - دارالخلافت
فتح کرنا اگر لڑائی ہو تو کوئی منہ کا نوالہ نہیں - اس لئے اس نے اپنے امیر
کو حکم دیا - کہ نئی فوج بھرتی کی جائے اور خرچ کا کچھہ نہ خیال کیا جائے -
تنخواہیں معقول مقرر کی گئیں تاکہ لوگ جلد جمع ہو جائیں اور ایسا ہی ہوا کہ بہت
تھوڑے عرصہ میں ایک معقول تعداد نئی فوج کی جمع ہو گئی - ہر منزل پر آس
پاس کے لوگ لشکر گاہ میں تماشا دیکھنے کے لئے آتے تھے ؂

جب بادشاہ نے سراپردہ کے سامنے پہنچتے تو چاندی سونے کے
پھول اور اشرفیاں ان کی طرف منجنیق سے پھینکے جاتے تھے - تاکہ دور دور
پہنچ سکیں اور ہر متنفس لوٹ سکے - امیروں اور لشکریوں کو دو دو انعامات
دئے جاتے تھے - اور اُن کے رتبے بڑھائے جاتے تھے ؂

الغرض یہ سب کچھ اسلئے تھا کہ سلطان جلال الدین خلجی کے قتل
کا جرم لوگوں کے دلوں سے محو ہو جائے اور اسکے دل و جان سے گرویدہ
ہو جائیں - اور ایسا ہی ہوا چھپن ہزار سوار اور ساٹھ ہزار پیدل بداؤن
پہنچتے پہنچتے جمع ہو گیا - بداؤں میں زیادہ عرصہ تک قیام نہیں کیا گیا - بلند شہر
جا ڈیرے خیمے ڈالدئے - یہاں - دربار دلی کے امیر جو سلطان علاؤالدین
سے جا ملنے کے لئے روانہ کئے گئے تھے - سلطان علاؤالدین سے آکر مل گئے ؂

جن پر نوازشات سلطانی کی کوئی انتہا ہی نہ رہی - بڑے نمک حراموں سے جو یہاں آکر ملے ہیں - ملک تاج الدین کوچی ملک امیر علی دیوانہ - ملک عثمان اخور - ملک سرجنہ وغیرہ جن میں سے کسی کو تین من کسی کو چار من کسی کو پانچ من سونا حسب مراتب آتے ہی مرحمت فرمایا گیا - اور جو آدمی انکے ہمراہ دلی سے آئے تھے وہ بھی اس عنایت سے محروم نہ رہے ٭

جب موسم برسات کا ختم ہو گیا - سلطان علاؤالدین جمنا کو عبور کر دلی کیطرف روانہ ہوا ظفر خان بھی جو علی گڈھ کے راستہ آرہا تھا - اپنے بادشاہ کیطرح یلغار کرتا ہوا دارالخلافۃ کی جانب بڑھا - دونوں لشکروں نے دلی کے قریب مقام جودہ میں قیام کیا - رکن الدین ابراہیم بھی مقابلہ کیلئے شہر سے باہر نکلا - ارادہ تھا کہ دوسرے دن صف آرائی ہو گی - لیکن اسی رات کو نصف شب گزرے شور و غل بپا ہوا - معلوم ہوا کہ سب لشکر سلطان علاؤالدین سے جا کر مل گیا - اور چند اشخاص باقی رہ گئے ہیں وہ بھی نمک حرامی پر تلے ہوئے ہیں قسمت کا ہیٹا ابراہیم معاً شہر کا دروازہ کھلوا کر حسب تا عدہ سیدھا اندر آیا چند تھیلیاں اشرفیوں کی لے ملکہ جہان اور اپنے حرم کو اٹھا دوجہ کا گھوڑوں پر سوار کیا - ملک احمد چپ کے ساتھ رات کی تاریکی میں ملتان کیطرف روانہ ہو گیا ٭

آخر ۶۹۵ھ ہجری دوسرے دن علے الصباح جب یہ راز افشا ہوا تعاقب میں سوار دوڑائے گئے لیکن رفتگان کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے اسی دن بڑے تزک و شان سے سلطان علاؤالدین نے شہر میں داخل ہو کر تخت شاہی پر اجلاس فرمایا - تمام باشندگان شہر قدمبوسی کو حاضر ہوئے - خطبہ سلطان علاؤالدین خلجی کے نام کا جامع مسجد میں پڑھا گیا - دلی سے کوشک لال تک پہنچا اور اسے اپنا دارالامارت قرار دیا خواجہ خطیر کو وزارت بخشی اور صدر جہاں صدرالدین عارف کو تمام ملک محروسہ کا قاضی مقرر کیا ٭

ت وغرور میں مدہوش ہو کر داد عیش و نشاط دینے لگا جس قدر رنبوی
نہیں تھا بے دریغ نوکروں کو انعامات میں بانٹنے لگا جس سے یہ بھی مالامال
ناچ و رنگ، شراب کباب میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ نئے نئے عہدے
لے تاکہ ملازمت میں آسانی ہو جائے اور آئے دن جاگیریں عطا ہوتی
ں۔ جنکو پہلے سے ملی ہوئی تھیں۔ انہیں بحال رکھا بلکہ ان پر اور مستزاد
یا تخت نشینی کی خوشی میں تمام لشکر کو جو نیا پرانا ملا کر لاتعداد تھا۔ ایک
سال کی تنخواہ مرحمت ہوئی حضرت انسان بندۂ زر ہے اسکی چکا چوند نے
رعایا کی آنکھوں کو ایسا خیرہ کیا کہ چچا کے قتل کا جرم سب نے دل سے بھلا دیا

فتح ملتان

ظاہرا سلطان علاؤالدین امورات سلطنت سے عیش میں پڑ کر ایک
مہینے غافل رہا لیکن فی الحقیقت وہ پوشیدہ جڑ مضبوط کرنے میں لگا رہا
اسکے لئے سب سے پہلا کام جو اس نے سوچا وہ سلطان جلال الدین
کے بیٹوں کی جڑ بنیاد اکھیڑنا تھا۔ بدیں وجہ الغخاں اور ظفرخاں
معہ دیگر امراء اور لشکر کے جسکی تعداد قریباً چالیس ہزار سوار تھی ملتان کی
کے لئے نامزد کیا تخمیناً دو ماہ شہر کا محاصرہ رہا۔ زمانہ سلطان رکن الدین
ابراہیم سے برگشتہ تھا۔ اور اسکی تقدیر برگشتہ کیطرح کوتوال و باشندگان
شہر بھی اس سے پھر کر امرائے علائی سے جا ملے اور بعضے تمام امراء
سی غرض سے ابھی تک سلطان مرحوم کے وارثوں کا ساتھ دے جاتے
سردار لشکر علائی کے پاس چلے آئے اب شہر میں کیا رہا تھا۔
ہی گنتی کے چند جاں نثار۔ اس لئے شیخ الاسلام شیخ رکن الدین رحمۃ
کی وساطت سے صلح کا عہد و پیمان ہوا۔ اور سلطان جلال الدین کے
بیٹے مع ملوک و امراء شیخ الاسلام موصوف کے ساتھ۔ بادشاہی

لشکر میں چلے آئے یہ ملتان کی فتح ہے۔ غرضکہ علائی نے دارالسلطنت کیطرف کوچ کیا۔ دلی سے جب چند منزل رہے تو حکم پہنچا کہ پسران سلطان مرحوم کو قلعہ ہانسی میں قید کردو۔ ملکہ اور قبابہ کی عورتیں نصرتخاں کی زیر نگرانی دلی میں مقید رہیں۔ اور دوسرے اشخاص کو جن میں سب سے مشہور ملک احمد چپ نائب امیر تھا۔ اندھا کردو۔ زر و مال لونڈی و غلام جو کچھ انکے پاس ہے لے لیا جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ملکہ جہاں۔ اور شاہی خاندان کی دیگر مستورات کو نصرت خان نے دلی میں لاکر خاص اپنے گھر میں قید رکھا قلعہ ہانسی میں شہزادگان سلطان جلال الدین کو قید کیا۔ باقی ماندہ اشخاص کو انکا مال متاع ضبط کر کے اندھا کر دیا۔ سلطان علاؤ الدین بادشاہ تو پہلے ہو چکا تھا اب جو کانٹا تھا۔ وہ بھی نکل گیا۔ کیونکہ کوئی دعویدار تخت باقی نہ رہا جو دراصل حقدار تھے وہ اسی کی قید میں پڑے۔ ایڑیاں رگڑتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد سب نے بلا شرکت اسکو بادشاہ دلی جانکر سر تسلیم اوسکے آگے جھکا دیا۔

رعایا پر تشدد

اسکے جلوس علائی ست ... شروع سنہ جلوس علائی میں نصرتخان کو حسن خدمات کے صلہ میں وزیر بنایا گیا۔ سلطان علاؤ الدین کے بیجا داد و دہش اور مجالس عیش و نشاط میں کسی قسم کی کمی واقع نہوئی رفتہ رفتہ خزانہ خالی ہونے لگا۔ دیوگیری کی کمائی کہاں تک کام آتی۔ ایسے اخراجات کیلئے تو گنج قارون بھی کفایت نہ کرسکتا۔ روپیہ کی ضرورت ہونے لگی کیونکہ سوائے خرچ کے ان زمانہ میں کوئی ایسا ملک فتح نہیں ہوا تھا کہ جہاں سے فاتحوں کے ہاتھ زر و مال زائد ہو۔ اگر اسکی کوئی سبیل ہوسکتی تھی۔ تو وہ صرف رعایا سے وصولی ذریعہ تھی۔ وہ انکے وصول کرنے میں جائز وسائل اختیار کیئے

میں یا ناجائز ذریعوں سے کام لیا جاوے پہلی صورت میں اسقدر روپیہ جمع ہونا کہ وہ ایسے خرچوں کے لئے کافی ہو سکے - خلاف توقع تھا - اس لیئے ظالم وزیر نے وصولی زر کے لئے ناجائز وسائل اختیار کئے اور اسقدر جور و تعدی سے کام لیا گیا - کہ ان کا ذکر کرتے کلیجہ منہ کو آتا ہے الغرض ظلم کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا گیا - جو زر و مال حاصل کرنے میں استعمال نہ کیا گیا ہو - ایک عرصہ تک اسی طور پر روپیہ برابر وصول کرکے خزانہ میں داخل کیا جاتا رہا حتے کہ اسکی تعداد قریب ایک کروڑ کے پہنچ گئے

مغلوں کا پہلا حملہ

رعایا کی حالت روز بروز تباہ ہونے لگی اور اسپر صرف یہی مصیبت نہیں بلکہ آئے دن مغلوں کے حملوں میں بیشمار جانیں تلف ہو جاتی تھیں کیونکہ وہ اب تک فتح کرنے کی غرض سے کم کم آئے تھے ڈاکوؤں اور لٹیروں سے زیادہ طرح ان کی حیثیت کم نہ تھی - اور لوٹ مار کرکے پھر واپس چلے جاتے تھے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ انہوں نے تمام وسطی ایشیا میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا اور ان کی بیرحمی اور ظلم شہرہ آفاق ہو گیا تھا چنانچہ اسی سال ۶۹۵ ہجری ہی میں پھر آئے اور آندھی کیطرح دریائے سندھ کو جو اس وقت سلطنت ہند کی حد تھا عبور کرکے پنجاب میں آ پہنچے - دار الخلافہ سے ایک لشکر بسرکردگی الغخان و ظفر خاں معہ دیگر امرائے علائی و جلالی ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا گیا - جو دشمن کی فوج سے حدود جالندھر پر جا مقابل ہوا معمولی لڑائی کے بعد مغل پسپا ہوئے ہزاروں میدان میں کام آئے ہزاروں میدان سے بھاگتے ہوئے گرفتار ہوئے زندہ افسروں کے سر کاٹ دو مردہ افسروں کے سر تن سے جدا کرکے دربار دلی میں بھیجے گئے جب اس فتح کی خبر دلی میں پہنچی - بڑی دھوم دھام سے جشن منائے گئے قید یان ... میں

سا ہجا شہر میں شامیلنے تان کرناچ و رنگ شاہد و شراب کی خوب صحبتیں گرم ہوئیں قصہ مختصر اس فتح کا عوام و خواص کے دلوں پر بڑا اثر پڑا- اب وہ سلطان علاؤالدین کو ایک جلیل القدر بادشاہ جاننے لگے اور ان کے دلوں پر اسکی بادشاہت کا سکہ جم گیا ؂

امرائے جلالی کی سرکوبی

سنہ ۲ جلوس علائی کے آخر میں امرائے جلالی کا قلع قمع کیا گیا- کیونکہ جیسا انہوں نے اپنے ولی نعمت- ولی نعمت زادوں سے اور اپنے سلطنت سے غداری کی پھر کسی دوسری کو ان سے کسی قسم کی امید رکھنی بالکل خلاف عقل تھی سلطان علاؤالدین جانتا تھا کہ جس طرح یہ اپنے آقا سے پھر گئے اسیطرح ان کو مجھ سے پھرتے کیا دیر لگتی ہے اس لئے جو امیر جلالی بلند شہر میں جاکر اسکے لشکر سے مل گئے تھے یا جو راہ میں دلی کیطرف آتے ہوئے دارالخلافت بھاگ کر جا پہنچے تھے- یا وہ جو پہلے ہی سے ساز باز رکھتے تھے اُن کو نہایت سخت سزائیں دی گئیں- سب کے مال و اسباب زر و نقد اور جاگیریں ضبط کر لی گئیں- اس ضبطی میں وہ زر و مال بھی واپس آگیا جو رشوت یا ظاہرا انعام کے طور پر سلطان علاؤالدین خلجی نے وقتاً فوقتاً دیا تھا ضبطی کے بعد اکثر جلاوطن کئے گئے- کچھ قید ہوئے بعضوں کو اندھا کیا گیا- بعض امرا ناپاک ہستی سے دنیا کو ہمیشہ کیلئے پاک کر دیا گیا- ایسے نمک حراموں کو جو سخت سے سخت سزا دی جائے وہ کم ہے- برعکس اسکے نصیر الدین دانشمند۔ ملک قطب الدین علوی اور ملک امیر جلالی وغیرہ جو امرائے جلالی سے تھے- اور آخر دم تک اپنے آقا سے ملے ہوئے تھے سلطان علاؤالدین کی تخت نشینی کی بعد انہیں کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا- گزند تو درکنار ان کے اقتدار میں بھی کسی طور کی کمی واقعہ نہ ہوئی- بلکہ اُنکا

نبہ بڑھا یا گیا۔ اور مرتے دم تک اس میں کسے قسم کا فرق نہ آیا خزانہ میں کچھ
و پیہ تو ظلم و تعدّی سے آیا۔ مگر امیران جلالی کی ضبطی سے پھر وہ معمور ہو
ہا۔ کیونکہ زیادہ زر و مال انہیں کتوں کا لقمہ بنا تھا۔ دیوگیر گڑھ کے جواہرات
سے ابھی توشہ خانہ کے صندوق پُر تھے اور اس میں اگر کسی قسم کی کچھ کمی
قعہ ہوئی تھی۔ تو اس ضبطی نے اصل سے کہیں زیادہ کردیا ؏

فتح ملک گجرات

سنہ جلوس علائی

ام خیال ہے کہ جب شیر کے منہ آدمی کا خون لگ جاتا ہے تو پھر وہ کبھی
میں چھٹتا۔ بعینہ سلطان علاؤالدین کو عیش و عشرت کے قلزم ذخار میں
وطہ لگا رہا تھا۔ مگر دیوگیر اور دکن کے معرکے جو اس نے سلطان شہید کے
ہد میں مارے تھے ان کا خیال ایک دم کے لئے بھی دل سے بھلایا نہ جاتا
تھا۔ چنانچہ اپنے بھائی الماس بیگ الغخان اور نصرت خاں وزیر کو لشکر
رار کے ساتھ روانہ کیا۔ لشکر شاہی نے جاتے ہی گجرات پٹن کو فتح کر
یا۔ وہاں کا راجہ کرن رائے تنہا بھاگ کر دیوگیر میں راجہ رام دیو کے
پاس پناہ گزین ہوا۔ لاتعداد مال و دولت زر و جواہر ہاتھی گھوڑے
لونڈی غلام فتح یاب لشکر کے ہاتھ آئے۔ جو فتح نامہ کے ساتھ دارالسلطنت
روانہ کئے گئے تھا سلطان فتح کی خبر سنکر نہائت خوش ہوا۔ دوسرے دن
امرائے سلطنت کے ساتھ مال غنیمت ملاحظہ کیا گیا عمدۃ الملک دیوان کے
ہاتھ میں تدبیر تھی۔ اور ایک ایک چیز پیش کی جارہی تھی۔ ساز و سامان
کے بعد قیدی خدمت اقدس میں گزرانے گئے۔ مردوں کے بعد عورتوں کا
نمبر تھا۔ تباہی اور شکستہ حالی کا اندازہ کچھ انہیں کے برباد شدہ دلی
جیسی طرح ہی سکتے تھے۔ الغرض سب کی نظریں ایک بی بی پر پڑیں جو

بن جڑائے ہوئے سب کے بیچ میں تھی - اور ساتھ والی عورتوں کی حرکات
سے عیاں ہوتا تھا - کہ وہ اس حیا کی دیوی کی اس حالت میں بھی نہایت
تعظیم و توقیر کرتی ہیں - جب یہ پریوں کا جھمٹ بادشاہ کے سامنے پہنچا اس
نے حیران ہو کر اس مہ جبین کا حال پوچھا ایک سن رسیدہ عورت آگے بڑھنا
چاہتی تھی کہ کچھ بادشاہ کے حضور میں اسکے متعلق عرض کرے اس مصیبت
کی ماری نے فوراً اسکا دامن پکڑ کے جھٹکا - بڑھیا ایسا سمجھکر خاموش ہو گئی
بادشاہ فوراً سمجھ گیا - کہ ضرور یہ کرن رائے سے قریبی رشتہ رکھتی
ہے خواجہ سرا کو حکم دیا کہ اس بی بی کو حرم سرا میں لے جاؤ اور سب کو
قید خانہ میں پہنچا دیا جائے جب سلطانی حکم اسے پہنچایا گیا تو اس نے اسکے
جواب میں کہا کہ میری حمیت اسبات کو کب گوارا کر سکتی ہے کہ میں محل میں
آرام و آسائش کے ساتھ بسر کروں اور جو میرے مصیبت میں مونس ہمدم
رہے ہیں ان کی تکلیف کو عزت کے وقت دل سے محو کر کے انکا ساتھ چھوڑ
دوں اس جواب پر سب نے مرحبا کہی غرض اسکے صدقہ میں تمام بی بیاں عزت
و حرمت سے حرم سرا میں داخل ہوئیں - حرم سرا میں داخل ہوتے ہی بیگمات
نے استقبال کیا کوئی دقیقہ خاطر و مدارات کا اٹھا نہ رکھا تسلی و تشفی دیکے
آخر کو حقیقت معلوم کر ہی لی عقدہ یہ کھلا کہ کولا دیوی راجہ کرن رائے
کی رانی ہے اور ساتھ والی عورتیں امیروں کی حرم اور اسکی سہیلیاں ہیں
عیش پرست بادشاہ بھی رفتہ رفتہ اسکے حمیت اور ہمت پر مر مٹا - سلسلہ
جنبانی شروع کی لیکن باعصمت عورت کے روکھے جواب سے دم
بخود ہو کر اندر ہی اندر رات دن کھلنے لگا - ندیموں نے راہ نکالی یعنی
اس بڑھیا عورت کو جو پہلے دن جواب دینے پر آمادہ ہوئی تھی گانٹھا لالچ
بری بلا ہے انسان دوسرے کی عزت و عصمت خاک میں ملانے کے لئے
تو کیا اکثر اوقات طمع زر میں اپنی عصمت و عفت فروخت کرنے کے لئے تیار

ہو جاتا ہے اس کمبخت نے شروع میں تو ظاہرا انکار کیا مگر آخر کار ایک ن
قرار کر ہی لیا ہو اور کہا کہ بادشاہ کو اطمینان دلا دو کہ ایک نہ ایک دن رانی
پہلو میں لا بٹھاؤنگی اور اسکے دل کی لگی کو رانی کے شربت وصل سے بجھاؤنگی
ے ما ہے اب اس خطے نے رانی کو سبق پڑھانا شروع کیا - اور ایسا
پٹایا کہ رضامند کر لیا - آدمی کا آدمی شیطان ہے اور پھر یہ ٹھہری عورت
ذات جس کے نہ قول کا اعتبار نہ فعل کا - کل ہی تو بات ہے کہ یہی تو
رانی صاحبہ تھیں کہ پیام پر کیا بگڑی تھیں - آئیں تو کہا اور جائیں تو کہاں - ذرا
ذرا سی بات پہ انگوٹھی کا ہیرا دکھا کر خودکشی کی دھمکی دیجاتی تھی - سب باتیں
برائے گفتنی تھیں آج وہی ہیں کہ تخت سلطنت کی شان و شوکت پر بک
گئیں - اری بدنصیب اگر تو عصمت فروش بنی تو اپنے شوہر کی آبرو اس
کے زندہ ہوتے - تو نہ ڈبوئی ہوتی - اگر اسکا بھی خیال نہیں تھا - تو قوم کے نام کو
کلنک کا ٹیکا نہ لگایا ہوتا صاحب حیا جان کو عصمت پر قربان کر دیتے
ہیں تو نے گوہر عصمت کو تخت دہلی پر نثار کر دیا سچ تو یہ ہے کہ قسمت میں
عصمت دری لکھی تھی - سو ہو کر رہی - نوشتہ تقدیر کو کوئی مٹا سکتا ہے

فتح گجرات اور ملک کی تاخت و تاراج کے بعد نصرت خاں نے کیمبے
کو جا لوٹا - اوس زمانہ میں یہ شہر تجارت کی بڑی منڈی تھی - ممالک غیر سے
جو تجارت سمندر کے ذریعے ہندوستان سے ہوتی تھی - وہ اس کا بڑا
مرکز تھا یہاں کے باشندے تمام بڑے بڑے سوداگر تھے - ان کے
جواہر بیش بہا اور نفیس تحائف لا انتہا تعداد میں ہاتھ آئے - ملک کافور ہزار
دیناری کو جو بعد ازاں ملک نائب کے رتبہ پر پہنچ گیا تھا - اسکے آقا سے
زبردستی چھین کر بارگاہ عالی میں روانہ کر دیا لشکر کا دوسرا حصہ جو پٹن
کے فتح کے بعد علیحدہ ہو گیا - اس نے دکن کا رخ کیا فتح و نصرت
عساکر سلطانی کا پیش خیمہ بنی ہوئی تھی - بغیر کسی لڑائی کے رعب سلطانی

ایسا غالب آگیا تھا۔ کہ سب گھر بار کو بھراہوا چھوڑ اپنی جانیں لیکر جنگلوں اور پہاڑوں میں بھاگ جاتے تھے اس پر بھی ان کی جانیں زر و مال کیطرح سلامت نہ رہتی تھیں۔ جو دستے خانہ بربادوں کے تعاقب میں روانہ کئے گئے۔ انہوں نے اکثر فرارشدگاں کو ٹھکانے لگا دیا ہزاروں کو قید کرکے لونڈی غلام بنا لیا۔ غرضیکہ تمام ملک دکن میں بھونچال ڈالدیا

طلب خمس غنائم اور جالور کی بغاوت

واپسی کے وقت ہر منزل پر طلب خمس غنائم میں نہایت سختی سے کام لیا جاتا تھا۔ اور سرداران لشکر چاہتے تھے کہ جس قدر سونا چاندی جواہر اور بیش بہا اشیا بیچارے غریب جانباز سپاہیوں کے پاس ہیں سب کا سب ان سے وصول کر لیا جائے ہر ایک لشکری فہرست داخل کرتا تھا کہ میرے پاس فلاں فلاں شے ہے جو فلاں شہر اور قصبہ سے اپنا خون بہا کر حاصل کی ہیں لیکن ان کے لکھے پر کوئی اعتماد نہیں کرتا تھا۔ برابر ایذا رسانی اور تشدد سے کام لیا جاتا تھا۔ ظلم ناروا کوئی کہاں تک سہتا۔ تنگ آمد بجنگ آمد بیت وقت ضرورت چو نماند گریز، دست بگیرد سر شمشیر تیز ۔ لشکر میں نومسلم امیر اور سوار بھی ہزاروں کی تعداد میں تھے سب نے مشورہ کر اتفاق کر لیا اور تین چار ہزار کی جمعیت بہم پہنچا کر یکایک غدر کر دیا سب کے سب بارگاہ الغخاں پر چڑھ دوڑے محافظوں کو قتل کر ڈالا۔ اور اعزالدین یغاخاں برادر نصرت خان کو جو الماس بیگ الغخاں کا امیر صاحب یعنی ایڈیکانگ تھا تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا الغخاں سر پر چادر ڈال منہ کو چھپائے اپنے خیمہ سے نکل گیا اور نصرت خاں کے خیمہ میں جا چھپا۔ الماس بیگ الغخاں کے خیمہ میں سلطان علاءالدین کا بھانجہ پڑا سو رہا تھا باغیوں نے اسے الغخاں تصور کر کے مار ڈالا تمام

لشکر میں ایک خوفناک لڑائی شروع ہوگئی - باغی سوار اور پیادے
بادشاہی سپاہیوں کو جنکے ابھی تک ہوش و حواس بجا نہیں ہوئے تھے
ابر ہلاک کئے جاتے تھے اور اگر سلطان علاء الدین خلجی کے اقبال کا ستارہ
بلندی پر نہ ہوتا تو قریب تھا کہ لشکر کو شکست ہو جائے شامت کیا بلکہ
تمام اہل لشکر نیست و نابود اور غارت ہو جائے - یہ حواس باختہ پراگندہ
جمعیت رفتہ رفتہ نصرت خاں کی بارگاہ پر جمع ہوئے پھر سپاہ ملکہ باغیوں کے
لشکر پر ایسے شدید - پے در پے حملے کئے کہ ان کی جمعیت کو متفرق اور
پراگندہ کر دیا - نو مسلم امیر جو بانئے فساد تھے بھاگ کر متمردانہ جون سے
ملے - عموماً انہوں نے قلعہ رنتھمبور کو جو اس وقت پرتھی راج کے نواسہ
کے قبضہ میں تھا - ماوائے ملجاء بنایا ۔

اس غدر کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ خمس غنائم کی وصولی میں آئندہ سختی
سے کام نہ لیا گیا - جس وقت بادشاہ کو یہ خبر دلی میں پہنچی تھی وہ نشہ غرور میں
مست تھا حکم دیا کہ فوراً عورتیں اور بچے ہر ایک غدار کے گرفتار کر کے قید کر دئے
جائیں - اس سے پہلے اور اسکے بعد اسطرح سے کسی مسلمان حاکم وقت نے
نہیں کیا - کہ مردوں کے جرم میں ان کی عورتوں اور بچوں پر ظلم توڑا گیا ہو
واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکے سینہ میں دل نہ تھا - بلکہ اسکے
بجائے ایک پتھر یا فولاد کا ٹکڑا تھا - کیونکہ رحم کبھی اس سے دیکھا ہی نہیں
گیا نصرت خاں جب لشکر کے ساتھ دلی پہنچا - یہاں جو اس نے اپنے
بھائی اعزالدین بغا خاں کے انتقام میں ناگفتہ بہ ظلم کئے - اس پر
قلم کے بھی بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں - باغی اشخاص کی بیکس
لاچار مائیں بہنیں - بیویاں - جو حکم سلطانی سے گرفتار کر کے قید خانہ
میں بھیجدی گئیں تھیں - انکے بچوں سے انکی گود خالی کر کے انہیں سامنے
نہایت بیدردی سے ذبح اور نعش کو تڑپتا ہوا انہیں کے گود میں

ینک دیا گیا جس سے چند لمحہ قبل معصوم شہید کو زبردستی چھین لیا
یلاموں کے سروں سے انہی کے بچے کے سروں کو ٹکرا ٹکرا کر ہلاک کیا و

فتح قلعہ سیوستان

اس واقعہ کے چند دن بعد سلطان علاؤالدین خلجی نے ملک عزیزالدین الملقب
ظفرخاں کو مہم سیوستان پر بھیجا کیونکہ اس زمانہ میں مغلوں کا ایک بہادر
و جانباز سردار امیر صلدی نام نے اس پر قبضہ کر لیا تھا چند گھڑی کی
لڑائی کے بعد مغل قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے۔ عساکر علائی نے نہائت سختی کے
ساتھ محاصرہ شروع کیا۔ مغل بھی تیروں کی بارش فصیل قلعہ پر سے اس
طرح برساتے تھے کہ دور دور تک پرندہ پر نہیں مار سکتا تھا چند روز
تک محاصرہ رہا۔ دن میں شدت سے لڑائی ہوتی تھی رات کو دونوں لشکر
خونریزی کو بند کر دیتے تھے۔ اور پھر صبح قبل از طلوع آفتاب میدان کا
بازار گرم ہو جاتا تھا لشکر بادشاہی کے ساتھ اس مہم میں منجنیقیں نہ تھیں اور نہ
عرادے وغیرہ لگائی گئی تیروں کا جواب تیر ہی سے دیا جاتا تھا۔ انتظار صرف اس
امر کا تھا۔ کہ دشمن سے دو دو ہاتھ ہو جائیں تو قضیہ پاک ہو جائے لیکن صلدی
بیگ اپنی کمزوری کو خوب پہچانے ہوئے تھا اور اپنے حریف کے خیالات کا
اچھی طرح اندازہ لگا سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ ظفرخان جیسے مرد میدان سے
دست بدست لڑائی اسکے حق کسقدر مضر ہے ادھر ظفرخاں سے پڑے
پڑے کب صبر ہو سکتا تھا چنانچہ ایک دن اپنے ماتحت افسروں کو بلا کر
کہا کہ اس طرح لڑائی طول کھینچ جاتی ہے اب اسکا خاتمہ بس اسیطرح ہو
سکتا ہے کہ کل کسیطرح لڑتے لڑتے قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچ جائیں
ورنہ محاصرہ قطعی بے سود ہے کیونکہ قلعہ کے اندر سامان رسد اسقدر
جمع ہے کہ وہ محصورین کو ایک سال کیلئے بخوبی کافی ہو سکتا ہے ہم نے بہت

چاہا۔ کہ کسی طور سے دشمن قلعہ سے نکلکر میدان میں آئے مگر انکا سردار ہماری چالونہیں نہ آیا۔ حالانکہ اس قسم کے حملہ میں جسکا ابھی ذکر کرچکا ہوں بالضرور بہت سے ہمارے جوانمرد کام آئینگے لیکن بجز اسکے اور کوئی تدبیر نظر نہیں آتی سب نے اپنے سردار کی رائے سے اتفاق ظاہر کیا۔

چنانچہ دو بجے دن معمول سے پہلے محاصرین میں نقل وحرکت شروع ہوئی مغل بھی غافل نہ تھے تیروں کا مینہ نہائت سختی سے برسانا شروع کیا بجائے اسکے کہ یہ تدکی بہ ترکی جواب دیتے ڈہالوں کی آڑ میں نہائت استقلال کے ساتھ دیوار قلعہ کی طرف قدم بڑہائے زیر دیوار پہنچتے پہنچتے بہت مارے گئے یہاں انکو ایک اور بلائے بے درماں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یعنے جب قلعہ کی دیواروں کے نیچے پہنچ گئے۔ فصیل پر سے تیروں کے ساتھ بڑے بڑے پتھر آنے شروع ہوئے جس سے کسیقدر محاصرین کے پاؤں اکھڑنے لگے لیکن وہیں ظفر خاں نے جو اس موقعہ پر بذات خاص موجود تھا للکارا کہ یہ شرط مردانگی نہیں ہے کہ ایسے نازک موقعہ پر جانیں چراتے ہو موت سے ڈرکر قدم پیچھے ہٹاتے ہو۔ بادشاہ کے سامنے کس منہ سے جاؤگے بہادر باپ دادا کے نام کو دھبہ نہ لگاؤ چند لمحے کے بعد ہم اس قلعہ کے مالک اور تمام مغل جو محصور ہیں وہ تمہارے قیدی ہونگے اتنا سنا تھا کہ آناً فاناً میں سیڑھیاں لگا قلعہ پر چڑھنا شروع کردیا۔ چڑہتے جاتے تھے مرتے جاتے تھے۔ گویا ایک طوفان تھا جس کا روکنا اب مغلوں کیلئے بالکل ناممکن تھا۔ ہر طرف سے فصیل پر غنیم چڑھ آیا تھا۔ علائی جانبازوں نے جو دیوار قلعہ پر جا پہنچے تھے فصیل کو دشمن سے صاف کرنا شروع کیا۔ تاکہ انکی تقلید کرنے والوں کو آسانی ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا جب یہ فصیل پر اپنے حریفوں سے دست وگریبان ہو رہے۔ ایک معقول جماعت دیوار قلعہ پر چڑھ آئی۔ اور لڑائی میں مشغول ہو گئی۔ لیکن ان کے

ایک گروہ لڑتا بھڑتا مارتا مرتا دروازہ کی طرف چلا۔ محافظان دروازہ کی مقابلہ سخت ہوا۔ نتیجہ یہ کہ قریباً سب تھوڑی دیر میں کام آگئے ان میں سے ایک نے بڑھ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ چشم زدن میں سارے کا سارا لشکر قلعہ کے اندر تھا۔ مغل جان توڑ کر لڑے لیکن ظفر تو ظفر خاں کے قدموں پر نثار ہوتی پھرتی تھی۔ ان کی کیا چلتی۔ ہزاروں قتل ہوئے ہزاروں قیدی ہوئے۔ صلدی بیگ اور بہت سے مغل امیر بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ اسیر ہوئے اور معہ عیال و اطفال کے پابزنجیر طوق در گردن دلی فتح نامہ کے ہمراہ بھیج دیئے۔ اس فتح کی خبر کی آمد پر بھی حسب معمول خوشیاں منائی گئیں لیکن ظفر خاں سب کی آنکھوں میں کانٹا سا لگا۔ سب کے دلوں میں اس کا رعب بیٹھ گیا الماس بیگ الغخاں برادر سلطان علاؤالدین جو اس وقت صوبہ دار سامانہ تھا۔ اسکی بہادری اور شجاعت کے شہرۂ آفاق ہونے سے ظفر خان کی دشمنی نے اسکے دل میں جگہ پکڑی دیگر امرائے دربار کے سینوں میں بھی آتش حسد شعلہ زن ہوئی سب کو جانے دیجئے خود سلطان بھی ظفر خان کی بیباکی اور بہادری سے جھینپنے لگا وہ اس فکر میں دن رات لگا رہتا تھا کہ اس کو خاص اپنی خدمت میں رکھے تاکہ غدر کی جرأت نہ کر سکے اور فتنہ پردازی کی مہلت نہ مل سکے اس قسم کا خیال ایسے نمکخوار قدیم کی طرف منسوب کرنا بالکل سلطان کی غلط فہمی پر مبنی تھا کبھی سوچتا تھا کہ اسکو چند ہزار سوار کے ساتھ ولائت لکھنوتی کی تسخیر کیلئے روانہ کر دوں۔ وہاں یا تو لڑائی میں کام آئے ورنہ بصورت دیگر وہیں کا صوبہ مقرر کر دیا جائے۔ یا آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر قید کر دیا جائے یا زہر دیا جائے کہ ہمیشہ کو قصہ پاک ہو۔

سلطان کی بوالہوسی اور خام خیالی

اب سلطان کو بجز مجالس عیش و طرب اور بربادی نفس کے کوئی کام نہ
تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا گوہر مقصد سے دامن پر تھا۔ ملکی امورات حسب منشا
خود بخود انجام پاتے جاتے۔ ہر طرف فتح اور نصرت کی خوشخبریاں آئے دن
آتی رہتی تھیں۔ ہر سال دو تین لڑکے پیدا ہوتے رہتے تھے خزانہ روپیہ
اشرفیوں سے معمور تھا۔ توشہ خانے صندوق جواہرات اور موتیوں سے
ملبب تھے۔ ہزارہا ہاتھی فیل خانہ میں نظر آتے تھے اور پچھتر ہزار کے
قریب گھوڑے پائے تخت اور اطراف میں موجود تھے کوئی حریف نظر نہ
آتا تھا۔ بے غل و غش دو تین ولائت پر حکمران تھا۔ مذکورہ بالا اسباب نے
بالکل دنیا و آخرت سے اسے بے خود کر دیا اس کے دماغ میں اسقدر اور
عجیب عجیب خواہشیں سما گئیں تھیں کہ ان کا اندازہ مشکل سے لگایا جا
سکتا ہے اور آج تک ایسی باتیں کسی بادشاہ کو بھی کبھی وہم و خیال میں
بھی نہیں گزریں۔ تکبر جہالت کثرت۔ حماقت جلاوت سے مشکل ہی نہیں
بلکہ ناممکن اور بعید از عقل وسوسوں نے اسکے دل میں گھر کر لیا تھا
اس کی وجہ جہانتک قیاس کام کرتا ہے۔ غالباً یہ بھی کہ وہ تعلیم
یافتہ نہ تھا۔ اس سے یہ خیال نہ کرنا چاہیے۔ کہ وہ تعلیمی لحاظ سے جلال الدین
محمد اکبر بادشاہ کے ہم پہلو تھا جو اپنے بیرحم اور ظالم چچا مرزا کامران والی
کابل کی بدولت علم سے بے بہرہ رہا۔ اور یہ اپنے چچا کی ناز و نعم کی بدولت
بیزار رہا۔ علما کی صحبت سے اسے کچھ سروکار ہی نہ تھا۔ جسقدر زمانہ ترقی
و افقت کرتا جاتا تھا۔ اسی قدر وہ زیادہ بے خبر اور بدہوش ہوتا جاتا تھا
نوبت باینجا رسید کہ فرعون۔ نمرود۔ شداد کیطرح خدائی کا دعوے تو
نہیں مگر دعوے پیغمبر کا خبط دماغ میں سما گیا علاوہ ازیں مانند سکندر ذو
القرنین جہانگیری ربع مسکون کا جنون بھی ہو چلا۔
مجلس شراب میں وہ اپنے جلیسوں کے سامنے اپنے ارادے

ظاہر کیا کرتا تھا ان سے ان امورات میں مشورت کرتا۔ اور حاضرین سے پوچھتا کہ ان ارادوں۔ کو عملی صورت میں ان کو کسطرح لایا جائے دعوے پیغمبری کی نسبت نعوذ باللہ کہا کرتا تھا۔ کہ خداوند تعالٰے نے محمد مصطفےٰ اسلام کو چار یار عطا فرمائے تھے ان کی قوت دشوکت سے آنحضرت صلعم کا دین قائم ہؤا۔ شریعت پھیلی اسم مبارک تمام جہاں میں روشن ہؤا اور مذہب کے ساتھ قیامت تک باقی رہیگا۔ اسیطرح خداوند تعالٰے نے مجھکو بھی چار یار مرحمت فرمائے ہیں۔ ایک الغخاں۔ دوسرا ظفر خان۔ تیسرا نصرت خان۔ چوتھا السپ خان ان میں ہر ایک شجاعت اور مردانگی میں بادشاہی کا رتبہ رکھتا ہے میری تمنا ہے کہ نیا مذہب ان چار یاروں کی مدد سے نکالوں۔ اور ان کے ذریعہ سے اپنے نئے مذہب کی تعلیم دوں اور تمام خلق کو اسکے اختیار کرنے پر مجبور کردوں تاکہ اس دین کی بدولت میرا اور میرے چار یار کا نام بھی مثل پیغمبر آخر الزمان اور آنحضرت کے چار یار کیطرح تاقیامت قائم رہے کبھی حاضران مجلس سے دریافت کرتا تھا کہ یارو تمہیں کوئی تدبیر سوچو کہ ہم کو ایسی کیا بات پیدا کرنی چاہئیے۔ کہ ہمارے مرنے کے بعد بھی خلق اسی سرگرمی سے جیسے کہ ہمارے سامنے دکھاتی ہے تاقیامت پیروی کرتی رہے اور اس میں کسی قسم کا سر مو فرق نہ آنے پائے ۞

اسیطرح جہانگیری ربع مسکون کے متعلق خیالات ظاہر کرتا تھا۔ کہ میرے پاس فوج و لشکر زر و مال ہاتھی گھوڑے بے انداز ہیں۔ چاہتا ہوں کہ پایۂ تخت دلی کو کسی اپنے امیر کے سپرد کرکے آپ سکندر اعظم کیطرح جہانگیری کے لئے نکلوں اور تمام دنیا پر اپنا تسلط جالوں۔ چونکہ چند مہمات حسب دلخواہ سر ہوگئی تھیں ان ارادوں کو عملی صورت میں لانے کی تدبیریں ہونے لگیں یعنی خطبہ

نام کے ساتھ سکندر ثانی کا لقب بھی شامل کر دیا۔ اور اسی لقب کے سکہ بھی مضروب ہونے شروع ہوئے۔ سامعین اسکی باتوں پر دل میں ہنستے لیکن اسکی سختی مزاج سے بخوبی واقف تھے۔ اسکی رائے سے اختلاف کرنا تو کجا بلکہ اپنے جانوں کے خوف سے اسکی بیہودگی اور بیوقوفی کی تعریفیں کرتے تھے وہ مدہوش انکی باتوں کو سچ خیال کر کے خوش ہوتا تھا۔ اور رات دن اسی دھن میں لگا رہتا تھا۔ اِن باتوں کے مشورے تدابیر ملکی کی طرح تو ہوتے ہی نہ تھے کہ عوام سے پوشیدہ رہیں۔ بلکہ برعکس اسکے بھنگڑ خانہ کیطرح مجلس شراب میں اس مقدمہ پر بحث کی جاتی تھی رفتہ رفتہ تمام شہر میں مشتہر ہوگیا کہ سلطان کا یہ ارادہ ہے اور اسپر بے شدومد کے ساتھ رائے زنی ہونے لگی۔ بعض اسکی حماقت پر ہنستے تھے لیکن عقلمند دیندار اسکے قہر سے ڈرتے تھے۔ اور دل ہی دل میں کہتے کہ الٰہی خیر کیجو اگر اس مرتد نے نیا مذہب نکالا تو ساٹھ ستر ہزار مسلمان جو اس وقت دارالخلافہ ہی میں موجود ہیں ان کا کیا حشر ہوگا مسلمانی اور مسلمانوں کی آبرو بس تیرے ہی ہاتھ ہے۔
الغرض عوام میں بادشاہ کی نسبت سخت بدظنی پھیلنے لگی۔ امیران دربار پر یہ امر پوشیدہ نہ تھا۔ لیکن سلطان علاؤالدین کے سامنے کسی کی مجال تھی کہ رعایا کے خیالات کا اس پر اظہار کرے اور اسے اس حرکت نازیبا سے باز رکھے۔

علاؤ الملک کوتوال شہر سلطان علاؤالدین خلجی کے خاص رائے دہندوں میں سے تھا۔ سلطان بھی اس پر اسقدر اعتماد رکھتا تھا۔ کہ انتظامات حرم اور خزانہ اسکے سپرد کرائے تھے یہ شخص نہایت صاف گو تھا۔ اور حق کے ظاہر کرنے میں کوئی شے اسکے مانع نہ ہوتی تھی۔ یہ بھی سلطانی مجلس میں شامل ہوا کرتا تھا لیکن اکثر اتفاقات

سے ہر روز شرکت کا موقعہ نہ ملتا تھا ۔ بلکہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو معمول
رد رکھا تھا ۔ علاؤالملک نے بھی سنا کہ سلطان آج کل ایسے بیہودہ کلمات
بان سے نکالتا ہے جسکا اثر سلطنت کے حق میں سم قاتل کا حکم رکھتا
ہے اور سننے والے اسکی بدمزاجی کے خوف سے سچ نہیں بولتے بلکہ اسکے
فر پر آمناً اور صدقنا کہتے ہیں ۔ حسب عادت پہلی تاریخ مجلس شراب
یں سلطان کے سلام کو حاضر ہوا ۔ اور جو باتیں دوسروں سے سنی
ھیں خود سلطان کی زبان سے سن لیں ۔ جب ان حضرت سے رائے
لب کی گئی تو اس نے عرض کیا کہ حضور بندہ درگاہ نے ان دونوں تجاویز
ے بارے میں تدابیر سوچی ہیں ۔ لیکن اس سے پہلے کہ عرض کردن یہ
لتماس ہے کہ شراب مجلس سے اٹھا دی جائے ان چاروں یعنے
لغ خان ۔ ظفر خان نصرت خان اور الپ خان کے سوائے کوئی خدمت والا
رہے سلطان نے حکم دیا کہ شراب اور سامان عیش و طرب مجلس سے
ٹھا لیا جائے ۔ اور سوائے مذکورہ لوگ کے سب کو رخصت کر دیا ۔
علاؤالملک نے ایک طول طویل تمہید عذر کے بعد عرض کیا کہ میں
دیم نمک خوار سلطنت ہوں اور جو ایسے مصایب دیکھتا ہوں بلا کسی
س و پیش کے درگاہ میں گذارش کرتا ہوں اسکے متعلق میری رائے
اقص یہ ہے کہ خداوند عالم دین و شریعت کے معاملہ کو ہرگز زبان
پر نہ لاویں ۔ اصل میں یہ کام انبیاء سے مخصوص ہے جو اسی لئے پیدا کئے
گئے تھے ۔
مذہب کی بنیاد وحی آسمانی
پر ہے تدابیر بشری سے اسے ہرگز کسی قسم کا تعلق نہیں ۔ روز ازل
سے آج تک کسی بادشاہ نے پیغمبری نہیں کی ۔ بلکہ بعض پیغمبر بادشاہ
ہوئے ہیں ۔ بادشاہوں کا کام جہانداری اور جہانبانی ہے ۔ نبوت
بندہ درگاہ کی دست بستہ عرض ہے کہ آئندہ دین و ملت کا ذکر مجلس

خراب میں بہولے سے بھی زبان دالا پر نہ آئے کیونکہ نبوت پیغمبروں کا خاصہ ہے اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے اگر عوام کو اس امر کا یقین ہوگیا تو تمام رعایا بادشاہ سے پھر جائیگی۔ ایک مسلمان بھی آس پاس نہ پھٹکے گا۔ ملک میں ہر طرف بدامنی پھیلیگی اور آئے دن فتنے بپا ہونگے ہو۔

خداوند عالم نے سنا ہے کہ چنگیز خاں نے بخارا و سمرقند وغیرہ مسلمانوں کے شہروں میں کسقدر خون کی ندیاں بہائیں یہ کس لئے کہ دین مغلی کو فروغ ہو۔ مگر نتیجہ یہ نکلا کہ ایک مسلمان بھی دین باطل میں داخل نہوا۔ اور شہادت کو منتسی خوشی قبول کیا۔ بلکہ بہت سے مغل بچے دین کے دل سے پیرو بن گئے اور اب تو کثرت سے اسلام کو بطیب خاطر قبول کرتے جاتے ہیں۔ میری اور میرے اہل و عیال کی حیات بادشاہ کے وجود سے قائم ہے اگر خدانخواستہ ملک میں غدر ہوگیا۔ تو میرا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے ایسی حالت میں اگر کسی شے کو انتظامات سلطنت میں خلل انداز دیکھوں اور خاموشی اختیار کروں تو گویا میں اپنے کنبہ والوں کی جانوں پر رحم نہیں کرتا یہ کلمات جو آجکل خداوند عالم کی زبان پر جاری ہیں۔ ان سے ایسے فتنے پیدا ہونگے کہ اگر بزرجمہر بھی دوبارہ زندہ ہوکر آئے تو ان کے فرو کرنے میں قطعی طور سے اسکی تدبیر کو ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑے جن لوگوں نے بادہا مجالس میں بات بادشاہ سے سنی ہے اور تعریفیں کی ہیں اور اس پر دعوے یگانگی و اخلاص کا بھی کرتے ہیں انہوں نے ہرگز ہرگز حق نمک ادا نہیں کیا الغخاں ظفرخان وغیرہ کو علاء الملک کی تقریر نہایت پسند آئی اس امر کے منتظر رہے کہ دیکھئے سلطان کیا کہتا ہے تھوڑی دیر خاموش رہنے کی بعد سلطان علاو الدین علاء الملک کیطرف مخاطب ہوا

ور کہا کہ میں نے اس کے متعلق فکر کیا تیری رائے صواب پر معلوم ہوتی
ہے خدا تجھ پر اور تیرے ماں باپ پر رحمت کرے کہ تو نے حق کو نہ چھپایا
اور حق نمک کی محافظت کی۔ میں تجھ کو نمک حلال قدیمی جانتا ہوں اور بار
دیکھا۔ اور آزمایا ہے۔ کہ مابدولت کے سامنے سچ اور راستی کو ظاہر
کرتا ہے اور حق نمک کو نہیں چھپاتا۔ انشاء اللہ آج کے بعد
کوئی بھی اس قسم کی باتیں ہماری زبان سے نہ سنے گا اب یہ بتا
کہ دوسری تجویز جہانگیری کے بارے میں کیا کہتا ہے کہ آیا وہ درست
ہے یا نہیں ؟

علاء الملک نے عرض کیا کہ بیشک یہ قصد سلاطین عالی ہمت کا
ہے اور جہانگیری انکے لئے مخصوص ہے ان کی آرزو ہوتی ہے کہ
ربع مسکوں کو فتح کریں اور ساری دنیا ان کے زیر نگین رہے اگر منشا
ہے کہ مع لشکر بیکراں کے فتح اقالیم کو پائے تخت دلی سے نکلیں
تو میں اس مہم سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پائیگاہ میں ہاتھی اور گھوڑے
لاتعداد موجود ہیں خزانوں میں روپیہ کافی ہے اگر حضور چاہیں دو تین
لاکھ سوار بھرتی کر کے جہانگیری کریں لیکن یہ امر بادشاہ کو ملحوظ خاطر رہے
کہ خاص شہر دلی اور ولائت دلی کو جسے اور ہمارے آبا و اجداد نے کس قدر
خون بہا کر لیا ہے اسے کس کے سپرد کیا جائے اور اسکی محافظت کیلئے کسقدر
لشکر چھوڑا جائے کہ اس میں اندیشہ خلل نہو۔ اور سلطان بذات خاص
کس قدر لشکر جہانگیری کے لئے لے جائے کہ مثل سکندر ذوالقرنین
کے ربع مسکون کو فتح کرلے دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ
جس کسی کو بادشاہ دلی میں چھوڑے یا ایک ملک فتح کرنے کے بعد اسکو
اپنے کسی امیر کے سپرد کرے اور آپ دارالسلطنت کیطرف واپس
آئے ایسی کونسی تدابیر ہیں کہ وہ ان کو بغاوت اور شطط سے سلامت

اور محفوظ پائے زمانہ کے اثر سے دنیا میں کوئی شے نہ کبھی بچی ہے اور نہ بچ سکتی ہے اگر کوئی یہ کہے کہ سکندر نے جہانگیری کس طرح کی اسکے دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ ارسطاطالیس جیسا وزیر کوئی کہاں سے لائے سکندر کی سلطنت کو نہایت وسعت تھی ہر ملک میں با اقتدار اشخاص اور صاحب حشمت و قوت سپہ سالار موجود تھے لیکن سب اسکے اسقدر فرمانبردار اور معتقد تھے کہ زرخرید غلام بھی اس زمانہ میں اتنا فرمانبردار نہیں ہوتا۔ اسکی تحریر و قول دین و دیانت غرضیکہ ہر ایک بات پر یہ اعتماد رکھتے تھے۔ اور سکندر کی غیبت میں اسکی وزارت اور نیابت کے زمانہ میں بغیر سند کسی لشکر وغیرہ کے اسکے حکم اور اشارہ سے کبھی سرتابی نہ کرتے تھے۔ سکندر جب تیس سالہ جہانگیری سے فارغ ہوکر دارالسلطنت مداین میں آیا۔ تو ہر ولایت کو صحیح و سالم اور فرمانبردار پایا اور ملک اقلیم میں کسی قسم کا فتنہ پیدا نہیں ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے عہد سکندری دوسرا زمانہ تھا جو کہ اس زمانہ سے بالکل مختلف تھا اس میں اور اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے اس زمانہ کے آدمی ایفائے وعدہ کو اپنا دین اور عہد پر قائم رہنے کو اپنا ایمان جانتے تھے۔ طاعت کے بعد غداری کو کفر سمجھتے تھے برعکس اسکے فی زمانہ بجز عہد شکنی کوئی بات ہی نہیں۔ ابھی اقرار ابھی انکار۔ جس ملک پر ہم حکمران ہیں زیادہ تر اسکے باشندے ہندو ہیں۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ عہد و پیمان کیا شے ہے۔ نافرمانی اور سرکشی کی یہ حالت ہے کہ جب تک بادشاہ قاہر انکے سر پر نہ ہو ہرگز تابع فرمان نہوں۔ نہ ان کے قول کا اعتبار نہ انہیں ذرہ وفا ہے پھر کسطرح خداوند عالم کی غیبت میں ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ جو نہاں سلطان اپنی اقلیم دلی سے ذرا قدم باہر نکالا فوراً بدبخت فتنہ انگیز ملک میں ہر سمت فساد برپا کر دینگے۔ جس کے دفعہ کرنے میں نہایت سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا

سلطان علاؤالدین نے کوتوال سے دریافت کیا کہ دوسری ولائتوں کو فتح نہ کروں - اور ملک دلی پر ہی قناعت کر کے بیٹھا رہوں تو میرا زر و مال کس کام آئیگا اِن بیشمار ہاتھی گھوڑوں کے مالک ہونے سے کیا فائدہ جبتک ممالک غیر کو ممالک محروسہ میں شامل نہ کیا جائیگا - تو بتا کہ میرا نام پھر دنیا میں کس طرح مشہور ہوگا - اور کیونکر فاتحوں کی فہرست میں درج ہوگا ؟

علاءالملک نے عرض کیا کہ میری رائے ناقص میں مصلحت وقت یہی ہے کہ حضور عالم پناہ تمام ارادوں پر دو مہم کو مقدم رکھیں ایک تو یہ کہ تمام ہندوستان کا فتح کرنا - چنانچہ رنتھور - چندیری - صوبہ مالوہ - اجین ملک دکن و گجرات وغیرہ وغیرہ - کے سردار اور راجہ مہاراجہ اسقدر فرمانبردار ہو جائیں - کہ دم نہ ماریں - یہ تو معمولی بات تھی - دوسرے تجویز جو میرے ذہن میں آئی ہے - وہ بہت بڑی ہے یعنی مغلوں کا آنا براہ ملتان مسدود کرنا - اس کیلئے حسب موقعہ قلعہ تیار کرائے جائیں خندقیں کھدوائی جاویں - معتمد سردار معقول سوار اور پیادوں کے لشکر کے ساتھ ہر جگہ مقرر کئے جائیں - و سامان رسد بڑے تعداد میں ہر وقت موجود رہنا چاہئے - سامان جنگ کا انتظام جس میں سلاح خانہ اور منجنقیں وغیرہ شامل ہیں بڑے پیمانہ پر کیا جائے - سامانہ - دیپالپور اور ملتان میں بڑے مرکز قرار دئیے جائیں جن میں مذکورہ سامان بے انتہا جمع کیا جائے تاکہ بروقت ضرورت ایک دوسرے کو کافی مدد پہنچا سکیں تو شہر ہائے مذکورہ کا لشکر رائج الوقت سامان حرب و ضرب سے نہایت آراستہ ہو - اور اُسکا اعلےٰ سردار کار آزمودہ اور وفادار ہو جب یہ تدبیریں صورت عمل میں آئیں - مغل مجبور ہو کر ہندوستان کا خیال اپنے دل سے دور کر دینگے ؟

مگر یہ جو مجھ میں نے عرض کیا۔ اسوقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔
جبتک کہ بادشاہ شراب خوری آئے دن کے جشن اور شب و روز کے شکار
سے ہاتھ نہ اٹھائے امور جہانبانی مصلحت ملکی۔ انتظام نظام سلطنت
میں بندگان مخلص سے مشورہ نہ لے۔ اور ان کی رائے پر غور نہ کرے۔
شراب سے بادشاہ ہی کے نہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے سب کام مہمل اور بیکار
ثابت ہوتے ہیں۔ مخمور بادشاہ کو کون رائے دے سکتا ہے کیونکہ وہ
جانتا ہے کہ بدمست بادشاہ کب اس پر کان دھریگا۔ اور مبادا کہیں ایسا
نہ ہو جائے کہ بادشاہ کی طبیعت منغض ہو۔ اور بیچارہ ناکردہ گناہ کو
عتاب سلطانی کا شکار رہنا پڑے شغل شکار کی زیادتی بھی سلطنت
کیلئے سم قاتل کا حکم رکھتی جب رعایا کو اس امر کا یقین ہو جاتا ہے
کہ بادشاہ رات دن ناچ رنگ شراب و شکار میں ہمہ تن مصروف رہتا
ہے تو انکے دلوں سے رعب شاہی اور آداب سلطانی اٹھ جاتا ہے اگر
سلطان ظل سبحانی سے بغیر شراب و شکار کے رہا نہیں جاتا تو
شراب بعد نماز عشاء اتنی پیجئے کہ بیہوشی طاری نہ ہو کوئی شریک ہو
شکار اس طرح کھیلئے کہ سیری میں ایک محل جسکے چاروں طرف
باغات وسیع اور کشادہ میدان ہوں۔ تعمیر ہو اور اسکے چار دیواری کے
اندر سامان شکار مہیا کیا جائے وہاں شکار کھیلا جایا کرے لیکن یہاں
بھی کثرت کے ساتھ نہیں بلکہ گاہے ماہے۔

خاتمہ تقریر پر علاء الملک نے کہا بندہ اس درگاہ عالی کا قدیم
دعاگو ہے جب کوئی رخنہ ڈالنے والی بات دیکھتا ہے فوراً بلا کسی پس و پیش
کے گوش گزار خداوند عالم کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سلطنت کی
تباہی عین اسکے خاندان کی بربادی ہے ٭

سلطان علاؤ الدین اپنے ہمنام دبیر کی تقریر سنکر بہت

وش ہوا ۔ اور فرمایا کہ تیری رائے نہایت صائب ہے ...
خانے میں ضرور اس پکار بند ہونگا خلعت ہفت پارچہ زر دوزی نقد
و راس اسپ خاصہ اور بائیس گاؤں جاگیر میں مرحمت فرمائے اور جاریا
سلطانی سے بھی اس موقع پر گھوڑے وغیرہ تحفۃً علاء الملک کے گھر بھیجے
دشاہ نے شغل شراب اور صید افگنی بالکل ترک تو نہیں کئے لیکن ان سے
ان میں کمی ضرور کردی گئی ۔ انتظامات سلطنت کی طرف رجوع کیا اور
اضابطہ مدبران ملکی کے جلسے منعقد ہونے لگے ۔ ساجن میں امورات
لکی پر بڑے رد و قدح کے ساتھ مباحثے ہوتے اور بادشاہ بھی اکثر بنفس
نفیس شامل ہوا کرتا تھا ۔

مغلوں کا دوسرا حملہ

سنہ جلوس علائی مطابق ۶۹۷ھ ہجری نبوی میں قتالغ خواجہ خلف دوا ولیعہد
مغل حاکم ماوراء النہر ایک لاکھ سے کچھ زیادہ فوج کے ساتھ ہند پر حملہ
آور ہوا ۔ اور دریائے سندھ کو عبور کر کے یلغار کرتا ہوا حوالی دہلی
میں آپہنچا ۔ مغلوں کا عام قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی ملک پر حملہ آور ہوتے
تھے ۔ شہر قصبے گاؤں ان کے راہ میں پڑتے ان کو لوٹتے ۔
کھسوٹتے ۔ آگ لگا کر خاک سیاہ کرتے اور ان میں خون کی ندیاں بہاتے
چلے جاتے تھے کیونکہ انکی غرض بجز وصولی زر و مال لونڈی اور غلام
کے کچھ نہوتی تھی ۔ وہ اس سے پہلے کبھی فاتحانہ خیال سے ہند پر حملہ
آور نہوئے تھے ۔ چونکہ اس دفعہ دارالخلافہ دلی کی فتح اور ہندوستان
میں سلطنت مغلیہ کی بنیاد ڈالنے کا ارادہ تھا ۔ اسلئے انہوں نے اپنے
معمول کے خلاف راہ میں دست تعدی دراز نہیں کیا جبکہ یہاں خبر پہنچی
کہ دشمن دریائے سندھ سے اتر آیا ۔ تمام گرد و نواح ۔ اور مضافات دلی کے

باشندے اپنی جانوں کے خوف سے۔ دارالامارت کو جائے پناہ خیال کر اس میں آنے شروع ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ نوبت باینجا رسید کہ سڑکیں اور گلیاں تک ان نو واردوں سے پُر ہوگئیں۔ آدمیوں کو ان میں چلنا دشوار تھا۔ جہاں سراؤں اور مسجدوں کا تو یہ حال ہوا کہ بیٹھنے کو جگہ باقی نہ رہی۔ جب دشمن کے لشکر نے خیمہ ڈیرے آ ڈالے شہر کیلئے قافلے والوں اور سوداگروں کے راستے قطعی مسدود ہوگئے جسکی وجہ سے شہر میں تمام چیزیں گراں ہونے لگیں۔ اول تو بے سرو سامانی میں لوگوں کے کاروبار ختم ہو گئے۔ دوسرے گرانی نرخ سے ایک اور بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔

حملہ کی خبر سنتے ہی چاروں طرف دربار سے امرا اور ملوک کے نام فرمان جاری ہوگئے تھے۔ اور سب مغلوں کے دلی آنے سے پہلے مع اپنی لشکر وسپاہ کے حاضر ہوگئے۔ سراپردہ سلطانی سیبری میں نصب کیا گیا۔ علاؤالملک کو خزانہ کی کنجیاں سپرد کر سلطان بڑی تزک و شان کے ساتھ شہر سے نکل خیمہ گاہ میں آیا۔ سامان حرب اور افواج کا دو دن تک معائنہ کرتا رہا۔ تیسرے دن علاؤالملک بغرض مصلحت آستانہ پر حاضر ہوا۔ اور اثنائے کلام میں عرض کرنے لگا۔ کہتے ہیں امکان لڑائی سے پہلوتہی کرنا عین صنعت و قت ہے۔ شکست و فتح تو قادر مطلق کے ہاتھ ہے۔ اگر متعدد چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں بالفرض اب سے دو دن شکست پر شکست بھی ہو۔ تو زیادہ خطرناک اور ضرر رساں نہیں۔ لیکن ہمسر سے بڑی لڑائی کا لڑنا ایسا ہے۔ گویا کہ اپنے ملک کو ایک داؤ پر لگانا۔ بادشاہوں اور عقلمندوں نے خاص ایسے موقعہ کی نسبت بہت سی نصیحتیں کی ہیں۔ جنکا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ کو ایسی جنگ سے مختلف ذریعوں کے ساتھ بچنا انسب ہے میری رائے میں تو ہزیمہ بندی

کر کے لشکر کو دشمن کے مقابلہ میں ڈالدیا جائے اور اپنی طرف سے لڑائی کی ابتدا نہ کی جائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو وقت گذارا جائے اور چند روز نامہ و پیام میں گذار دے جائیں۔ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو ان کی نیت معلوم ہو جائیگی۔ دوسرے جتنے دن زیادہ گزرتے جائینگے دشمن کا سامان رسد ٹھہر جائیگا۔ ایسے بڑے لشکر کے لئے سامان رسد کا سر دست مہیا کرنا قریباً غیر ممکن ہے۔ پہلو تہی کرنا اسکا ان کو سامنا کرنا پڑیگا وہ تو یہی ہے کہ گھوڑوں کو گھاس کہاں سے لائینگے۔ بتنگ آکر یا تو اپنے ولائت کو چلے جائینگے یا متفرق ہو کر لوٹ مار پر آمادہ ہونگے اس وقت حضور والا تعاقب کا حکم دیں۔ ایسی صورت میں انشاء اللہ بہت جلد ان لشکر کفار کو خاک میں ملا دیگا۔ اور جب تک وہ تدابیر جو خدمت والا میں عرض کر چکا ہوں پوری طرح سے صورت عمل میں نہ آئینگی اس آئے دن کی بلا سے پیچھا نہ چھٹیگا سلطان علاؤالدین نے اسکی ہوا خواہی کی تعریف کی اور حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ علاء الملک ہمارا بندہ خاص ہے اور عہد ملکی سے اس وقت تک ہمارا مشیر۔ بہر صورت یہ وزارت اعلےٰ کا مستحق ہے لیکن ایک خاص وجہ کے باعث ہم نے اس کو کوتوال بنایا ہے اگرچہ وہ اس لڑائی کے متعلق بھی تخمین رکھتا ہے لیکن ضرورت وقت کے بالکل خلاف ہے بعد ازاں علاء الملک سے سلطان نے مخاطب ہو کر فرمایا ہمارا دشمن دو ہزار کوس سے زمین دریا پہاڑ دولت روند تا ہوا منارہ دلی کے نیچے آپہنچا۔ اور تو رائے دیتا ہے کہ مورچے اور مدمے تیار کر کے جس طرح کہ مرغی انڈوں پر پر پھیلا کر بیٹھ جاتی ہے۔ میں بھی لشکر کو لئے آڑ میں بیٹھا رہوں میری اس حرکت پر لوگ ہنسینگے اور ہمارا یہ فعل نامردی پر مبنی کیا جائیگا۔ شاہان زمانہ مجھکو کس مد میں شمار کرینگے۔ متمردمیری بہادری اور جلادت کو کب خیال میں

ا ئینگے اور کس منہ سے اس حرکت نازیبا کے بوجھ کسی صورت میں شایان
شان شاہانہ نہیں۔ میں اپنی حرموں کے آگے جاؤنگا۔ شکست و فتح خداوند کے
تھ ہے جسکو چاہے دے۔ الغرض جو کچھ ہوگا دیکھا جائیگا لیکن مجھے اس
سم کا ننگ کبھی گوارا نہیں۔ کل یہاں سے کوچ کرکے مغلوں سے لڑونگا جو
زانے اور تمام شہر کو تیرے سپرد کیا ہم دونوں میں سے جو کوئی فتحیاب ہو۔
روازہ ہائے شہر اور خزانوں کی کنجیاں اسکو دیدیجائیں۔ اس قدر عقل و
لش پر تو نہیں جانتا کہ دفع لڑائی کی تدابیر کا اب وقت نہیں رہا۔ تو اہل قلم کا
ٹا اور بذات خود انشاپرداز ہے۔ میدان کارزار میں تیری تدابیر نہیں چل
سکتیں ہمنے ہمیشہ تری رائے پر عمل کیا۔ مگر یہ موقع ایسا ہے کہ عقل کو اٹھاکر
اق میں رکھدیا جائے اور میدان جنگ میں جوہر شجاعت دیکھلائے جائیں
ردادِ مردانگی دی جائے ہو

اس مقدمہ میں رائے سلطانی عین صواب تھی کوتوال صاحب کی
ھ نہ چلی لیکن حق نمک انہوں نے ادا کردیا جو ان کے نزدیک بہبودی سلطنت
صورت تھی۔ وہ عرض کردی گئی۔ ماننا یا نہ ماننا یا اس پر عمل کرنا بادشاہ
کام تھا خاتمہ تقریر پر یہ حسب دستور بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیکر رخصت
ئے۔ شہر میں آکر سوائے دروازہ بدایوں کے سب دروازہ ہائے بند کروا
یا جس قدر لشکر مغلوں کا لبسرکردگی خواجہ قتلغ فتح دلی کے لئے آیا تھا۔
ج تک اس قدر لشکر کے ساتھ کوئی غنیم پائے تخت دلی پر حملہ آور نہیں ہوا
عساکر علائی سیری سے کوچ کرکے مغلوں کے مقابلہ میں جا اترا
سرے دن قبل از صبح صادق ہر دو جانب صف بندیاں ہوگئیں اور
لوع آفتاب سے پہلے لڑائی شروع ہوگئی سبقت لشکر اسلام نے
رستم زماں ملک عزیز الدین المخاطب بہ ظفر خان نے جو فوج میمنہ کا سردار
تھا۔ اپنے دستہ کے ساتھ حملہ کیا اور لشکر مغل سے جا ملا۔ اتنی شدید

لڑائی ہوئی کہ وہ مغل جو مہینوں کے یلغار کے بعد آئے تھے چند گھڑی کی لڑائی
میں تاب مقاومت نہ لا کر بھاگ نکلے اس نے تعاقب کیا اور مغلوں کو دباتا
ہوا میدان جنگ سے اٹھارہ کوس تک چلا گیا مغل ایسے بے سروسامانی سے سر
پر پاؤں رکھکر بھاگے کہ ایک کو ایک کی خبر نہ رہی۔ بادشاہ دیکھا کیا لیکن
اسکی مدد کیلئے کسی کو حکم نہ دیا۔ الماس بیگ الغخان فوج میسرہ کا سردار
تھا سرداران لشکر جو اسکے زیر کمان تھے عرض کیا تعاقب کنندگان کی مدد کیلئے
ایک آدھ دستہ روانہ کیا جائے مگر اس نے ایک نہ سنی۔ سبب اسکا عیاں
ہے بوجہ شہرت فتح قلعہ سیوستان کے بغض کا سبیل اللہ ظفر خان سے ہو
گیا تھا۔ اور اس لڑائی کا سہرا بھی اسکے سر رہا جسسے جل بھنکر خاک ہو
گیا وہ چاہتا تھا کہ کسیطرح اس بہادر کا قضیہ پاک ہو اور کانٹا نکل جائے
ادہر کی سنئے ظفر خاں برابر مغلوں کو دبائے چلا جاتا تھا ترغی بیگ
ایک سردار مغلی کمین میں بیٹھا ہوا تھا جب اس نے دیکھا کہ ظفر خاں
آگے نکل گیا۔ تو اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ درختوں پر چڑھ کر دیکھیں
کوئی لشکر ظفر خان کی مدد کو تو نہیں آتا۔ وہاں حسب مراد نتیجہ نکلا دور
دور تک میدان صاف تھا۔ موقع کو غنیمت جانکر ہاتھ سے نہ کھویا پیچھے
سے حملہ کر دیا بھاگنے والے بھی لوٹ پڑے اور ان کو بیچ میں گھیر لیا
بڑا گھمسان کا رن پڑا وقت آ پہنچا تھا گھوڑے کی تیر کاری لگا
وہ گرا اور اسکے ساتھ جانباز کرار بھی نیچے آرہا۔ جب ترکش خالی ہوگیا
شمشیر آبدار نیام سے نکالی اور چشم زدن میں دشمن کی ایک معقول تعداد
کو جو اسکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئی تھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا
قتلغ خواجہ سپہ سالار لشکر مغل بھی اسکے محاصرین میں تھا اس سے کہا
کہ تلوار ڈالدے اور میری پناہ میں آجا میں تجھکو اپنے باپ کے حضور
میں لے جاؤنگا وہ تیرا رتبہ بادشاہ دلی سے کہیں زیادہ بڑہا دیگا مگر

نمک حلال بہادر سردار نے اس ننگ کو گوارا نہ کیا اور کفار کو برابر جہنم واصل کرتا رہا مغل چاہتے تھے - کہ ظفر خان کو زندہ گرفتار کر لیا جائے مگر یہ ممکن نہ تھا - آخرالامر سب نے غلبہ کرکے اُسے شہید کر دیا اس کا ایک ہمراہی بھی میدان سے نہ بھاگا اور سب کے سب نے وہیں جان دیدی ع

ظفر خاں کی حملہ نے مغلوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے گو اسکو شہید کر دیا تھا مگر ان کے دلوں پر اسقدر خوف غالب آگیا تھا کہ بجائے اسکے کہ واپس دلی کو آتے وہ پائے تخت سے تیس کوس کے فاصلہ پر جا ٹھیرے معدودے چند مغلی سرداروں کی یہ رائے تھی کہ صبح پھر دلی کی طرف روانہ ہوں - مگر تمام لشکر نے اسکی مخالفت کی اور اس مقام سے بیس بیس کوس کی منزلیں کرتے ہوئے اپنی ولائت میں جا پہنچے -

زیادہ تر افسوس تو یہ رہا - کہ عہد علائی میں شکستیں ہمیشہ کھاتے رہے لیکن قبل ازیں کچھ نہ کچھ لوٹنے گھسوٹنے مال ان کے ہاتھ آجاتا تھا جس سے ایک درجہ اشک شوئی ہو جایا کرتی تھی لیکن فتح اقلیم دلی کے خیال میں جیساکہ بیان ہو چکا - نصیب کے ہیٹے اسدفعہ اس سے بھی محروم رہی کشش خاک ہند ہزاروں کو یہاں کھینچ لائی جنکے پہنچانے کے لیئے اور بہت سے برگشتہ آئے - امانت کو سپرد خاک کیا لشکر کشی کی طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں جو جھیلیں وہ ماسوائے تھیں

الغرض اس طرح دم دباکر بھاگے کہ اپنے مجروحین کو بھی میدان ہی میں چھوڑا - اپنے ہی جانوں کے لالے پڑے ہوئے تھے ان کی کیا خبر لیتے - یا تو سال میں قفس کی مانند دو مرتبہ - ورنہ آٹھے برس تو ضرور ہی ہندوستان پر حملہ ہوتے - لیکن اس لڑائی سے کچھ تو ڈر - اور کچھ کمزوری اسقدر زیادہ ہو گئی تھی - کہ تین چار سال تک رخ نہ آیا کہ ہندوستان فتح کریں شہ

رنتھنبور پر لشکر کشی

رائے پتھورا کا نواسہ ہمیر دیو قلعہ رنتھنبور پر (جو کہ ہندوستان کے نہایت مضبوط قلعوں میں دلی سے نسبتاً نزدیک تھا) قابض تھا سلطان علاؤالدین نے اس قلعہ کا فتح کرنا سب پر مقدم سمجھا ۶۹۹ سنہ ہجری میں الماس بیگ الغخاں جو اسوقت حاکم بیانہ تھا۔ اسکو اس مہم کیلئے نامزد کیا نصرت خاں کے نام جو صوبہ دار کڑہ تھا فرمان بھیجا کہ تمام لشکر لیکر قلعہ رنتھنبور کی طرف روانہ ہو اور الغخاں سے مل جائے چنانچہ جھاین سے دو منزل پر ہر دو لشکر مل گئے اور پہلا کام جو ان دو سرداروں نے کیا وہ قلعہ جھاین کا فتح کرنا تھا۔ اسکے فتح کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی یہاں سے چل کر رنتھنبور پر جا پہنچے۔ اور جاتے ہی اسکا محاصرہ کر لیا ہمیر دیو بھی اس فوج کشی سے غافل نہ تھا۔ اس نے بھی سب سامان حرب درست کر لیا تھا۔ اتنا تو اسے مقدور نہ پایا بلکہ بادشاہی فوج کا محاصرہ نہ کرنے دے۔ مگر محاصرہ ہوتے ہی قلعہ میں سے تیروں اور منجنیقوں کے ذریعے پتھروں کا مینہ برسنے لگا۔ دوسرے دن نصرت خاں پاشیب دمدمے اور مورچوں وغیرہ کی فکر میں گشت لگا رہا تھا۔ کہ پتھر قلعہ کے اندر سے آکر لگا۔ گو ظاہرا کچھ زیادہ زخمی ہوا۔ مگر اس ضرب سے جانبر نہ ہو سکا۔ اور تیسرے چوتھے روز چل بسا۔ اوسکے مرنے سے کچھ ایسی ہلچل لشکر میں پھیلی کہ آسانی اور جلدی سے فرو نہ ہو سکی ہمیر دیو بھی بیس ہزار سوار اور پیادہ لیکر لڑنے کیلئے نکلا مگر الغخاں نے مصلحت نہ دیکھی اور بغیر لڑے محاصرہ اٹھا چل کھڑا ہوا جھاین میں آکر ڈیرے میں خیمے ڈالدئے سلطان کو جب نصرت خاں کے مرنے کی خبر پہنچی نہایت رنجیدہ اور الغخاں کے محاصرہ اٹھانے اور جھاین میں آ قیام کرنے پر بہت

افروختہ ہؤا۔ بذات خاص میدان میں جانیکا ارادہ کیا۔ نہایت شان و شوکت
اور کوکبہ شاہی کے ساتھ رنتھمبور کی طرف کوچ کیا۔ پلپیٹ میں چند دن قیام
کیا اثنائے قیام میں وہ ہر روز شکار کھیلا کرتا تھا۔ ایکدن کھیلتے کھیلتے
لشکرگاہ سے بہت دور نکل گیا رات کو ایک گاؤں میں قیام کیا دوسرے
دن صبح کو اپنے ساتھیوں کو کوچ کا حکم دیا۔ آدمی تیاری میں مشغول تھے
اور سلطان ایک موڑھے پر بیٹھا ہؤا جنگل کے نظارہ کی سیر کر رہا تھا اور
اس امر کا منتظر تھا۔ کہ جب سب تیار ہو جائیں لشکرگاہ کی طرف روانہ ہو

سلطان پر حملہ

سلیمان شاہ المخاطب بہ اکتخان وکیلدر سلطان کا بھتیجا بھی اس مہم میں
ہمرکاب تھا اس کے دماغ میں یہ سمایا کہ جس طرح چچا اپنے چچا سلطان
جلال الدین فیروز شاہ خلجی کو شہید کر کے تخت پر قبضہ کر بیٹھے ہیں
اسیطرح میں بھی ان کو ٹھکانے لگا۔ بادشاہ ہو جاؤں اسی خیال خام کی
بنا پر جب بادشاہ رات کو لشکر میں نہ پہنچا تو چرچے ہونے لگے وکیلدر صاحب
سمجھے کہ مقصد برآری کا وقت آگیا اور چند نو مسلم تیرانداز سواکیکر جو انکے
ملازم تھے۔ ساتھ لئے چل نکلے دل میں کہتے جاتے تھے کہ اگر سلطان کا
کسینے کام تمام کر دیا تو خیر پھر کسی قسم کی زحمت اوٹھانی ہی نہ پڑیگی ورنہ
اگر اس جنگل ہی گیا۔ تو اسکی جان کی خیر نہیں الغرض جب سلطان کو
دور سے دیکھا۔ اپنے سواروں کو حکم دیا کہ باگیں اٹھا دو۔ اور جس وقت
نزدیک پہنچ جاؤ۔ تیروں کا مینہ برسانے لگو چنانچہ سوار ہو جب اسکے
حکم کے گھوڑے اڑاتے ہوئے بادشاہ کیطرف آئے یہاں آدمیوں نے
پہچانا۔ کہ اپنے ہی ہیں کوئی بیگانہ یا دشمن نہیں۔ بادشاہ کی تلاش میں
غالباً لشکر سے نکلے ہونگے " سلطان کو دیکھ پایا ہے بدین وجہ خوشی

اور جوش سے جلدی قدم بوسی حاصل کرنا چاہتے ہیں سواروں نے نزدیک آتے ہی تیر اندازی شروع کر دی۔ معدودے چند اشخاص اس وقت سلطان کے پاس موجود تھے یہ جاں نثار سلطان کے سپر بنے سلطان علاؤالدین گھوڑے سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اس سے ڈھال کا کام لینا شروع کیا بسر دی نہایت شدت سے پڑتی تھی بادشاہ قبا اور دگلا پہنے ہوئے تھا جس نے ایک حد تک اس وقت زرہ اور بکتر کا کام دیا سب تیروں کو موڑ ہی پر روکا صرف دو تیر اسکے بازو پر جا لگے مگر دگلہ کی وجہ سے کوئی تیر کاری نہ لگا جب سلیمانی شاہ اکتخاں کے سوار بالکل پاس پہنچ گئے تو ان کی آرزو ہوئی کہ گھوڑوں سے اتر کر سلطان کا سر تن سے جدا کر دیں لیکن چند جانباز اسی وقت اپنی جان پر کھیل کر لڑے اسلئے وہ آگے نہ بڑھ سکے اتنے میں سلطان کے محافظوں میں سے ایک نے زور سے پکارا کہ بادشاہ مارا گیا۔ یہ صرف ایک چال تھی جو چل گئی ٭

سلیمان شاہ اکتخاں گرھی کی عقل نہ رکھتا تھا باوجود اپنے غلبے کے اس سے نہ ہو سکا کہ سلطان کا سر کاٹ لے۔ فوراً حماقت سے محافظ سلطانی کی بات کا یقین کر لیا۔ پھر کیا تھا۔ فوراً لشکرگاہ کی واپسی کا حکم دیا اور آناً فاناً میں گھوڑے پر سوار بارگاہ سلطانی میں آیا تخت علائی پر بیٹھا اور چلا چلا کر کہتا تھا کہ سلطان علاؤالدین کو میں نے مار ڈالا۔ اب میں تمہارا بادشاہ ہوں۔ دربار عام کا اذن دیا لشکر میں ایک شور و غل بپا ہو گیا ہاتھیوں پر عماری رکھکر بارگاہ سلطانی کے سامنے لائے۔ خاصہ اور کوتل گھوڑوں کو لے اپنے موقعہ پر کھڑے کئے۔ ملازمان درگاہ آئے۔ اور ہر شخص اپنی جگہ پر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ قاریوں نے قرأت شروع کی اور ہر طبلہ پر تھاپ پڑی۔ بزرگان دین جو لشکر میں تھے۔ آئے چند گھڑی کے بادشاہ کے ہاتھ کو چومتے۔ اور مبارکباد دیتے جاتے تھے۔ اور حاجب ذرا

ذراسی بات پر بسم اللہ کے نعرہ بلند کرتے تھے حسب مراتب خلعت اور خطابات بھی اس دربار میں مرحمت فرمائے گئے۔ شاہ سلیمان شاہ اکتخاں اپنے آپ کو پورا بادشاہ تصور کر چکے تھے اور فی الحقیقت ظاہری طور پر کسر ہی کیا رہ گئی۔ ان کے جی میں آیا کہ اپنی تزک وشان دکھا چلے اب حرم سرائے میں بھی دبدبہ وکوکبہ سلطانی کی آن بان کا اظہار روا ہے بایں خیال باطل حرم سرائے کی راہ لی ۔

ملک دینار داروغہ تھا۔ وہ حرم محلے کے دروازوں پر پہلے ہی سے انکی پیشوائی کا مع اپنے دوستوں کے مسلح ہو کر منتظر تھا۔ جس وقت یہ حضرت ڈیوڑھی پر پہنچے۔ اور قدم اندر رکھنے لگے اس نے بڑھکر ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ کہاں جاتا ہے۔ اگر تو نے واقعی سلطان علاؤالدین کو مار ڈالا ہے تو اس کا سر کہاں ہے جبتک اسکا سر مجھکو نہ دکھائیگا ہرگز محل سرائے میں نہ جانے دونگا۔ معقول بات تھی بیچارہ اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ اگر سلطان کو مارا ہوتا۔ تو سر لاتا۔ یہاں تو معاملہ ہی دوسرا تھا ۔

ادھر کی سنئے سلیمان شاہ اکتخاں کے تھوڑی دیر چلے آنے کے بعد سلطان علاؤالدین جو زخموں کی تکلیف سے بیہوش ہو گیا تھا ہوش میں آیا دونوں زخم نہایت گہرے تھے۔ اور جب تیروں کو ان میں سے نکالا تو بیحد خون نکلا۔ زخموں کو دھو دھا کر پٹیاں باندھ گئیں۔ سلطان کا ارادہ تھا۔ کہ وہاں سے سوار ہو کر سیدھا اپنے بھائی الماس بیگ الغخاں کے جھاین میں چلا جائے اور وہاں پہنچکر اسکے متعلق حسب ضرورت تدابیر عمل میں لائی جائیں مگر عمدۃ الملک کا بیٹا ملک حمید الدین نائب وکیلدر جو نہایت عقلمند فرزانہ اور رائے زنی میں یکتائے زمانہ تھا۔ روانگی جھاین میں مانع ہوا اور عرض کیا کہ بھولکر بھی قبلہ عالم اس خیال کو دل میں نہ لائیں۔ ورنہ غضب ہی ہو جائیگا۔ بلکہ برعکس اسکے حضور جلالت مآب کو

اسی دم سراپردہ سلطانی کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے جسوقت چتر شاہی لشکری دیکھینگے۔ سب کو سلامتی ذات والا کا یقین ہوگا جوق جوق دم دن میں آ کر حاضر خدمت ہو جاوینگے لیکن ایک رات گزر گئی اور خلق پر یہ امر ظاہر نہ ہوا کہ بادشاہ نصیحت تمام زندہ وسلامت ہے تو بڑی خرابی پیدا ہوگی اور جب خلق اسکی بیعت کرے گی۔ تو معاملہ بہت طول کھینچ جائیگا۔ مصلحت اس میں نظر آتی ہے کہ معاً لشکرگاہ کیطرف بادشاہ روانہ ہو جائے اور تاخیر کو اس میں دخل نہ دیا جائے۔

ملک حمید الدین دکیلدر کی رائے سلطان نے بہت پسند کی اور فوراً معہ باقی ماندہ چھین سواروں کے ساتھ لشکرگاہ کا رخ کیا جس سپاہی نے راہ میں بادشاہ کو دیکھا ساتھ ہو لیا اور لشکر کے قریب پہنچتے پہنچتے پانسو سوار کی جمعیت ہو گئی۔ لشکرگاہ سے ملی ہوئی ایک پہاڑی تھی بادشاہ اس پر چڑھ گیا۔ تاکہ لشکری اچھیطرح سے دیکھ سکیں جب لوگوں کی نظر چتر شاہی پر پڑی۔ اپنے کاروبار چھوڑ کر قدمبوسی کیلئے بے اختیار دوڑے دربار سب درہم وبرہم ہو گیا اور جب سلیمان شاہ اکتخان نے یہ حال دیکھا۔ سراپردے سے باہر آیا اور سوائے اسکے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ چند ہمدموں کے ساتھ راہ فرار اختیار کرے۔

سلطان علاؤالدین نے سراپردہ میں رونق افروز ہو کر بارعام کی اجازت دی ہر ایک لشکری جسکی بادشاہ تک رسائی محال تھی آستانہ بوس ہوتا۔ اور بیحد شادان نظر آتا تھا۔ بدبخت سلیمان شاہ اکتخان پر قہر سلطانی نازل ہوا اور مورد عتاب کیوں نہ ہوتا اپنے ولی نعمت قدیم کے ساتھ غداری کرنا کوئی معمولی جرم نہیں ملک اعز الدین بلغان خان و ملک نصر الدین۔ نور خان۔ تعاقب میں روانہ کئے گئے۔ حریف کو موضع افغان پور میں جالیا۔ اسکے ہمراہیوں کو واصل جہنم کر اسکا سر کاٹ ڈیوڑھی پر لاڈالا

کیا۔ حکم ہوا کہ نیزہ پر رکھکر تمام لشکر میں پھرایا جائے اور دلی بھیجدیا جائے تاکہ وہاں بھی ہر گلی کوچہ میں تشہیر کریں ؎

سلیمان شاہ اکتخان کے چھوٹے بیگناہ بھائی کو جسکا خطاب قتلغ خواجہ تھا۔ فوراً قتل کرادیا گیا۔ اور تحقیقات میں جو اشخاص مشتبہ معلوم ہوئے یا سلیمان شاہ اکتخان کے غدر میں کسی کی ذراسی بھی سازش پائی گئی ان کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا گھر بار ضبط کرلئے عورتوں اور بچوں کو قید کرکے مختلف قلعوں میں بھیجدیا گیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد جب باغیوں کی سزا دہی سے فراغت پائی اور زخم بازو بھی اچھا ہونے لگا۔ بادشاہ نے تلپٹ سے کوچ کیا اور یلغار کرتا ہوا قلعہ رنتھنبور کی دیواروں کے نیچے جا پہنچا۔

جس وقت سلطان وہاں پہنچا محاصرہ بڑی سختی کے ساتھ کیا جارہا تھا۔ بادشاہ کے پہنچتے ہی اور زیادتی ہوگئی کھجوروں کے تھیلے تمام لشکر میں تقسیم ہوئے تاکہ خندق کو پاٹ دیا جاوے اور اپنے بچاؤ کیلئے دمدمے بنائے جائیں اہل قلعہ جن میں علاوہ راجپوتوں کے جالور کے باغی مسلمانوں کی ایک معقول تعداد تھی بڑی بے جگری سے مقابلہ پر اڑے ہوئے تھے۔ رات دن منجنیقوں سے پتھر۔ کمانوں سے تیر اور آتشی پچکاریوں سے آگ برساتے تھے۔ محاصرین بھی سختی جھیلتے اور اسی بہادری سے ہر شے کا اسی چیز کے ساتھ جواب دیتے۔ غرضیکہ طرفین ہر روز بلا ناغہ سیکڑوں کی تعداد کم ہوجاتی تھی۔ عساکر علائی نے صرف محاصرہ ہی پر قناعت نہ کی۔ بلکہ تاخت و تاراج کرتا ہوا سرحد دھار تک جا پہنچا

بھانجوں کی بغاوت

اسی اثنا میں خبر داروں نے سلطان کو خبر پہنچائی۔ کہ دونوں بھانجے امیر عمر حاکم

ہمایوں اور منگو خاں صوبہ دار اودھ باغی ہوا چاہتے ہیں۔ کیفیت
اسکی یہ ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ قریباً تمام لشکر کے ساتھ بادشاہ
محاصرہ رنتھنبور میں نہائت سرگرمی سے مشغول ہے اور محاصرہ طول
کھینچتا جاتا ہے موقعہ کو غنیمت جانکر نئی فوج بھرتی کرنی شروع کی
اور امرائے کے ملانے کی سعی کرنے لگے اجل سر پر کھڑی تھی ادھر
سلطان کو خبر ہوئی ادھر قرب وجوار کے حکام کے نام فرمان جاری ہوگئی
کہ سرکشوں کو فوراً قید کرکے حضور میں تعجیل تمام روانہ کردو نامرادوں
کے دل میں کی دل ہی میں رہی۔ ابھی علم بغاوت بھی بلند نہ کیا تھا۔ کہ گرفتار
ہوکر رنتھنبور پہنچے۔ اگر دیکھا جائے۔ تو ان دونوں سے سلیمان شاہ
اکت خاں ہی اچھا رہا تخت پر بھی جلوہ افروز ہوا [illegible]م سرائے کا بھی ارادہ
تو کیا تھا۔ بار نہ ملا یہ دوسری بات ہے۔ باقی رہا انجام سو جو اُسکا ہوا
وہی ان کا ہونا تھا یعنی طرح طرح کے عذابوں کے بعد قلعہ رنتھنبور کے
فصیل کے نیچے قتل کئے گئے۔ تا کہ مشاہدہ کرنے والے انکو عبرت ہو اور آئندہ
سبق سیکھیں۔ مگر ایسا نہ ہوا اس سیاست پر بھی آتش بغاوت فرو نہ ہوئی

حاجی مولا کا غدر

ایک نیا گل کھلا یعنی۔ حاجی مولا پروردہ ملک الامرا فخر الدین کوتوال
قدیم نے جو عہد سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی میں عہدہ سرشحنگی
دلی پر ممتاز تھا۔ دار الامارۃ میں علم بغاوت بلند کیا یہ شخص نہائت ہی فتنہ
پرداز شطط اور خبیث پیدا ہوا تھا اس زمانہ میں یہ شحنۂ خالصہ تھا۔
علاء الملک کے بعد بایزید ترمذی کو عارضی کوتوال دلی کا مقرر کیا تھا۔
ایکطرف تو باشندگان شہر بوجہ اس کے ظلم و تعدی کے جان سے
تنگ آگئے تھے۔ دوسری طرف حاجی مولا نے دیکھا۔ کہ سلطان فتح قلعہ

رنتھنبور کے تدابیر میں مستغرق ہے شہر کے چند معزز اشخاص کو ملایا اور اس غدر کی دوپہر کیوقت کارروائی شروع کی رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ گرمی بڑی شدت سے پڑتی تھی۔ آدمی اپنے گھروں میں قیلولہ کر رہے تھے۔ یہ حرام زادہ چند غلاموں کو جنکے ہاتھوں میں شمشیر برہنہ تھیں ساتھ لے شہر میں قریب بارہ بجے دن کے داخل ہوا۔ اور سیدھا ترمذی کے مکان کا راستہ لیا۔ اسکے مکان پر جاکر معلوم ہوا کہ وہ سوتا ہے اسے بادشاہ کے فرمان کے بہانے جگایا گیا وہ الحبل رسیدہ فوراً آنکھیں ملتا ہوا دیوان خانہ میں آیا۔ اس نے ایک کاغذ فرمان کی صورت کا لپٹا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں دیا۔ اس نے نہایت تعظیم و ادب کے ساتھ لیا۔ آنکھوں سے حسب دستور لگا۔ اور کھول کر پڑھنا چاہتا تھا کہ حاجی مولا نے ایک غلام کو اشارہ کیا۔ اس نے تلوار کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ ترمذی کا سرتن سے بالکل جدا ہوگیا۔ حاضرین نے کچھ تعرض کرنا چاہا۔ حاجی مولا نے ایک فرمان بطغرا بغل میں سے نکالا اور کہا کہ اس فرمان کی رو سے کوتوال کو قتل کیا گیا ؛

یہاں سے چل کر اس نے علاء الدین ایاز کوتوال حصار نو کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ فرمان سلطانی صادر ہوا ہے اسکے احکام یہاں آکر سن جا مگر ایک رازدار نے پہلے ہی اسے خبر پہنچا دی تھی وہ اسکی چال میں نہ آیا اور فوراً حصار نو کے دروازہ بند کر قلعہ بند ہو بیٹھا۔ یہ حصار نو وہ مقام تھا۔ کہ جسکی بنا سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے اس بنا پر ڈالی تھی۔ کہ شروع میں ترک اس سے مانوس نہ ہوئے تھے سخت متنفر ہونے کے بعد وہ شہر میں بھی چند عرصہ تک گیا اور اسی اثنا میں اپنی رہنے کی غرض سے اس نے حصار نو بنایا اسمیں باغات لگائے بازار بنائے اور امیر دریائے اس امر کی

خاص تاکید کی گئی کہ اسی کے اندر اپنے رہنے کی خاطر مکان بنائیں اور باشندوں کی آبادی میں دل جان سے کوشاں ہوں چنانچہ چند عرصہ کے بعد نیا شہر آباد ہوگیا۔ اور غالباً ہندوستان میں نئے طرز کا جس سے اس ملک کی مسلمانوں کی روزانہ زندگی کا بخوبی اندازہ لگ سکتا ہے وہ پہلا شہر تھا۔ سب سے زیادہ قابل افسوس امر یہ ہے کہ اگر آج ہم وہاں جا کر دیکھیں تو سوائے دو چار گمنام کھنڈرات کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔

جب علاو الدین ایاز کوتوال حصار نو پر قابو نہ چلا تو حاجی مولا کوشک لال میں پہنچا اور تمام ملکی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ قید سے رہا ہی نہیں کیا بلکہ ان میں جو اسکے یار اور مددگار ہوگئے ان کو اشرفیاں ہتھیا۔ اور گھوڑے بھی دئے کچھ انہی لوگوں پر اسکی سخاوت محدود نہ تھی بلکہ شہر کا جو کوئی شخص اسکا متبع بنتا۔ اسکو اشرفیوں سے مالامال کر دیتا تھا۔ روپیہ کے لالچ سے اسکے پاس قصداً اور عمداً لوگ جانے لگے یہ تھا۔ بڑا چلتا پرزا خود تخت پر نہ بیٹھا۔ بلکہ ایک سادہ لوح علوی زادہ کو جو شاہ نجف کا نواسہ کرکے مشہور تھا اور ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش کا نواسہ ہوتا تھا زبردستی گھر سے لاکر کوشک لال میں تخت پر بٹھا دیا اور لوگوں کو اسکے ہاتھ پر بیعت کرنے پر مجبور کیا۔ اسمیں اس نے یہ مصلحت سوچی تھی کہ نواسہ شاہ نجف کی عام آدمی عزت کرتے ہیں کوئی اسکی تخت نشینی میں مخل نہ ہوگا اور وہ کٹ پتلی کیطرح میرے ہاتھ میں رہیگا۔ جسطرح میں چاہونگا اسے نچاؤنگا۔ اسکو اپنے اس مقصد میں ایک حد تک ضرور کامیابی ہوئی۔ بغاوت کے ساتویں دن ملک حمید الدین امیر کوہ نے اپنے بیٹوں اور عزیز و اقارب کی مدد سے اس ناپاک حاجی مولا کا کام تمام کیا۔ اور کوشک لال میں جاکر اس بیچارے علوی مسکین کا سر تن سے جدا کر کے فتحنامہ کے ساتھ رنتھبور بھیجدیا۔ فتحنامہ پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد الغ خاں اور الغ خاں سراتے تاذب

دلی کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں آکر اس نے حاجی مولا کے مددگار اور شبری کو گرفتار کیا۔ اور جتنا روپیہ خزانہ عامرہ سے انہوں نے لیا تھا سب واپس لے گیا تھا کسیکو مارا اور کسی کو جلاوطن کیا کسی کو اندھا کیا اور کسیکو قید خانہ میں بھیجدیا۔ کوشک معزی میں جہاں آکر اس نے قیام کیا تھا ملک الامرا فخرالدین کوتوال کے بیٹوں اور نواسوں کو جو اس بغاوت سے بالکل بے خبر تھے مع دیگر لواحقین وملازمین سبکو بیدریغ تہ تیغ کیا جب اطمینان اور انتظام ہو گیا۔ تو پھر قلعہ رنتھنبور کو واپس چلا گیا ہو

تدابیر انسداد بغاوت وغدر

جالور کے فتنہ سے لیکر جو سختی وصولی خمس غنائم کیوجہ سے ہوا تھا حاجی مولا کے بغاوت تک چار دفعہ غدر ہوا۔ اب تو سلطان کی آنکھیں کھلیں اسکو مجبوراً خواب غفلت سے بیدار ہونا پڑا۔ ایک تو تدابیر فتح قلعہ رنتھنبور میں رات دن کوشاں تھا۔ دوسرے آئے دن کے بغاوتوں اور فتنوں نے جو ملک میں ہر طرف اٹھتے رہتے تھے۔ اُسے متفکر کر دیا اسباب بغاوت دریافت کرنے کیلئے مدبران سلطنت کی مجلس مقرر ہوئی۔ جسکے سربرآوردہ رکن ملک حمید الدین ملک عزالدین عین الملک ملتانی وغیرہ تھے۔ ہر ایک ان میں سے ارسطو دوران اور لقمان زمان تھا کئی دن کی بحث مباحثہ کے بعد یہ رائے قرار پائی۔ کہ اسباب بغاوت چار ہیں ہو

اوّل انتظامات سلطنت اور نیک و بدخلائق عامہ سے بادشاہ کی بیخبری

دوم شرابخواری کہ جسکی فی زمانہ بیحد کثرت ہو گئی ہے آدمی شرابیں پیکر جلسے منعقد کرتے ہیں اور حالت نشہ میں جو دلوں کے پوشیدہ راز ہیں وہ بے ساختہ منہ سے بکدیتے ہیں۔ اور آپس میں عہد و پیمان کرکے فتنہ پا کرتے ہیں ہو

سوم - امرائے والاتبار اور ملوک با اقتدار کی ایک دوسرے کے گھر میں آمد رفت - رشتہ قرابت - کیونکہ اگر ایک کو ان میں سے کوئی حادثہ پیش آتا ہے - تو دوسرے بوجہ رابطہ اتحاد - قرابت و رشتہ داری یار مددگار بن جاتے ہیں ۔

چہارم - زر و مال - یہ ایسی شے ہے کہ جب معمولی اخراجات سے ذرا بھی زیادہ ہو جاتا ہے فوراً ہوا و ہوس شر و فتنہ سے سر پر ہو جاتا ہے اور دماغ نعوذ باللہ عرش معلےٰ پر پہنچ جاتا ہے - جب روپیہ ضروریات سے زیادہ نہیں ہوتا - تو آدمی خود بخود کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں بعض آدمی فطرتاً متفنّی اور مشطط ہوتے ہیں لیکن جب مالی استعداد ہی نہیں ہوتی تو بغاوت کا خیال کبھی ان کے دل میں ہی نہیں گزرتا ۔

حاجی مولا کی بغاوت کو زیادہ عرصہ نگذرا تھا - کہ قریباً ایک سال کے محاصرہ کے بعد قلعہ رنتھنبور فتح ہوا - ہمیر دیو اور تمام اراکین گرفتار ہو کر قتل کئے گئے بغاوت جالور کے باغی مفرور جو یہاں آکر پناہ گزین ہوئے تھے - سب لڑائی میں مارے گئے دو چار جو زندہ بچے گرفتار ہوئے اور مست ہاتھیوں کے پاؤں میں روندوا کر مروا ڈالے گئے ۔

مال اسباب جواہرات اور خزانہ مفتوحین کے ہاتھ آیا سلطان نے اپنے حقیقی بھائی الماس بیگ الغخاں کو ولایت جہابن تا سرحد بہار اور قلعہ رنتھنبور وغیرہ جاگیر میں عطا کیا اور خود دارالامارت کیطرف مراجعت فرمائی الماس بیگ الغخاں نے سلطان کے چلے آنے کے بعد چھ سات مہینے میں معقول لشکر جمع کر لیا اور ارادہ تھا - کہ ملک دکن پر فوج کشی کر کے ارنگل وغیرہ کو فتح کر لے لیکن عمر نے وفا نہ کی - اور دائمی جدائی کا داغ اپنے بھائی بادشاہ کو دے گیا - سلطنت کے دو بڑے زبردست رکن یعنی رستم زمان اسفندیار - دوران ملک عز الدین الملقب بہ ظفر خان

ظفرخان خونی پہلے مرچکے تھے۔ تیسرے نے بھی رخت ہستی باندھا۔ ایک
...ن کے سالے رہ گئے جس نے بادشاہ کا ساتھ اسکے آخری عہد تک دیا

...ان علاؤالدین کو اس حادثہ کا نہایت رنج ہوا۔ اور کیوں نہ ہوتا۔ ایک
...قوت بازو دوسرے سلطنت کے لحاظ سے رکن اعلےٰ حسب قاعدہ بادشاہ
...ام میں بہت بڑی ابتری پیدا ہوجانی چاہیے تھی کیونکہ تین بڑے بڑے
...کا قلیل عرصہ میں یکے بعد دیگرے مرجانا۔ اور اس پر بادشاہ کی امورات
...نت سے بیخبری اور بے پروا ہی۔ مگر اقبال علائی کا ستارہ بلندی پر تھا
...بھرتا تھا۔ اسکی بجائے دو اس سے بہتر پیدا ہوجاتے۔ ملک عزالدین
...اں مغلوں کی لڑائی میں شہید ہوگیا۔ اس کا قائم مقام ملک فخر الدین
سلطان غیاث الدین تغلق غازی اس سے بدرجہا بہتر ثابت ہوا۔
...ازیں سلطان کو بغاوتوں سے خود ہوش آگیا تھا۔ اور پہلے کیطرح
...امات سے بیخبر نہ رہا تھا۔

عمل درآمد

دارالخلافت میں آتے ہی اس نے انسداد غدر کی تدابیر مذکورہ بالا پر
...آمد شروع کردیا۔ اور سب پر تدبیر چہارم کو مقدم رکھا۔ یعنی حکم دیا
...جاگیریں بطور انعام یا اوقاف کے ہوں یک قلم خالصہ کرلی جائیں۔
...ل رعایا پر زیادہ کردیا جائے مختلف قسم کے عارضی ٹیکس لگادے
...مدعائے اصلی یہ تھا کہ جس طرح بنے رعیت کو مفلس کردیا جائے
...چند ماہ میں آدمی قطعی مفلس ہوگئے ہر ایک فکر معاش اور تحصیل
...میں مستغرق رہنے لگا۔ تمام فتنہ پردازی کے خیالات دماغ سے
...ہوگئے۔

...

پہنچائے کہ نیک و بد کسی متنفس کا حال سلطان سے پوشیدہ نہ رہا۔ جو امرائے اپنے گھروں میں باتیں کرتے تھے۔ وہ بھی سلطان کے کانوں تک ضرور پہنچ جاتی تھی اگر ذرا خلاف ہوتی فوراً جواب طلب کیا جاتا تھا۔ ملوک اسقدر ڈرنے لگے کہ ہزار ستون میں (ایک محل تھا۔ اور اکثر لوگ اس میں جمع ہوتے تھے) اگر کسی کو کوئی اپنی بات کہنی ہوتی تھی تو اس خیال سے کہ مبادا کوئی بیجا بات منہ سے نکل جائے اشاروں ہی اشاروں میں تمام گفتگو ہو جاتی تھی۔ الغرض گلی کوچہ بازار اور گھر کے اندر تک کوئی بات بادشاہ سے پوشیدہ نہ تھی اس سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جو باتیں امن میں خلل ڈالنے والی تھیں وہ مفسدوں کے دل ہی دل میں رہتی تھیں۔ زبان تک اس خوف سے نہ آتی تھیں کہ کہیں سلطان کو خبر ہو گئی تو جان کی خیر نہیں ؃

شراب خواری کے متعلق یہ کارروائی کی گئی اسکے پینے فروخت کرنے اور دیگر مسکرات مثل چنڈو مدک و چرس کے استعمال کی قطعی طور پر ممانعت کر دی گئی اسکے ساتھ جوا قمار بازی کی بھی سخت ممانعت ہو گئی۔ کلالوں کو دارالخلافہ سے نکال دیا گیا اور جو ٹکیس کی بڑی معقول رقم ان سے لی جاتی تھی۔ سب معاف کر دی گئی۔ حالانکہ خزانہ کو اس سے بہت بڑا نقصان پہنچا۔ لیکن اس موقعہ پر اسکا مطلق خیال نہیں کیا گیا ؃

سب سے پہلے سلطان نے مجلس خانہ خاص کیلئے حکم نافذ کیا شیشہ و پیمانہ وصراحی کو جو ہزارہا روپیہ کی لاگت کا سامان تھا۔ سب کو شہر کے باہر لیجا کر توڑ ڈالا۔ اور شراب شیراز کے قرابے الٹ دئے سلطان کے حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔ وہ صراحی جو سدا کسی گل اندام کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ اور وہ پیمانے جو سلطان کے لبوں کو ہمیشہ چوما کرتے تھے چشم زدن میں نیست و نابود ہو گئے۔ شراب اس قدر تھی۔ کہ جتنے قرابے توڑے گئے یا خالی کئے گئے تو

نے مجلس شراب بالکل ترک کردی - اور ملوک کو حکم دیا کہ شہر کے گلی کوچہ
محلے بازاروں میں لوگوں کو شراب پینے سے منع کریں اور مختلف طریقوں
سے اسکے نقصانات کو انکے دل نشین کریں -

حکم علائی کوئی معمولی بات نہ تھی جس پر عمل نہ ہوتا - جو بھلے
اور جن کو اپنی عزت و آبرو کا خیال تھا - انہوں نے پہلی ہی منادی میں شراب
چھوڑدی - لیکن بعض بدمست نا عاقبت اندیش کس کی سنتے تھے اپنے
گھروں میں بھٹیاں بنا لیں اور قند و گڑ سے شراب بنانی شروع کردی
خود بھی پیتے اور دوسروں کے ہاتھ پوشیدہ فروخت بھی کرتے نتیجہ
یہ ہوتا - کہ مخبری ہوتی - اور خاص بادشاہ کے حضور میں معہ شراب کے پکڑے
ہوئے آتے حکم ہوتا - ان کو قید کردیا جائے اور شراب ہاتھیوں کے لئے
فیلخانہ میں بھیجدیا جائے - اس جرم کے قیدی تھوڑی مدت کے بعد اپنے
فعل قبیحہ سے باز آجاتے اور چند ایسے بھی تھے کہ دو دو تین تین مرتبہ
اسی جرم میں قید ہوکر آئے اور پھر شراب پیا چھوڑ کسی نے سچ کہا ہے
ع چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئے مگر ایسے آدمی خال خال رہ گئے تو
سلطان نے بھی ان کے لئے حکم نافذ فرمایا کہ جو کوئی اپنی ذات خاص کیلئے
گھر میں شراب تیار کرے اور شراب خوروں کا مجمع بھی اسکے گھر پہ نہ ہو -
اور نہ کسکے ہاتھ فروخت کرے - ایسے شخص سے آئندہ تعرض نہ کیا جائے
معتبر ذرائعوں سے معلوم ہوا کہ جسدن سے شراب کے متعلق فرمان صادر
ہوئے بغاوت کے مشوروں میں بہت کمی واقعہ ہوگئی تھی

امرائے اور ملوک کی نسبت یہ فرمان صادر ہوا - کہ بلا کسی خاص
وجہ کے ایک دوسرے کے گھر نہ آیا جایا کریں - آئے دن کے جلسے اور
دعوتیں موقوف - اگر کسیکو رشتہ کرنا منظور ہو - تو جبتک ہر دو فریق تخت
سلطانی کے آگے پیش نہ ہوجائیں قبل ازیں کوئی اس امر کی جرأت کرے

کسی بیگانہ شخص کو ہرگز گھر پر نہ آنے دیا جائے اور نہ ایسے شخص کو کسی کو بات کرنے کا حق حاصل ہے چونکہ یہ معاملہ خاص آرائین سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے سلطنت کیطرف سے بھی اور امرائے دملوک کیطرف سے بھی خاص احتیاط کی جاتی تھی شراب کی مجلسیں تو پہلے ہی درہم برہم ہو چکی تھیں۔ ناچ رنگ کے جلسے اور دعوتوں کو بھی لوگ خیرباد کہہ بیٹھے کوئی بغیر سبب کسی کے مکان پر آتا نہ کوئی کسی کے گھر بغیر غرض جاتا تھا۔ اور اس پر بھی یہ حالت تھی خلوت کا حاصل ہونا تو درکنار خوف کے مارے سرگوشی بھی نہ کر سکتے تھے نہ کسیکا درد دل سن سکتے تھے۔ نہ خود زمانہ کا شکوہ کسی سے کر سکتے تھے فتنہ پردازی کی مشورت کی تو کسی میں طاقت ہی نہ رہی

ہندوؤں کی فتنہ پردازی اور غداری کا انسداد

مسلمانوں کا تو بندوبست ہوگیا۔ اب رہے ہندو۔ یہ ہر وقت اور ہر جگہ غدر و بغاوت پر تلے رہتے تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی نے مدبران درگاہ سے ان کی سرکوبی کے لئے ضوابطہ تیار کرنے کیلئے فرمایا۔ یہاں کیا دیر تھی دو چار دن کے بحث مباحثہ کے بعد اسکے انسداد کیلئے دو اصول قرار دئے گئے

ضابطہ اوّل بندوبست کیا جائے اور پیمائش میں گاؤں کے بسوئے مقرر کئے جائیں۔ اور بغیر کسی فرق کے نصف غلہ کی مالک گورنمنٹ کو قرار دیا جائے خوطہ دار اور کاشتکاروں میں کوئی فرق نہ رہے اور حق خوطہ داری بالکل اڑا دیا جائے ÷

ضابطہ دوم ہاؤس ٹیکس مقرر کیا جائے اور اسکی وصولی میں نہایت احتیاط کو کام میں لایا جائے۔ جتنے دودھ دینے والے جانور مثلاً گائے بھینس اونٹ بکری وغیرہ ہیں۔ سب پر حق چرائی مقرر ہو۔

محصول کی وصولی کے لئے اس سے پہلے کوئی معقول انتظام نہ تھا

وصول کرنیوالے سارے کے سارے راشی تھے رعایا پر بھی بیحد ظلم
کرتے تھے اور خزانہ میں بھی پورا روپیہ داخل نہ کرتے چونکہ کوئی قوانین
وضوابط مقرر نہ تھے۔ ان سے کسی بات کی پرسش بھی نہ ہوتی تھی بقدر
جی چاہا۔ رعایا سے بصد جور و تعدی وصول کیا اور جسقدر دل میں
خزانہ میں داخل کر دیا جب مذکورہ بالا ضوابط قائم ہوئے اسکا انتظا
ملک شرف قائینی نائب وزیر مطالبہ کے سپرد ہوا۔ اس نے چند سال میں
اس کو نہائت جانفشانی کیساتھ بخوبی تمام انجام دیا اوّل تمام ممالک
محروسہ کی پیمائش کی جو اس سے پہلے کبھی ہندوستان کو نصیب نہ
تھی۔ بندوبست کے بعد یہ کام نہائت مضبوط ہو گیا ہر قسم کے ٹیکس جو قر
پائے تھے لگا دیے گئے اور ایسے قانون بنائے کہ ایک پائی بھی وصو
میں بقایا نہ رہتی تھی۔ کسی کارکن کی مجال نہ تھی۔ کہ حساب میں ایک چیتل
غبن کر جائے۔ اور رشوت کا بازار تو بالکل ہی سرد پڑ گیا تھا۔

یہ تو لکھا جا چکا ہے کہ سلطان علاء الدین علم سے بالکل بے بہرہ
علما کی صحبت سے بھی حذر کرتا تھا۔ وہ اپنے دل میں یہ سمجھے ہوئے
کہ انتظام سلطنت اور امورات مملکت کچھہ اور شے ہے اور احکام
شریعت چیزے دیگر اول الذکر بادشاہوں سے متعلق ہے اور موخر الذ
مفتیوں و قاضیوں سے گویا یہ دونوں بالکل علیحدہ چیزیں ہیں۔ اور ایک
دوسرے سے کسی قسم کا سروکار نہیں جس کام کو جہانبانی میں مفید پاتا۔
مشروع ہو یا نامشروع بیدریغ کر گزرتا سوائے دو چار علما
کے اسکے پاس اور آمدرفت بھی نہ رکھتے تھے ان سب میں بڑے قا
مغیث الدین تھے جنکو مشرکت خلوت سلطانی کا بھی فخر حاصل تھا

سلطان کا چند مسائل شرعی قاضی مغیث

سے دریافت کرنا

اسی زمانہ میں جبکہ ہر ایک بات کی جانچ پرتال ہوتی تھی ایک روز بادشاہ نے قاضی مغیث سے کہا۔ کہ میں چند مسئلہ دریافت کرتا ہوں بلا کم و کاست جو حق ہو بیان کرنا قاضی صاحب نے عرض کیا ہو کہ ایسا معلوم ہوتا ہے میرے زندگی کے دن پورے ہوگئے ارشاد ہوا تو نے کیونکر جانا عرض کیا کہ سلطان مجھ سے مسائل دینی دریافت کرتا ہے۔ میں ہرگز اس معاملہ میں سچ سے منہ نہ موڑونگا اور میری حق گوئی بادشاہ کو سخت ناگوار گزرے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ناراض ہوکر گردن زدنی کا حکم صادر فرمایا جائیگا۔ سلطان مسکرایا اور کہا کہ تو راستی سے خوف نہ کر میں تجھے کچھ نہ کہونگا۔ پہلا مسئلہ جو سلطان نے دریافت کیا یہ تھا۔

پہلا مسئلہ خراج گزار شرع میں کیسے ہندو کو کہتے ہیں ؟

قاضی صاحب نے جواب میں عرض کیا کہ خراج گزار شرع میں اُس ہندو کو کہتے ہیں کہ جب محصّل اس سے روپیہ طلب کرے بغیر کسی حیلہ و حجت کے نہایت فرمانبرداری کے ساتھ ادا کر دے امام اعظم نے جنکے ہم پیرو ہیں۔ کفار پر جزیہ فرض کیا ہے ؟

سلطان اس جواب پر ہنسا اور کہا کہ جسقدر تو نے بیان کیا ہے میں اس میں سے ایک بات نہیں جانتا مجھے معلوم ہوا۔ خوطہ دار اور مقدم خوب گھوڑوں پر سوار ہوکر نیزہ بازی تیراندازی کرتے ہیں شکار کھیلتے ہیں کبھی کبھی مصنوعی لڑائیاں بھی لڑتے ہیں اور خراج دینے کا نام نہیں لیتے۔ گاؤں سے حق خوطی برابر وصول کرتے ہیں اور رعایا پر جس میں زیادہ تر انہی کے بھائی ہیں طرح طرح کے تشدّد کو روا رکھتے ہیں وصول کنندگان کو ذرا خیال میں نہیں لاتے اور بعضے تو بلا دے سے

بھی دیوان میں حاضر نہیں ہوتے اُن کی ان بیہودہ حرکات نے جن سے سراسر بغاوت کی رنگت جھلکتی ہے اور غدر کی بو آتی ہے۔ میری آتش غضب کو بھڑکا دیا۔ اور بدیں جہت ضوابط پر عملدرآمد شروع کردیا۔ مولینا تو عالم اور عقلمند ضرور ہے لیکن ناتجربہ کار ہیں میں ٹھوکریں کھا کر دنیا کے نشیب و فراز سے اچھیطرح واقف ہو گیا ہوں۔ گو پڑھا ہوا نہیں ہوں لیکن تجربہ بہت زیادہ رکھتا ہوں ؂

دوسرا مسئلہ جو میں دریافت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے جو شخص خزانہ میں سے غبن کرتے ہیں یا زر خراج کو پورا خزانہ میں داخل نہیں کرتے اور کوئی خاص سزا کا اسکے متعلق کتابوں میں ذکر نہیں۔ میں اتنا جانتا ہوں۔ کہ حسب مصلحت بادشاہ بزدو کوب یا بجنس زنجیر سے جسطرح مناسب خیال فرمائے وصول کرے۔ لیکن اس قسم کے چور کا ہاتھ کاٹنا ہرگز روا نہیں۔

سلطان نے فرمایا کہ میں نے وزیر مال کو حکمدیا۔ کہ عاملوں وغیرہ کی تنخواہیں اس قدر معقول مقرر کی جائیں۔ کہ وہ عزت و آبرو کیساتھ زندگی بسر کرسکیں۔ اس کے بعد حساب میں اگر ایک چیتل بھی ان کی طرف نکلے۔ تو جسطرح ہو اُن سے وصول کیا جائے۔ ہرگز ہرگز واگزاشت نہ کیا جائے۔ تو دیکھتا ہے۔ کہ جب سے یہ حکم دیا ہے اس قسم کے ملازموں کا کیا حال ہے ؂

تیسرا مسئلہ سلطان نے ارشاد فرمایا کہ جو زر و مال حالت ملکی میں میں نے دیوگیر سے خون بہا کر لیا ہے۔ وہ میری ملکیت ہے یا بیت المال کی۔ قاضی صاحب نے بادشاہ کیخدمت میں عرض کیا کہ تخت سلطانی کے آگے سوائے حق بات کہنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔ اور ازروئے راستی یہ ہے کہ وہ سارا مال مسلمانوں کا بیت المال ہے کیونکہ وہ لشکر اسلام کی قوت سے حاصل ہوا ہے ؂ اگر خداوند عالم کسی جگہ سے

ے تنہا کوئی سے حاصل کریں اور بشرطیکہ وہ شرعاً بھی مباح ہو - وہ
بیر بلکہ خداوند عالم کی ہوگی اس جواب پر بادشاہ نے قاضی صاحب کو
مڑکا - اور فرمایا کہ عجب طرح کی باتیں کرتا ہے اپنے ہوش و حواس درست
ر بھلا جو مال اپنی اور اپنے نہ دوں کے جان پر کھیل کر لایا ہوں - اور جسکے
م و نشان سے اہل دلی واقف بھی نہ تھے اور فتح کے بعد بادشاہ کے خزانہ
ں بھی نہیں پہنچایا - بلکہ اپنے تصرف میں رکھا - اسکو بیت المال سے
ا واسطہ قاضی مغیث نے عرض کیا کہ خداوند عالم مجھسے مسئلہ
شریعت دریافت فرماتے ہیں - مجھے اسکے متعلق جو علم تھا -
دمت والا میں عرض کر دیا حضور نے مجھے عہدہ قضاء پر سرفراز
مایا ہے - اگر بالفرض میں حضور کے موافق عرض کردوں - اور
داوند جہاں اسی بات کو کسی دوسرے عالم سے دریافت فرمائیں - وہ سچ
رض کرے - میرا اعتبار تو جاتا رہا - اور پھر کبھی مجھ پر یہ عزت افزائی
آج دریافت مسائل سے فرمائی ہے نہ فرمائی جائیگی ۔
جو تھا مسئلہ سلطان نے قاضی سے دریافت فرمایا کہ بیت المال پر
ے میرا اور میری اولاد کا کتنا حق ہے - قاضی مغیث کے منہ پر اس
سوال سے ہوائی چھوٹنے لگی - اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ عرض
ا - کہ قبلہ عالم مجھے یقین کامل ہو گیا - کہ میں بس دو چار گھڑی کا مہمان ہوں
جب یہ کہ اگر اس مسئلہ کا جواب سچائی اور راستی کو مد نظر رکھکر عرض
رتا ہوں تو خداوند عالم کی مرضی کے بالکل خلاف ہے - نتیجہ یہ ہوگا کہ
عالم پناہ برافروختہ ہو کر بندہ مخلص کے قتل کا حکم صادر فرمائینگے اور اگر
ن سے درگزر کرتا ہوں تو کل قیامت کے دن دوزخ میں میرا ٹھکانا ہوگا
دشاہ نے ارشاد کیا کہ میں تجھسے شرعی مسئلہ دریافت کرتا ہوں - جو کچھ
رع شریف میں اسکے متعلق احکام صادر ہوئے ہیں - ان سے ہرگز گریز نہ

اور اپنی موت کے بے بنیاد خیال کو دل سے دور کردے۔ بادشاہ کی اس تسلی و تشفی سے قاضی صاحب کے ہوش و حواس بجا ہوئے اور عرض کیا کہ خداوند عالم اسکے تین طریقے ہیں۔

پہلا۔ یہ کہ اگر حضور پرنور خلفائے راشدین کا تتبع کرتے ہیں۔ تو جس قدر ایک لشکری کی تنخواہ مقررہ ہوتی ہے اسکے برابر ذات خاص اور حرم محترم کے اخراجات کیواسطے بیت المال سے لیا جائے۔

دوسرا۔ یہ کہ اگر میانہ روی کو بدیں وجہ کام میں لایا جائے کہ سلطنت کی شان و شوکت اور عزت اولوالامری مذکورہ بالا قلیل مقدار میں قطعی قائم نہیں رہ سکتی۔ تو جسقدر روپیہ درگاہ کے ایک رکن اعظم کو مرحمت فرمایا جاتا ہے اتنا خرچ میں لایا جائے۔

تیسرا علمائے دنیوی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ بادشاہ کو اپنے لئے بیت المال میں سے اتنا روپیہ لینا چاہئے کہ جس سے بادشاہ اور دیگر اشخاص میں ایک خاص فرق بہ لحاظ عزت کے پیدا ہو۔

اگر ان تینوں طریقوں سے جو میں نے گوش گزار کئے خداوند عالم زیادہ اپنے صرف میں لائیں یا کروڑ ہا روپے کا زیورات حرم کو عطا فرمایا جائے۔ تو اسکی بازپرس قیامت کے دن ہوگی۔

اتنا سننا تھا۔ کہ قہر سلطانی شعلہ زن ہوا۔ اور بادشاہ نے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا۔ کہ اے قاضی مغیث تو میری تلوار قہر آلود سے نہیں ڈرتا۔ علاوہ اور باتوں کے اس مال کو بھی جو میرے حرم میں خرچ ہوتا ہے نا مشروع بتاتا ہے۔ قاضی صاحب نے عرض کیا۔ کہ میرے ڈر کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب درگاہ میں قدم بوسی کیلئے حاضر ہوتا ہوں۔ تو کفن سر سے لپیٹ کر گھر سے نکلتا ہوں۔ اور عمامہ تضمات جو خداوند عالم ملاحظہ فرماتے ہیں۔ یہ دراصل کفن ہے۔

عالم پناہ نے مسئلہ شرعی مجھسے دریافت فرمایا اسکے متعلق یہ بندہ درگاہ
جو معلومات رکھتا تھا۔ وہ خدمت عالی میں عرض کر دی گئیں۔ اگر بادشاہ
مصلحت ملکی دریافت فرماتے تو میں بلا شبہ یہ عرض کرتا کہ جسقدر
روپیہ حرم میں صرف کیا جاتا ہے۔ اس سے دس گنا بلکہ بیس گنا خرچ
ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس قسم کے اخراجات سلطنت کے زیب و زینت کے
کے باعث ہیں۔ جس سے بادشاہ کا وقار رعایا کی نظروں میں زیادہ
ہوتا ہے۔ اور تزک شاہی کا ہونا عین مصلحت ملکی ہے۔
سلطان نے فرمایا۔ کہ ایسے تو تو میرے تمام کاموں کو نامشروع
ٹھہرائیگا۔ ان چند سال میں مینے شراب خواری کی ممانعت جس سختی
سے کی ہے وہ تجھپر عیاں ہے۔ باغیوں کے ساتھ جو میرا سلوک ہے
وہ تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ عاملوں کے ساتھ جو میرا دستور العمل
ہے۔ وہ کون نہیں جانتا۔ زنا بالجبر کی سزا یہ ہے۔ کہ مرد کا عضو تناسل
کٹوا ڈالتا ہوں۔ مندرجہ بالا سزا تو مرد کے لئے مقرر ہی ہے۔
باقی رہی زانیہ عورت اسکے ناپاک وجود سے دنیا کو اکثر ہمیشہ کیلئے
پاک کر دیتا ہوں۔ اسیطرح دوسرے امورات جہانبانی ہیں جن سے
تو کوئی نا آشنا نہیں ہے۔ میرے اس سختگیری کا نتیجہ بھی سب پر
روشن ہے۔ شراب کا استعمال لوگوں نے کس قدر کم کر دیا ہے
بغاوت کی خبر آتی ہی نہیں۔ خراج کا یہ حال ہے۔ کہ کسی پر
ایک چیتل بقایا نہیں رہتا۔ زنا قریباً نیست و نابود ہو گیا۔ اس
پر تری یہ حالت ہے۔ کہ میرے افعال اور احکام کو خلاف شرع
بتاتا ہے۔ اور میری ان تمام باتوں کو بھی نامشروع ٹھہراتا ہے
قاضی مغیث اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور تخت کے پاس جا کر زمین
بوس ہوا۔ اور بآواز بلند کہا۔ کہ خداوند عالم خواہ اس بندہ درگاہ

کی جان بخشی فرمائیں یا زندہ دار پر کھینچوائیں۔ میں بغیر اسکے بیان کئے نہیں رہ سکتا کہ یہ تمام خلاف شرع ہے اور کتب حدیث نبوی اور فقہ میں کسی جگہ نہیں آیا ہے کہ اپنا دبدبہ بٹھانے کے لئے جو دل میں آئے بادشاہ وہی کر گزرے۔

سلطان نے اتنا سنا اور کچھ نہ کہا۔ تخت پر سے اوٹھا اور حرم میں چلا گیا قاضی صاحب بھی سلامتی جان پر خداوند عزوجل کا شکرانہ ادا کرتے ہوئے گھر پہنچے رات خدا خدا کرکے کاٹی صبح ہوئی۔ دربار کا وقت آیا۔ زندگی سے قطعی طور پر ناامید ہو چکے تھے۔ غسل کیا صدقہ دیا۔ سب گھر والوں کو معانقہ آخری کے بعد رخصت کیا۔ اور آپ بادل نخواستہ ترسان و لرزان آستانہ پر حاضر ہوئے۔

بادشاہ نے اپنے آگے طلب فرمایا۔ لباس شاہی جو زیب تن تھا۔ بدن سے اتار کر مع ایک ہزار سکہ زر سرخ کے مرحمت فرمایا اور ارشاد کیا۔ کہ مولینا مغیث اگرچہ میں جاہل محض ہوں اور سوائے سورہ الحمد و قل ہو اللہ دعائے قنوت اور التحیات کے کچھ نہیں جانتا لیکن مسلمان زادہ ہوں۔ اور میرے بزرگ کئی پشت سے مسلمان چلے آتے ہیں صرف اس وجہ سے کہ فتنہ برپا نہو۔ کیونکہ ایک بغاوت میں ہزاروں بندگان خدا کی تلیف ہو جاتی ہیں۔ میں یہ لحاظ مصلحت وقت احکام ایسے نافذ فرماتا ہوں۔ گو دو سال پہلے سے تمام باتوں میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے مگر ابھی نتیجہ حسب دلخواہ نہیں نکلا۔ میری اس سختی پر بھی لوگوں نے ابھی کجروی نہ چھوڑی جس میں کہ صلاح ملک اور مصلحت وقت ہوتی ہے وہ قوانین جاری کرتا ہوں۔ میں نہیں جانتا۔ کہ وہ باشرع ہیں یا نامشروع اور اسکا بھی مجھے علم نہیں ہے۔ کہ کل قیامت کے دن منتقم حقیقی میرے

ساتھ کیا کریگا لیکن مولینا میں جب مناجات الٰہی میں مشغول ہوتا ہوں
بصد عجز و نیاز کہتا ہوں۔ کہ اے عالم الغیب تو جانتا ہے کہ ایک
شخص جب کسی عورت کے ساتھ زنا کرتا ہے اس سے خاص میری
ذات کو یا میرے ملک کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا یا اگر کوئی شراب
پیتا ہے مجھے اس سے اندیشہ ضرور نہیں اگر چور کسی کا مال چراتا ہے تو
مجھے کیا کوئی میرے باپ کی میراث نہیں لے جاتا کہ جسکا مجھکو درد ہو۔
اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے میرا کیا بگاڑتا ہے مگر میں جو اُن کو سخت سزائیں
دیتا ہوں۔ یا اُن پر تشدد روا رکھتا ہوں خاص میری ذات سے ان کا
کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ جو کچھ مجھسے سرزد ہوتا ہے۔ یا ظہور میں آتا ہے
سب تیرے بندوں کے بہتری کے لئے ہوتا ہے گو جنمیں سے ایک ادنیٰ
بندہ میں بھی ہوں۔ قاضی مغیث میں کیا کروں۔ اگر میرا یہ ہو۔ تو حد شرعی
سے ہرگز ہرگز تجاوز نہ کروں۔ مگر اب تو زمانہ ہی اور ہے اور بجز ایسی سختی کے چارہ نہیں

مہم چیتور اور جہانگیر کا فخر بیجا

سلطان علاؤالدین خلجی کو ملک پر فوج کشی کئے ہوئے کچھ بہت زیادہ عرصہ
نہ گزرا تھا لیکن اس جہانگیر بادشاہ کو اتنی مدت بھی ایک زمانہ دراز معلوم ہوتی
تھی چنانچہ ۷۰۲ھ ہجری مطابق ... جلوس میں ملک فخر الدین جونا داد بک
کو سپہ سالار بناکر مہم ارنگل پر جو راجہ تلنگ کے قبضہ میں تھا۔ لشکر جرار
کے ساتھ روانہ کیا۔ اسنے ایک مہم پر قناعت نہ کی بلکہ زمانہ گزشتہ کی کمی
کو پورا کرنے کیلئے خود چیتور پر چڑھ دوڑا۔ اس موقعہ پر راجپوتوں نے
بڑی جانفروشی سے کام لیا۔ لیکن یہ وہی ہوا۔ جو ایک شکست نصیب
قوم کو اقبال مند دشمن کے سامنے پیش آتا ہے یعنی قریباً چھ ماہ کے
بعد ۷۰۳ھ ہجری نبوی میں سلطان نے فتح پائی۔

شاہنشاہ محمد نورالدین جہانگیری قلعہ چیتور کا ذکر کرتے ہوئے اپنے تزک میں فخریہ لکھتا ہے کہ یہ وہ قلعہ ہے جسکو سلطان علاؤ الدین خلجی نے مہینوں کے محاصرے کے بعد بدقت تمام فتح کیا۔ اور حضرت فردوس مکانی محمد جلال الدین اکبر شاہنشاہ غازی ہمراہی نے صرف چند روز میں قلعہ کشائی کی۔ ایک تاریخدان نجومی اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ لحاظ زمانہ طریق جنگ کے کہانتک بادشاہ موصوف کا فخر بجا اور درست ہے۔ ایک ادنیٰ سی بات جو کہ میرے عقل ناقص میں آتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ سامان حرب قریباً بالکل بدل گیا تھا مغلئے لشکر نئے ساز و سامان حرب سے آراستہ تھا۔ اور وہاں مقابلہ میں زنگ آلود سرد ہی اور بوندی کناری کی توپ و تفنگ کے سامنے کیا ہستی تھی کہ زیادہ عرصہ تک مقابلہ کرتے۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ شاہنشاہ جلال محمد اکبر ایک جلیل القدر بادشاہ نہ تھا۔ مگر مقابلتاً سلطان علاؤالدین خلجی سے ایک حد تک ضرور اسکا پلہ اٹھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

مغلوں کا تیسرا حملہ

الغرض بادشاہ چند ہزار سوار اپنے ہمراہ لیکر دارالملک کیطرف چلا اور قیماندہ لشکر کو عقب سے آنے کا حکم دیا۔ یہاں تو یہ ہو رہا تھا۔ اُدھر ماوراءالنہر میں مغلوں نے سنا۔ کہ سلطان چیتور کے محاصرہ میں اس قدر مصروف ہے کہ سر اٹھانے کی فرصت نہیں۔ وہی مغل سردار طرغی نام جو ۶۹۷ء ہجری نبوی مطابق ۳ جلوس علائی میں قتلغ خواجہ کے ہمرکاب ہند پر حملہ آور ہوا تھا۔ پھر بارہ دستوں کے ساتھ جسمیں قریباً بارہ ہزار سوار تھے۔ دارالملک پر چڑھ کر آیا۔ دلی میں آتے ہوئے ایک مہینہ سے زیادہ نہ گذرا تھا۔ اور تھکا ماندہ محاصرہ اور راہ کی تھکاوٹ سے چور

لشکر خستہ چیتور سے ایک ایک دو دو دستے ہو کر آیا تھا۔ کہ غنیم سر پر آ پہنچا۔ شہر کا محاصرہ اس طرح کیا۔ کہ جمنا پر اترے۔ اور ہر طرف شہر کے راستے مسدود کر دئے۔ شہر سے باہر کوئی ایسا مضبوط لشکر نہ تھا۔ جو لڑتا مرتا مغلوں کی صفوں کو چیرتا شہر میں داخل ہو جائے۔ صرف ایک لشکر تھا۔ جو مہم ارنگل پہ بھیجا گیا تھا۔ وہاں اسپر یہ مصیبت گزری کہ اول تو لمبے رستے یعنی بنگالہ ہو کر بھیجا گیا جسکی وجہ سے سینکڑوں کوس منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے درکار تھی۔ علاوہ ازیں موسم برسات کا اور پھر اس سال اسکی اسقدر شدت کہ الامان والحفیظ راستے تمام خراب ندی نالے چڑھے ہوئے۔ گویا ہر ایک کے پار جانا ایسا تھا۔ کہ سمندر کا عبور کرنا۔ ایک ندی سے با ہزار خرابی اترے کہ دوسرا نالہ سامنے موجزن ہے دو دن اسکے اترنے میں انتظار کیا۔ جب ذرا کمی ہوئی بمشکل تمام اس پر سے گزرے کہ کوئی دریا آ گیا۔ غرضیکہ اچھلتے ڈوبتے چلے جاتے تھے۔ کہ نئی مصیبت پیش آئی۔ یعنی وبائی مرض لشکر میں پھیل گیا اور بغیر کسی دشمن سے لڑے بھڑے سپاہی مرنے لگے۔ رسد بھی تھڑ گئی۔ تاخت و تاراج بہت کچھ کرتے لیکن کہاں تک الغرض بصد حسرت و یاس بے نیل مرام دارالخلافت کا رخ کیا۔

باقی لشکر دیگر اطراف میں تھے۔ وہ بموجب حکم سلطانی دارالملک کی طرف نقل و حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوئے لیکن اپنے مقاموں سے چند منزل بھی طے کرنے نہ پاتے تھے کہ وہیں روک دیئے جاتے تھے۔ چند دستے جنوبی مشرقی اقطاع سے ہمت کر کے اپنے صوبہ داروں کے ساتھ دلی کے نزدیک تک پہنچے۔

مگر بلند شہر اور علی گڑھ سے آگے ایک قدم بڑھا نہ سکے

آخر الامر سلطان مایوس نظر بخدا چند ہزار سوار ونکے ساتھ شہر سے نکلا۔ اور سیری کو لشکر گاہ مقرر کیا۔ تمام لشکر کے گرداگرد گہری خندق کھودی گئی اور خندق پر قلعہ چوبی بنایا گیا حتی الامکان اسقدر محفوظ کر لیا کہ مغل آسانی سے اس میں داخل نہ ہو سکتے تھے۔ راتوں جاگ کر بذات خاص لشکر کی نگاہبانی کرتا اور اپنی فوج کو ہر وقت آمادہ جنگ و پیکار رکھتا۔ مغلوں نے کئی مرتبہ چاہا کہ حملہ کرکے حصار کے اندر گھس جائیں مگر ناکامیاب رہے دو مہینے جس مصیبت کے ساتھ اہل شہر اور ان سے زیادہ لشکریوں کے گزرے بیان سے باہر ہے عساکر علائی کا بھی دم لبوں پر آگیا۔ سوائے اسکے کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ کہ مقبولان بارگاہ الٰہی اور خاصان خدا کی طرف معاملہ کو رجوع کیا جائے چنانچہ سلطان نے حضرت مشیخ الاسلام نظام الدین اولیا قدس سرہٗ العزیز سے دعا کی درخواست کی آنجناب نے دعا فرمائی جسکی برکت سے لشکر کفار میں کچھ اسقدر بیچینی پھیلی کہ بلا کسی سبب کے اسی رات صبح ہونے تک سب کوچ کر گئے ۔

یہ ایک بڑا حادثہ تھا۔ کہ جان و مال اور عزت و آبرو پر آبنی تھی بادشاہ کی آنکھیں کھلیں اور قلعہ شکنی کے خیال کو چند عرصہ کیلئے بالکل ترک کر کے سیری کو دار الامارت قرار دیا۔ کوشک ہزار ستون ۔

نوٹ ٭ اس امارت کا اب نام و نشان بھی نہیں بلکہ اسکے ہمنام ایک دوسری عمارت کے کھنڈر قلعہ تغلق آباد کے قریب پائے جاتے ہیں جسکو سلطان محمد عادل شاہ تغلق نے بنایا تھا ملک الشعراء بدر چاچی نے اسکی تاریخ خاد خلوہا سے نکالی ہے ۷۲۵ہجری مطابق سنہ جلوس محمد شاہ تغلق میں یہ عمارت بنی شروع ہوئی اور

ہین سال کے عرصہ کے بعد ... کی ... اور دیدہ
رات تیار کرائیں۔ اور اسکو آباد کرکے ایک نیا شہر بسایا۔ دہلی کی فصیل
میر نو تعمیر کرائی ہو
فرمان نافذ ہوئے کہ مغلوں کے راستہ میں جو قلعے پرانے ہو گئے
ہ دو نئے سر سے بنائے جائیں اور جس جس جگہ نئے قلعوں کی
ضرورت ہے وہاں فوراً جدید تعمیر کئے جائیں ہو
سامان حرب و سامان رسد سے ان کو معمور رکھا جائے۔ فوج تعداد
میں کافی ہونی چاہئے اور علاؤالملک کی تدبیر کے موافق ملتان دیپالپور
سامانہ وغیرہ کو نہایت مستحکم اور مضبوط بنایا جائے ان کے قلعہ دار
آزمودہ۔ اور تجربہ کار ہوں اسکا حسب منشاء سلطانی اور ضرورت
وقت کے مطابق کل عملدرآمد ہو گیا۔ مگر مشکل یہ آکر پڑی ان اخراجات
کیلئے خزانہ قارون ہی کفائت نہیں کر سکتا۔ خزانہ علائی کی تو کچھ
ہستی ہی نہیں۔ یہ ہم نے مانا کہ وہ بیشمار ہے۔ مگر جب خرچ ان کا
اندازہ لگاتے ہیں تو وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے لئے پانچ چھ سال
سے زائد کفائت نہیں کر سکتا ہو
بادشاہ کا خیال تھا کہ تھوڑی تھوڑی تنخواہ پر نوکر رکھوں تاکہ
خرچ زائد نہ ہو لیکن معاملہ یہ زیر بحث تھا۔ کہ اس قدر قلیل ماہانہ پر جب
کسی کا گذارہ نہ ہو گا۔ تو لوگ ملازمت کیوں اختیار کرنے لگے۔
مدبران سلطنت نے نہایت غور و خوض کے بعد متفق امراء ہو کر
بادشاہ کے حضور میں یہ عرض کیا کہ جیسا بادشاہ کی خاطر خواہ تمام
اسباب آسانی سے مہیا ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے ان سے دریافت
کیا کہ ایسی کیا تدابیر ہیں۔ کہ جبر اور ظلم و تعدی کو کام میں لایا جائے
اور مقصد برآری ہو جائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ غلہ کی ارزانی

سب پر مقدم ہے کیونکہ اس سے ہر ایک کا نفع وابستہ ہے اول اس واسطے قانون ایسا بنایا جائے کہ جو سخت نہ ہو جس سے کہ رعایا کو آزار نہ پہنچے۔ لیکن اسکے عملدرآمد میں استقلال سے کام لیا جائے اور بلا کسی خاص وجہ کے اسمیں کسی قسم کے تغیر و تبدل کو دخل نہ دیا جائے بادشاہ کے بھی یہ تدبیریں ذہن نشیں ہو گئیں چنانچہ اسکے حکم کے بموجب ایک قانون جسکی آٹھ دفعہ میں مرتب کیا گیا۔ اجرائے قانون کے تادم زیست سلطان علاء الدین خلجی غلہ بدستور ارزاں رہا اور نرخ میں کسی قسم کی کمی زیادتی نہیں پیدا ہوئی۔ دفعات حسب ذیل ہیں۔

دفعہ اول حکم سلطانی سے مندرجہ ذیل نرخ غلہ مقرر ہوا۔ گیہوں فی من ساڑھے سات جیتل۔ جو فی من چار جیتل۔ دھان فی من پانچ جیتل۔ ماش فی من پانچ جیتل۔ چنا فی من پانچ جیتل۔ موٹھ فی من تین جیتل **دفعہ دوم** ذخائر سلطانی میں غلہ کا جمع کرنا یہ استقامت نرخ کیلئے تھا۔ احکام جاری کئے گئے کہ خالصہ میاں دوآب میں بجائے خراج نقد کے غلہ لیا جائے اور ذخائر سلطانی میں بھیجا جائے۔ ولائت شہر نو کے خراج میں نصف غلہ اور نصف زر نقد وصول کیا جائے اور اس غلہ کو ذخائر ولائت جھاین میں جمع کیا جائے۔ اس سے اسقدر غلہ جمع ہو گیا کہ اگر قحط پڑا یا بارش کے غلہ آنے میں دیر ہوئی تو ذخائر سلطانی سے غلہ منڈی میں بھیجا جاتا تھا اور نرخ مقررہ پر فروخت کیا جاتا تھا۔

دفعہ سوم نگرانی نرخ اور معائنہ غلہ کیلئے ایک محکمہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ اس محکمہ کا افسر اعلیٰ ملک قبول الغخانی کو جو نہائت دیانتدار منصف عقلمند کار آزمودہ اور ہوشیار شخص تھا۔ مقرر کیا۔ اسکو اختیارات بہت دئے گئے اور ایک بڑا عملہ عملہ شحنہ سوار و پیادہ وغیرہ کا اسکے زیر نگرانی کام کرنے لگا

کسی کی مجال [illegible]

دفعہ چہارم تمام سوداگران ممالک محروسہ کے نام لکھے جائیں - اور وہ شحنہ اعلے منڈی کی رعایا قرار دے جائیں اسکی بابت یہ فرمان صادر ہوا کہ تمام سوداگروں پر ملک قبول الغخانی شحنہ اعلے منڈی کی بہر حالت فرمانبرداری فرض ہے اور ملک قبول الغخانی کے نام حکم پہنچا کہ تمام چودہریونکو فوراً گرفتار کرلے اور جب تک اسکے حکموں کی تعمیل کا اقرار باضمانت معتبرہ لے لیا جائے وہ ہرگز رہا نہ کرے یہ حکم اسوجہ سے نافذ ہوا تھا کہ مقدموں یا بالفاظ دیگر چودہریوں نے سوداگران غلہ کو ورغلایا تھا - کہ غلہ کی تجارت چند دنوں کے لئے ترک کردو اور منڈی میں ہرگز نہ لیجاؤ - جب غلہ منڈی میں نہ ہوگا - تو ایکدن میں یہ تمام ضوابط درہم برہم ہو جائینگے - چنانچہ بعض سوداگروں نے اسپر عملدرآمد شروع کردیا تھا - جسکی وجہ سے غلہ منڈی میں بہت کم آنے لگا اور ذخائر سلطانی سے بہت فروخت ہونے لگا جب یہ احکام عملی صورت میں لائے گئے تو معاملہ حسب مرضی درست ہو گیا اور اس کثرت سے غلہ منڈی میں آنے لگا اور ذخائر شاہی سے اناج نکالنے کی بہت کم نوبت آتی تھی ؞

دفعہ پنجم دوآبہ اور ولائت صدکوہی کا خراج اسقدر مقرر کریں اور اسکی وصولی میں ایسی سختی کو کام میں لائیں کہ کوئی آدمی دس پانچ من غلہ میں جمع نہ کرسکے - اگر کوئی ان کے مکان پر خرید نے نہ جائے - تو ادائیگی ٹیکس کے وہ خود ذمہ وار ہوں جیسے کہ پہلے لکھا ہے اسکے ضمن میں یہ احکام صادر ہوئے کہ علاوہ منڈیوں کے انکے مکانوں پر ان کی جانچ پڑتال ہر روز ہوتی تھی - کسی کو رعایا میں سے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ضرورت سے زائد غلہ جمع کرے - یا اپنے گھر میں نرخ سلطانی سے زیادہ پر فروخت کرے اور اگر غلہ اندوختہ معلوم ہو جائے تو وہ ضبط کرلیا جائیگا اور خلاف نیت مکاری سمجھا جائیگا صرف اسی پر اکتفا نہ ہوگا - بلکہ خلاف قانون کے جمع کرنیوالا

سزا لے مزید کا مستحق ہوگا - ولائت دو آبہ کے مقاموں سے برآوردہ لوگوں کے مچلکے لئے جائیں کہ وہ اس امر کے ذمہ وار ہیں کہ کسی کو بھی ضرورت سے زائد غلہ جمع نہ کرنے دینگے اور اگر کوئی شخص اس فعل کا مرتکب ہوگا تو عدالت اس سے بازپرس کریگی الغرض اس ممانعت نے بھی قائمی نرخ میں بڑی مدد کی ؛

دفعہ ششم دلالوں سے اس امر کے اقرارنامہ تحریری لئے جائیں کہ سوداگروں کو مالکوں سے غلہ کھیت ہی پر دلاویا کریں - ساتھ ہی دیوان اعلے - مشخیوں اور عاملوں وغیرہ سے تحریر لیجائے کہ وہ خراج مقررہ کی وصولی میں اسقدر سختی سے کام لینگے - کہ مالکوں کو غلہ اپنے گھروں پر جمع کرنا تو درکنار بلکہ لیجانا ہی میسر نہو اور سوداگروں کے ہاتھ ارزاں ہی فروخت کرتے ہیں اس قانون سے سوداگروں کو غلہ منڈی میں لانے سے کوئی عذر ہی باقی نہ رہا -

بلکہ اپنے نفع کیلئے کاشتکار بذات خود جسقدر ممکن ہوتا تھا منڈی میں لاتے اور نرخ مقررہ پر فروخت کرتے تھے ؛

دفعہ ہفتم مشخیہ اور برید بلاناغہ روزمرہ منڈی کی کیفیت تخت کے آگے پیش کیا کریں ادہر مخبر یومیہ حالات منڈی کے گوش گذار سلطان کیا کرتا تھا اگر بدقسمتی سے مشخیہ کی تحریری رپوٹ اور برید و مخبر کے بیان میں ذرا بھی اختلاف نظر آتا تو جسکا قصور ہوتا اسکو خمیازہ اٹھانا پڑتا - اس لئے ممکن ہی نہ تھا - کہ فرائض منصبی بجالانے میں کسی قسم کی خامی ہوجائے

دفعہ ہشتم ایام قحط میں ضرورت سے زائد ایک دانہ خریدار کو منڈی سے نہ دیا جائے - یعنی جب قحط ہوتا تھا تو اندازاً ہر محلہ کے بنیوں کو منڈی سے ہرروز ایک من کا غلہ مل جاتا تھا - اور اگر عوام خریدنا چاہتے تھے - تو منڈی سے انہیں آدھ من سے زائد غلہ نہیں ملتا تھا -

بعض مرتبہ ہجوم میں کسی ضعیف یا نحیف کے چوٹ آجاتی تو فوراً نائب عالی مشیخہ منڈی سے جواب طلب کرتا۔ اس پر انتظامی کا الزام لگایا جاتا۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علاوہ نرخ کے امورات دیگر کی جنکا منڈی سے تعلق ہوتا تھا۔ کسقدر خبر گیری رکھی جاتی تھی ✦

دوسرا قانون دیگر اشیائے ضروری مثلاً کپڑا۔ میوہ کھانڈ گھی شکر تیل وغیرہ کے لئے مرتب کیا گیا۔ اسکی پانچ دفعہ ہیں ✦

(۱) سرائے عدل کا قائم ہونا (۲) تعین نرخ (۳) سوداگروں کے ناموں کا دفتر میں اندراج (۴) خزانہ عامرہ سے بصیغہ قرض حسنہ ملتانیوں کو روپیہ دینا۔ اور سرائے عدل کا عہدہ دار مقرر کرنا (۵) پروانہ رئیس

دفعہ اول - کوشک سبز کے پاس بدایوں دروازہ میں جو خالی جگہ ایک عرصہ سے پڑی تھی وہاں ایک عمارت تعمیر کرائی اور اسکا نام سرائے عدل رکھا کہ ہر ایک قسم کا مال جو باہر سے آئے وہ سوائے سرائے عدل کے شہر میں کہیں نہ اتارا جائے اگر کوئی کسی دوکان یا مکان میں اپنا مال اتاریگا۔ تمام مال و اسباب ضبطی میں آئیگا۔ اور مالک مستوجب سزا کا ہوگا۔ سرائے عدل کی خرید و فروخت کی پابندی کا بہت خیال رکھا جاتا تھا۔ لین دین کے لئے خاص خاص وقت مقرر ہوئے تھے یعنے صبح کے نماز سے ظہر تک اگر کوئی پابندی وقت کا خیال نہ رکھتا یعنی صبح کو دوکان دیر سے کھولتا۔ اور سہ پہر کو وقت معینہ کے بعد تک کھلا رہنے دیتا یا اسکے برعکس تو وہ شخص مجرم قرار دیا جاتا۔ سرائے عدل میں ایک ٹنکہ کی ادنے چیز سے بلکہ ہزار ٹنکے تک مال ملسکتا تھا ✦

دفعہ دوم تعین نرخ - مندرجہ ذیل نرخ کپڑے وغیرہ کا مقرر ہوا خزولی جو ایک ریشمی اور ادنی کپڑا ہوتا تھا فی تھان سولہ ٹنکے مغز کوبر چھ ٹنکے مشروع شعرے قسم اعلےٰ فی تھان تین ٹنکے ✦

بدو قسم اعلےٰ بارداں لعل فی پارچہ چھ چیتل قسم ادنےٰ ساڑھے تین چیتل - استر لال ناگوری فی تھان چوبیس چیتل - قسم ادنےٰ بارہ چیتل - شیریں بافت قسم اعلیٰ فی تھان پانچ ٹنکے - قسم اوسط شیریں بافت فی تھان تین ٹنکے - اور قسم ادنےٰ فی تھان دو ٹنکے - صلاحتی قسم چار ٹنکے - صلاحتی سوگزادنیٰ درجہ کی دو ٹنکے - ململ مہین ایک ٹنکہ بیس گز اور موٹی ٹنکہ کی چالیس گز - چادر دس جیتل کی مصری ایک سیر ڈھائی چیتل کی - قندنی سیر ڈیڑھ چیتل - شکر ڈیڑھ چیتل کی تین سیر گھی ڈیڑھ سیر فی چیتل - تلوں کا تیل ایک چیتل کا تین سیر نمک فی من قریباً پانچ چیتل وغیرہ وغیرہ ؛

دفعہ سوم سوداگران ممالک وغیر ممالک محروسہ کے نام و پتہ وغیرہ کا رجسٹر میں اندراج - فرمان سلطانی نافذ ہوا کہ ہر ایک تاجر کا نام پتہ و قومیت دفتر رئیس میں درج ہو اور تحریری اقرار نامہ لیا جائے کہ بغیر کسی خاص اسباب کے وہ اس قدر مال و اسباب فلاں فلاں جنس کا سرائے عدل میں پہنچا دیا کریگا - چنانچہ ایسا ہی ہوا - اور سرائے عدل میں چند سال کے بعد اسقدر مال رہنے لگا کہ ہر ایک شے حسب ضرورت ہر وقت دستیاب ہو سکتی تھی -

دفعہ چہارم ملتانی تجار کو خزانہ شاہی سے قرضہ دیا جانا - سلطان علاؤ الدین نے حکم دیا کہ ملتانیوں کو جو بذات خود بھی بوجہ تجارت پیشہ ہونے کے بہت مالدار اور صاحب ثروت ہیں بیس لاکھ ٹنکے لبطور قرض حسنہ خزانہ عامرہ سے دیا جائے - اور انہیں میں سے ایک شخص سرائے عدل کا منتظم ٹھہرایا جائے ؛

دفعہ پنجم - پروانہ رئیس یعنے فرمان سلطانی صادر ہوا کہ بغیر بہا کپڑے مثلاً زربفت - زرنگار - قاقم سنجاب - ششتری - تبریزی - چینی - دیوگری

ادہیرم اور تسیح وغیرہ - جبتک خود دیوان رئیس کے اعلےٰ افسر کے پروانہ پر دستخط نہ ہوں ہرگز سرائے عدل سے کیکو نہ ملیں کیونکہ عوام الناس سی الیوان کپڑوں کو کچھ نسبت نہیں ہے صاحب دیوان پروانہ دیتے وقت دیکھ لیتا تھا - کہ خریدار کیسا آدمی ہے اسکے وجہ یہ خیال کی گئی تھی کہ لالچی اور حریص سرائے عدل سے ارزاں قیمت پر خرید کرلے جائینگے - اور دوسرے جگہ اسکے دوگنے اور چوگنے بنائینگے - کیونکہ تمام ممالک محروسہ میں سوائے سرائے عدل کے اور بیش بہا کپڑے اور کہیں نہیں ملتے تھے - مذکورہ بالا واقعات سے اسباب خانہ داری کی بہم رسانی میں نہایت آسانی اور ارزانی ہوگئی - ہر شخص خوشحال اور آسودہ نظر آنے لگا - کیونکہ سینکڑوں کا خرچ تھا - وہاں اب بیسیوں کا حساب رہگیا مگر ساتھ کے ساتھ یہ بھی ضرور تھا - کہ روپے جس قدر پہلے ملتے تھے اب ایک حد تک وہ بات نہ رہی تھی کیونکہ یہ جو کچھ ہو رہا تھا - سارے اسی امر کی ترکیبیں تھیں کہ زر نقد کم خرچ ہو ۔

تیسرا ایکٹ مرتب ہؤا - اسکی چار دفعات ہیں :-

دفعہ اول - تعین جنس و موازنہ قیمت تین درجے مقرر کئے گئے جن کے شرح ذیل میں درج کی جاتی ہے اسپ جنس اعلےٰ کی قیمت سو ٹنکے سے لیکر ایک سو بیس ٹنکے تک قیمت قسم اوسط اسّی ٹنکے سے لیکر نوے ٹنکے تک - درجہ ادنےٰ کی قیمت پینسٹھ سے لیکر ستر تک ان تینوں قسموں کے گھوڑے دیوان لشکر میں پیش ہوتے اور داغ بلحاظ جنس علیحدہ علیحدہ لگائے جاتے تھے جس پر داغ نہ ہوتا تھا وہ ٹٹو کے زمرہ میں شمار کیا جاتا جسکی قیمت دس سے لیکر پچیس ٹنکے تک ہوا تھی **دفعہ دوم** اس ایکٹ کی استقامت اور ارزانی قیمت اسپ کے لئے سوداگروں کو جو گھوڑے خرید کر دوسرے ملکو غیر

لے جاتے تھے منع کیا گیا۔ اور دلالوں کو اس امر کی سخت ممانعت کی گئی کہ وہ نہ کسی خریدار کو لینے پر آمادہ کریں اور نہ کسی مالک سے بیچنے کی متعلقہ گفتگو کریں۔

دفعہ سوم تادیب و تعزیر دلالان اس زمانہ میں عام اشیاء کی داد و ستد میں عموماً اور کنیز غلام اور گھوڑوں کی خرید و فروخت میں خصوصاً اس گروہ کو اس قدر دسترس حاصل تھی۔ گویا بازار کے حاکم اور مالک ہوئے تھے۔ حالانکہ فہمائش ہو چکی تھی لیکن یہ بدذات اپنے بدکرداری سے باز نہ آتے تھے۔ برابر حسب المعمول اس معاملے میں دخل دئے جاتے تھے سودا کرانے میں مثل سابق اب بھی مشتری و بائع دونوں کے سر مونڈتے تھے اور ضوابط کے اجرائے میں حائل ہوتے تھے اوّل اوّل تو اپنی شرارتوں کی پاداش میں قید کئے گئے اور جب اس پر بھی چین سے نہ بیٹھے تو لاچار ہو کر ان کے سرغنوں کو جلا وطن کر دیا گیا۔ **دفعہ چہارم**۔ تفحص۔ خرید و فروخت۔ بادشاہ کا معمول تھا کہ مہینے میں ایک دفعہ چند فروخت شدہ گھوڑے تینوں قسموں کے طلب کرتا۔ داب سلطانی کے آگے اور پھر ایسے قہار بادشاہ کے سامنے کس کی مجال تھی۔ کہ جھوٹ بول سکے اگر مقررہ قیمت میں ذرا بھی فرق پاتا تو مجرموں کو وہ سزا دیتا کہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں۔

کنیز و غلام اور گائے بیل وغیرہ کی قیمت کا بھی بند و بست ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ گھوڑوں کا معاملہ تھا۔ دلالوں کو حتے الامکان اس میں بھی دخل دینا نصیب نہ ہوتا تھا۔ اور اگر شاذ و نادر موقع پا کر اپنی حرامزدگی سے تھوڑا بہت کام لیتے تو معاً اس کا خمیازہ اٹھاتے تھے کنیزیں جو ماما اور وغیرہ کا کام کاج کرتی۔ زیادہ سے زیادہ بارہ ٹنکے کو آتی تھی اور کنواری و بلحاظ شکل و صورت بیس ٹنکے سے لیکر چالیس تک خوبصورت

غلام کی قیمت بیس ٹنکے سے تیس تک اور معمولی صورت والوں کی انتہائی قیمت پندرہ ٹنکے تھے۔ غلام بچہ سات یا آٹھ ٹنکے کو بکجاتا تھا۔ بیل عام طور سے چار ٹنکے کو اور غائت سے غائت پانچ کو۔ دودھ دینے والی گائے تین یا چار ٹنکے کو۔ بغیر دودھ والی اول سوا یا ڈیڑھ ٹنکے۔ ورنہ دو کو۔ بھینس بارہ ٹنکے تک مل جاتے اور بکری دس سے چودہ جیتل تک آتی تھی۔ تینوں بازاروں میں یعنی منڈی غلہ۔ سرائے عدل اور منڈئے سپہاں وغیرہ میں گو ہر شے کا نرخ مقرر ہو گیا تھا۔ اور تمام چیزیں اسی نرخ پر نہایت ارزاں ملتی تھیں۔ مگر پھر بھی بیچنے والے اپنی چالاکی اور شرارت سے کب باز آتے تھے۔ چیز تو عموماً نرخ مقررہ ہی سے دیتے اور گاہے ماہے ملجاتا۔ تو اس میں بھی زیادتی ہو جاتی مگر وہ کرتے کیا تھے کہ چیز اکثر ناقص دیتے۔ بعض مرتبہ پورے تول نہ تولتے۔ اسکا بندوبست ہو گیا گویا اب کوئی بات بازار کی ایسی باقی نہ رہی جو سلطان سے پوشیدہ ہو یا جس کی ہر روز اس تک خبر نہ پہنچتی ہو۔

الغرض رفتہ رفتہ چند ماہ میں سب چیزوں کا نرخ مقرر ہو گیا استعمالی چیزوں میں ٹوپی سے لیکر جراب و جوتی اور کنگھی سے لیکر سوئی تک اشیا خوردنی میں ہریسہ سے لیکر اور شوربہ تک۔ شیرینی میں حلوائے صابونی سے لیکر ریوڑی تک نباتات میں گنے سے لیکر میٹھے اور پھول سے خضریات تک۔ پان چھالیہ دھنیا مرچ۔

الغرض جو چیز بازار میں تھی بحکم سلطانی سب کا نرخ مقرر ہو گیا چھوٹی سی چھوٹی اور معمولی سے معمولی چیزیں۔ مثلاً دستانے جرابیں ٹوپیاں۔ جوتیاں۔ کنگھیاں سوئیاں غرض گلی میں سے پیالہ آبخورہ صحنی۔ مٹکا وغیرہ تک دربار میں طلب ہوتے اور تخت سلطانی کے سامنے انکی قیمتیں مقرر کیجاتیں۔ لیکن اسپر بھی دوکاندار دنگے چیز و شر

کے لئے ابھی چند باتوں کی اور ضرورت تھی جسکے واسطے ایک ضابطہ چہارم جس میں چار دفعہ ہیں مرتب ہوا

دفعہ اول استقامت نرخ کے فوائد ہر خاص و عام سے وابستہ ہیں دکاندار بے شرم نڈر بے باک اور کاذب پرلے درجے کے ہیں اسلئے ان پر کیسیں مزاج دیانتدار امین اور سنگدل مقرر کرنا چاہیے چنانچہ بادشاہ نے نہایت غور و خوض کے بعد **یعقوب** ناظر کو جو تمام باشندگان شہر کے حالات سے بخوبی واقف اور انکی عادات و اطوار کو خوب جانتا تھا اور ہر فرقہ کے طرز خرید و فروخت سے کما حقہ واقفیت رکھتا تھا اور ساتھ ہی نہایت دیانتدار خوش معاملہ بات کا پورا سنگدل درشت مزاج بھی تھا اس امر خطیر کا منتظم قرار دیا اور اسکے وقعت و مرتبہ بڑھانے کے لئے نصرت الملک کا خطاب مرحمت فرمایا جسکے سختی انتظام سے کم تولنا تعیہ و تلبیہ کو کام میں لانا سب ایک دم کافور ہوگیا

دفعہ دوم بادشاہ بنفس نفیس ہر ایک بازار کی خرید و فروخت کی تفتیش کرے دوسرے اگر اہل معاملہ راہ راست پر نہ آئیں تو بیدریغ ہر قسم کے تشدد کو کام فرمائے پہلی صورت میں سلطان بذات اسقدر مصروف رہتا تھا کہ دیکھنے والے نہایت تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ یہ وہی بادشاہ ہے جسکا اپنی سلطنت کے پہلے تین برس میں شراب و شاہد کے علاوہ کچھ دین و دنیا کی خبر ہی نہ تھی اور نظام بادشاہت سے مطلقاً سروکار نہ تھا یا آج اسکی یہ حالت ہے کہ سر اٹھانے کی مہلت نہیں ملتی دوسری بات کے لئے نصرت الملک مقرر ہو ہی گئے تھے۔

دفعہ سوم تقرر سخنگان - دیوان دفتر اور یعقوب ناظر الخاطب بہ نصرت الملک نے بازاروں میں شحنہ مقرر کئے ہر ایک کے پاس خاص موجود ہے اور انکا فرض یہ ہے کہ جن بازاروں میں تعینات ہوں گشت

لگاتے رہیں اور خریداروں سے پوچھتے رہیں کہ دوکان والے نے کس نرخ سے بیچا ہے اگر قیمت فروخت میں نرخ نامہ سے اختلاف پائیں تو بیچنے والے کو فوراً گرفتار کر رئیس کے دفتر میں بھیج دیں اور وہاں اس کی اچھی طرح ہوجاتی تھی استقامت نرخ میں شحنگان کا تقرر نہایت سودمند ثابت ہوا۔

دفعہ چہارم تعین سزا۔ نظرت الملک صاحب دن بھر میں کم از کم دس بیس مرتبہ خود نرخ کی جانچ پڑتال اور منڈی کا معائنہ فرماتے تھے اور اگر ذرا بھی فرق پاتے بے دریغ درّے لگاتے کہیں شکنجہ میں کھنچواتے الغرض انپر طرح طرح کے عذاب نازل کرتے تھے مگر لوگ بھی بلا کے بنے ہوئے تھے کم تولنے سے اکثر اب بھی باز نہ آتے اور نادان بچوں بیچاری عورتوں کو تو ضرور ہی جب موقع پاتے وزن میں کم دیتے بادشاہ نے جب دیکھا کہ کسیطرح یہ بدگوہر سدھرتے ہی نہیں تو انکے لئے ایک ایسی سزا مقرر کی کہ جسکے سننے سے بدن کانپ اٹھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جسقدر کوئی کم تولے اس سے دو چند اسکے گوشت کی بوٹی اتاری جائے سلطان علاءالدین خلجی اکثر ان غلام بچوں کو جو کبوترخانہ سلطانی میں ملازم تھے اپنے پاس بلاتا اور دس دس درم ہر ایک کو دیتا کسی کو حکم دیتا کہ بازار سے نان بریاں لائے کسی سے ریوڑی منگاتا کسیکو خربوزہ کی طلب میں روانہ کرتا کسی سے ککڑیاں لانے کیلئے فرماتا ادہر تو وہ بخوشی بازار میں جاتے ادہر رئیس کی طلبی ہوتی حسب الارشاد تمام چیزیں بازار سے خرید کر لاتے رئیس کی موجودگی میں ہر شے کا وزن ہوتا جو تول میں پوری نہ اترتی وہ یعقوب ناظر کو دیجاتی نظرت الملک غلام بچہ کو اپنے ساتھ لیکر بازار میں آتے اور جس جس دوکاندار نے کم دیا ہوتا اسکے دوکان پر جاتے مالک دوکان کو دوکان سے بلا بلا کسی تشویش کے قریباً دو چند گوشت مثلاً اگر کوئی چیز چھٹانک بھر کم ہے تو وہ چھٹانک کی بوٹی

اتار کر نہایت بے پرواہی سے دہیں پھینک آگے چلتے ہوئے۔ غرض
جنس کی تول میں کمی پا گئی بہ اسیطرح خاطر و مدارات کی گئی اور جو حشر
اسکا ہوا اتفاق ہی اسکا ہوا آخر کو آدمی ہی تھے ایسی سخت سزا کی تاب
نہ لا سکے اور لاچار راہ راست پر آ گئے پھر تو یہ حال ہوا کہ اگر سہ سالہ بچہ
بھی بازار میں خریدنے آتا تو ہر طرح وزن میں نرخ میں پورا سودا لیکر گھر جاتا
اگر بنظر تعمق دیکھا جائے کہ سکندر ثانی سلطان علاء الدین خلجی نے یہ جو کچھ کیا۔
عجب العجائب روزگار سے ہے روز ازل سے لیکر آج تک دنیا کے تمام کتب
خانے چھان مارے لیکن تاریخ عالم میں اسکی نظیر آپکو کہیں نہ ملیگی اس
عدیم المثل ایجاد کا سہرا اسی جلیل الاقتدار اور والا تبار سلطان کے سر ہے
قابل افسوس یہ امر ہی کہ دوسرے بادشاہوں کا ذکر تو جانے دیجئے خاص اسکے
جانشین سلطان قطب الدین مبارک شاہ کو ان ضوابط و قوانین کی پیروی
کرنی نہ نصیب ہوئی سلطان علاء الدین کے مرنے تک نرخ میں کسی قسم کا فرق
واقع نہ ہوا اور نہ کوئی دوسرے شے ان ضوابط اور دفعات مذکورہ
بالا کے عمل درآمد میں جارج ہوئے ایسی کیسی دماغ سوزی کے یہ نتیجے
تھے ۔ جنکے ناقدر دانوں نے کچھ قدر نہ کی اور اپنی عیش و عشرت پرستی کے سامنے
رعایا۔ اور سلطنت کی بہبودی کے خیال کو بھی بھولکر بھی دل دماغ میں ایک
لحظہ کے لئے جگہ نہ دے ؀

ارزانی نرخ میں ہر کہہ و مہ اور خواص و عوام کا فائدہ ہی فائدہ تھا۔
اگر برائے نام کچھ نقصان تھا تو ان دو گروہونکا۔ ایک تو دلال۔ دوسرے
سوداگر ان اسپ و تجار کنیز و غلام وغیرہ۔ مؤخر الذکر کا کچھ زیادہ نقصان نہ
تھا لیکن ان دلالوں کی تو روزی ہی بند ہو گئی تھی بدیں وجہ یہ جالسے بیزار تھے
ابتدا میں تو انہوں نے بھی شرارت کی انتہا ہی کر دی تھی اور قانون کو خیال
میں نہ لائے تھے لیکن سزائیں بھی وہ پائیں کہ سارے بل نکل گئے جب

تو ایین مندرجہ بالا کا بغیر کسی روکاوٹ کے عمل درآمد بخیر وخوبی ہو گیا اور شرح نرخ کو بھی قطعی استقامت حاصل ہوئی تو بعدازاں سلطان علاوالدین نے بنظر ترحم حکم دیا کہ سوداگر غلام وکنیز اور گھوڑے کی تجارت شروع کردیں لیکن نرخ سلطانی کے خلاف نہ ہو اور اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگی ہوئی تھی کہ گھوڑا قسم اعلےٰ۔ عربی ہو یا عراقی اور کنیز و غلام چرکس وختائے وترکی جو ہندوستان میں ممالک غیر سی لائے جائیں وہ پہلے بارگاہ سلطانی میں پیش ہوں بعدازاں انکی خرید وفروخت کیجائے

فرشتہ لکھتا ہے کہ جب تمام قوانین مرتب اور رائج ہو گئے تو ایک ندیم نے جس کے دلکو شاہد پرستی سے کچھ لگاؤ تھا بادشاہ کو خوش دیکھکر ایک دن دست بستہ باب عالی میں عرض کی کہ خداوند عالم نے ہر جنس کا نرخ مقرر فرمایا لیکن ایک چیز جو سب سے انسب اور ضروری ہی وہ ابھی اس سے بچی رہ گئی ارشاد ایسی کونسی سی شے ہے اداب وشرائط زمین بوسی بجالانے کے بعد عرض کیا۔ قیمت قحبہ و لولی ،، جنکے لشکری اور نوجوانان شہر کشتہ ناز ہیں۔ بادشاہ مسکرایا اور فرمانے لگا کہ تیرے خاطر انکی بھی شرح مقرر کرونگا فوراً رئیس اور کوتوال طلب ہوئے قحبہ ولولی کو تین قسموں پر منقسم کیا اور حکم ہوا کہ ان کو اور خوانندہ وسازندہ وغیرہ کو آگاہ کیا جائے کہ ہرگز شرح مقررہ سے زیادہ کی آرزو نہ کریں ورنہ بصورت دیگر مستوجب سزا ٹھہرینگے ؛

جس وقت اسباب معاش اور سامان حرب وغیرہ ارزاں ہوگیا۔ تو چند ماہ میں ہی جس موقعہ پر قلعونکی ضرورت تھی وہاں نئے قلعے تیار ہو گئے جو مرمت طلب تھے انکی مرمت ہوئی نئی فوج اور بھرتی کی گئی اس سے اور سامان حرب ورسد سے قلعوں کو بہائت آراستہ اور مستحکم بنایا جس سے مغلوں کی راہ قریباً مسدود ہو گئی ؛

مغلوں کا چوتھا حملہ

ان انتظامات کے بعد مغل کئی مرتبہ ہندوستان پر چڑھکر تو آئے مگر قریباً سارے یہیں رہے اور بمشکل تمام تھوڑے سے جانوں کو بچا کر واپس ولائت کو لیجا سکے چنانچہ ۷۰۵ھ ہجری میں علی بیگ چنگیز خاں کا نواسہ اور ترتاک خواجہ دامن کوہ شوال کو اپنی سپر بنائے ہوئے۔ چالیس ہزار جانباز اور بند آزما مغلوں کے ساتھ امروہہ تک آ پہنچے۔ غازی الملک یعنی سلطان غیاث الدین تغلق اس مہم پر نامزد ہوا یہ شیر میدان یلغار کرتا ہوا تیسرے چوتھے دن دشمن سے جا دست و گریباں ہوا۔ ایک حملہ میں سب کو تہ تیغ کیا تاب مقاومت نہ لا کر دشمن میدان سے بھاگا مگر تعاقب کرنے والوں نے جانے نہ دیا بمشکل تمام دس پانچ ہزار چالیس ہزار میں سے واپس گئے دونوں مغل سردار زندہ گرفتار ہوئے اور بیس ہزار سے کچھ زیادہ گھوڑے غنیمت میں ہاتھ لگے علی بیگ و ترتاک خواجہ کو مع کئی ہزار دیگر اسیروں کے پا بہ زنجیر بادشاہ کے حضور میں لائے نئی دلی میں بادشاہ نے چبوترہ سبحانی پر دربار عام کیا اندرپرست سے چبوترہ تک دورویہ لشکر کھڑا کیا گیا حکم ہوا کہ قیدی پیش کئے جائیں۔ صف دورویہ کے درمیان میں اسیران جنگ لائے گئے صبح کا وقت اور موسم گرمی کا عین شباب تھا حکم سلطانی نافذ ہوا کہ جس قدر سردار ہیں سب کو ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے روندڈالا جائے چشم زدن میں علی بیگ اور ترتاک معہ دیگر سرداران مغل کو ہاتھی روندتے ہوئے گزر گئے باقیماندہ قیدیوں کی گردن زدنی کیلئے ارشاد ہوا۔ اور جب تک ایک ایک مغل تہ تیغ نہ ہوا۔ بادشاہ اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ خلقت کا جم غفیر وحشیانہ تماشہ دیکھنے آئی تھی اس قدر اژدہام تھا کہ بیسیوں چلتیل اور نصف ملکہ کوبھی پانی کا کوزہ آخری وقت میں

لیئے کیئے ملا گھوڑے جو غنیمت میں آئے تھے ایران دربار کو مرحمت فرمائے گئے غازی الملک پر بے انتہا نوازشات سلطانی کا نزول ہوا حتی کہ انکو تمام ملک پنجاب کا صوبہ دار اعلے مقرر کر دیا۔

مہم مالوہ فتح اجین اور راجہ جالو کا مطیع ہونا

الپ خاں کو امیر الامرا گجرات نامی لشکر جرار کے ساتھ مردانہ کیا عین الملک ملتانی کو صوبہ مالوہ و اجین وغیرہ کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ راجہ کوکا والی مالوہ چالیس ہزار سوار راجپوت اور ایک لاکھ پیادہ کا لشکر لیکر مقابلہ کے لئے بڑھا۔ مگر راجپوت سورماؤں کی ترکوں کے سامنے کیا چلتی۔ افیون کے رنگے اور بھنگ کے قدح چڑھا چڑھا کر بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن کچھ پیش نہ گئی اول تو ان کو بہادری اور شجاعت میں انسے کچھ نسبت ہی نہیں اور تھوڑی دیر کو برابر ہی فرض کر لیا جائے تو اقبال کے آگے مردانگی اور کثرت سب کا وجود کوئی ہستی نہیں رکھتا یہ پہلا ہی موقعہ نہ تھا کہ اس قدر کثیر التعداد فوج کے ہوتے اتنی بڑی شکست کھائی بلکہ اس کے دو صدی پہلے جس دن سے مسلمانوں نے ہندوستان کا رخ کیا یہی حالت رہی امیر سبکتگین سلطان محمود سلطان غوری اور بلبن وغیرہ سب کے لشکر چند ہزار کی تعداد سے زیادہ نہ تھے اور مقابلہ میں راجپوت سورماؤں کی تعداد لاکھوں سے کم نہ ہوتی مگر جب شکست نصیب ہوتی تو کیا چارہ دو صدی پہلے ہی نہیں بلکہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے چار صدی بعد تک بھی کوئی مسلمانوں سے عہدہ برآ نہ ہو سکا جب خود اپنے ہاتھوں اپنے گھر کو اجاڑا تو یار لوگوں کے بل آئی اور آج وہ جب کسی لائق نہیں رہے جو برادران یوسف کے زبان پر آئی کہیں آتے دن کی روح فرسا تکلیفیں پہنچیں ان کے بادشاہوں کو جبار اور قہار کے لقب سے یاد کریں تعصب کی مجسم تصویریں بنائیں مگر کیا ان باتوں سے کوئی فائدہ کی صورت

ہو سکتی ہے الغرض دسویں جمادی الاول ۷۰۵ ہجری مطابق ۱۳۰۵ء جلوس علائی فتح نامہ بابت تسخیر اجین مندو اور دھارا نگری بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا گیا جسوقت غنائم کے ساتھ نامۂ فتح دربار میں پہنچا حکم ہوا کہ ممبروں پر پڑھا جائے ایک ہفتہ تک شادیانے شہر میں بجتے رہے اور تمام باشندگانِ شہر کو بادشاہ کیطرف سے مصری کے کوزے تقسیم ہوئے

راجہ جالور نے جب ریاست مالوہ کی فتح کا حال سنا گھبرایا اور لرزاں و ترساں عین الملک کے پاس پہنچا جس نے زماں نامہ کے ساتھ دربار میں بھیجدیا - بارگاہ سلطانی کی زمین بوسی کے بعد بادشاہ نے نہایت تسلی اور تشفی کی اور زمرۂ بندگان شاہی میں اسکا بھی نام درج ہوگیا -

مغلوں کا پانچواں حملہ

اسی سال گنگ نے جو داؤد خاں حاکم ماور النہر کے آدمیوں میں سے تھا ہند پر حملہ کیا علی بیگ چنگیز خاں کے نواسہ خواجہ ترتاک اور دیگر امرائے مغلی کے قتل پر جو گزشتہ سال دراصل جہنم ہوئے تھے مغل بہت برافروختہ تھے اور اُن میں انتقام کا جوش نہایت پھیلا ہوا تھا دل کا بخار نکالنے کے لئے چڑھ دوڑے اور چپ چپاتے کوہ شوالک کے دامن میں آگے بڑھتے چلے آئے اور اُن کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر جرار غازی الملک کی سپہ سالاری میں پائے تخت سے روانہ کیا گیا - گرمی شدت سے پڑتی تھی - تجربہ کار سپہ سالار نے انکے قیام گاہ کے پاس جو ندی تھی اس پر قبضہ کرلیا - یہ حسب عادت صبح ہی تاخت و تاراج کیلئے نکلے تھے دوپہر ہوئی لشکرگاہ کیطرف پھرے پانی کی طرف بیتاب ہوکر بڑھے - وہاں نقشہ اور ہی نظر آیا دیکھا کہ دشمن کا پورا پورا تسلط ندی پر ہوگیا العطش العطش کی صدا ہر طرف سے بلند ہوئی اور بجز مارنے یا مر رہنے کے کوئی صورت نظر آئی اول تو دس دس پندرہ پندرہ کوس کے دھاوا کرکے آئے جان ویسی ہی باقی نہ تھی

پانی کے نہ ملنے سے اور دشمن کے مقابلہ نے رہے سہے اوسان اور کھو دیئے ان تشنہ لبوں نے جب یہ دیکھا کہ ندی جو اسوقت اُن کے لئے چشمۂ حیات تھی دشمنوں کی تصرف میں ہے ناچار جانوں سے ہاتھ دھو کر عساکر علائی سے دوچار ہوگئے انکو بھی اسی بدبختی کا منہ دیکھنا پڑا جو ان کے بھائی ہمیشہ سے دیکھتے چلے آئے ہیں اکثر مارے گئے گنگ سردار لشکر معہ دیگر امرائے مغلی اور ہزارہا لشکری جو معرکہ جنگ میں اسیر ہوا - جو میدان سے بھاگے اگر تھوڑی دور تک ان کو پانی نہ ملا - شدت پیاس سے بے مارے مرگئے - الغرض ساٹھ ستر ہزار میں چار پانچ ہزار کے آگئے جو علائی لشکر کی تعداد تھی - کوئی زندہ نہ پھرا - اسیران جنگ کو معہ ان کے سپہ سالار کے پابجولاں وطوق بگردن بادشاہ کے حضور میں بھیجا - کوشک ہزار ستون کے سامنے سردار فوج اور دیگر امیران حسب معمول ہاتھیوں کے پاؤں میں ڈالدئے گئے اور لشکری نہ تیغ ہوئے ان کی بیویاں اور بچے جو ان کے ساتھ ولائت سے آئے تھے وہ نرخ سلطانی پر ہندوستان کے ہر شہر میں فروخت کئے گئے اور مقتولین کے سروں کا دروازہ بدریوں کے باہر جنگل میں ایک برج تیار کیا گیا جسمیں بجائے کنکر اور پتھر کے مغلوں کی کھوپریاں کام میں لائی گئیں کتابوں میں لکھا ہے کہ شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کے زمانہ تک اس کے آثار پائے جاتے تھے اور لوگ اسے دیکھکر سلطان علاؤ الدین خلجی کو یاد کرتے تھے مگر اب اس کا نام و نشان بھی نہیں وہ تو درکنار کوشک ہزار ستون علائی کی اینٹ سے اینٹ بج گئی +

مغلوں کا چھٹا اور آخری حملہ

مغلوں کا آخری حملہ سنہ ۷۰۶ ہجری نبوی مطابق سنہ ۱۲ جلوس علائی میں ہندوستان پر ہوا اسمرتبہ ایک شخص اقبال مندہ نام انکا سردار تھا

لشکر اسلام سے پہلی ہی لڑائی میں شکست فاش کھائی - اقبال مندہ میدان جنگ میں مارا گیا - امیران ہزارہ صدہ زندہ گرفتار ہو کر دلی آئے اور مار ڈالے گئے اس دفعہ بھی حسب معمول سپہ سالار عاکر علائی غازی ملک ہی تھا اس لڑائی سے مغلوں کے دلوں میں اسقدر خوف وہراس بیٹھا اور اسکے مقابلہ میں اسقدر پے درپے فاش شکستیں کھائیں کہ ہندوستان کے خیال کو دل ودماغ سے ہمیشہ کیلئے نکال دیا - ان چار لڑائیوں میں لاکھوں مغل مارے گئے جسکی وجہ سے اسقدر انکی کمر ہمت ٹوٹی - کہ آخر عہد سلطان محمد تغلق تک ہندوستان کا رخ نہ کر سکے - غازی ملک کا بہادری کا شہرہ ہندوستان سے لیکر صوبہ ماوراء النہر تک پہنچا ملک عزالدین ظفر خان سے جسقدر مغل خائف تھے اس سے دوچند اس سے ڈرنے لگے یہ ہر سال جاڑوں میں خاص اپنے لشکر کے ساتھ دے بالپور سے قدم باہر نکالتا اور کابل وغزنین ہرات وقندھار تک لشکر کشی کرتا - اور ان صوبوں سے خراج لیتا مغلوں میں اس قدر بھی دم باقی نہ رہا تھا کہ اپنی سرحد پر آکر دشمن کے سدراہ ہوتے آخری عہد قطبی تک یہ تمام پنجاب کا گورنر رہا اور کسی کی تاب مجال کہ ہندوستان کیطرف رخ بھی کرے یا اسکی سرحد میں قدم بھی رکھ سکے ٭

آمد پدمنی کے حیلہ سے راجہ رتن سین کا مفرور ہونا

آخری مرتبہ جب مغلوں کی مہم پر لشکر کشی ہوئی دلی میں عجیب ماجرا پیش آیا جسوقت چیتور کو فتح کیا تھا راجہ کو گرفتار کر لیا اور دلی میں لاکر اسے نظر بند کر دیا تھا - ایک مدت کے بعد بادشاہ کو پنڈت راگھو ناحی کی زبانی معلوم ہوا کہ راجہ رتن سین کی ایک رانی پدمنی نام ملکہ معشوقاں سہی قد سیاہ چشم سیمین اندام ہے سلطان نے پیغام بھیجا کہ اگر ہمارا مقصد دلی حاصل ہو تو تمہاری رہائی ممکن ہے - ورنہ پڑے پڑے یہیں سڑ جاؤگے اور جب تک ہستی سے رہا نہ ہو - قید سے نجات

دشوار ہے جان سبکو عزیز ہے حالانکہ مقدمہ ننگ و ناموس کچھ اور ہی ہمتا ہی
مگر راجہ نے بیحیائی کی نقاب منہ پر ڈالی عزت و آبرو کا قطعی خیال نہ کیا - رضامند
ہوکر اپنے خاص آدمی کو اہل و عیال کی طلب میں روانہ کیا تاکہ بادشاہ کا مقصد
حاصل ہو اور بے شرم راجہ رہائی پائی - یہ خانہ بدوش اپنی جانوں کے خوف سے
پہاڑوں میں چھپتے پھرتے تھے جب ایلچی آیا اور راجہ کا پیغام پہنچایا تو تمام
عزیز و اقارب نے راجہ کی حالت پر اپنا سر دھنا اور چاہا کر مٹھائی میں جو اکثر راجہ
کے لئے جایا کرتی ہے زہر ملا کر بھیجدیں تاکہ اس آبرو فروش کا کام تمام ہو جائے
اور ہم جہان میں رسوا ہوں - راجہ کی ایک بیٹی اپنی تمام خاندان میں نہایت
عاقلہ تھی - اس نے کہا میں نے ایک تدبیر سوچی ہے کہ راجہ بھی سلامت آزاد
ہو جائے اور ننگ و ناموس پر بھی حرف نہ آئے اور وہ یہ ہے کہ چند پالکیوں میں
آزمودہ کار اور جانباز بہادروں کو سوار کرو - اور ایک معقول تعداد سوار اور
پیادوں کی ان کے ہمراہ دلی کی طرف روانہ کرو - اور یہ مشہور کرو کہ حسب الحکم
اکبر کیا تم رانیاں دلی جاتی ہیں - منزل گاہ میں جب اترو نہایت احتیاط سے
کام لو - ایسا کہیں نہ ہو کہ بے احتیاطی سے راز افشا ہو جائے - ورنہ سمجھ لو
کہ ایک کی جان بھی خیر نہیں - دلی ایسے وقت پہنچو کہ رات ہو اور جب راجہ کی
مجلس کے قریب پہنچو تلواریں کھینچ کھینچ پالکیوں سے نکل آؤ اور جو کوئی راہ میں
مانع ہو - اس کا قلع و قمع کرو - میرے باپ کو اسپ باد رفتار پر سوار کر دو اور
مارتے مرتے جسطرح بنے اپنے وطن کی راہ لو - تمام اہل امرائے نے اس
تدبیر کو پسند فرمایا - اور صورت عملی اس طرح لائے کہ فدائیوں کی ایک جماعت
پالکیوں میں سوار ہوئی کچھ پیادہ اور سوار بطور حفاظت انکے ہمراہ ہوئے
جب دلی کے قریب پہنچے تو تمام شہر میں مشہور ہوا کہ پدمنی کا سکھپال آتا
ہے ایک پہر رات گزرے راجپوت شہر میں داخل ہوئے جب قید خانہ کے پاس
پہنچے - تلواریں ہاتھ میں لئے پالکیوں سے کود پڑے جو سپاہی غلط سامنے آیا وہ

اسکو تہ تیغ بیدریغ کیا راجہ کو گھوڑے پر سوار کر یہ جا وہ جا۔ شہر میں غل مچ گیا کوئی کہتا تھا کہ ڈاکہ پڑا۔ کوئی کہتا تھا کہ تاتاریوں نے شب خون مارا تھوڑی دیر کے بعد عقدہ یہ کھلا کہ راجپوت آئے اور اپنے راجہ کو لے گئے حریف نے صرف مقصد براری کے لئے ایک چال کی تھی جو چل گئی فوراً حکم ہوا کہ تعاقب میں چند سوار روانہ کئے جائیں۔ چنانچہ گئے اور چار پانچ کوس پر جالیا۔ مہتم یہ عقلمندی کی کہ راجہ کو مع چند سواروں کے آگے چلتا کیا اور خود دشمن کے روکنے کے لئے ٹھہر گئے۔ تو ایک دو گھنٹے لڑے اور تاب نہ لاکر بھاگ نکلے دو چار کوس پر جاکر راجہ کے جان پر نثار ہونے کے لئے حریف کو پھر راجہ کے تعاقب سے روکا۔ گھڑی دو گھڑی کے بعد پسپا ہوئے۔ پھر تھوڑی دور جاکر اپنے دشمنوں سے دست بدست ہوئے۔ الغرض سب کے سب میدان میں کام آئے اور راجہ پر اپنی جانیں قربان کر دیں لیکن ان کا مطلب جو اس تھوڑی دور بھاگ بھاگ کر تعاقب کرنیوالوں سے جنگ آزمائی کرنے میں تھا۔ وہ حاصل ہو گیا۔ یعنی یہ انہیں یہاں روکے رہے۔ وہاں راجہ اپنی جان بچائے افغان و خبزان پہاڑوں میں عزیزوں سے جا ملا۔ اور اپنی بیٹی کی تدبیر کی بدولت سلطانی پنجہ سے نجات پائی چند روز کے بعد اوسان بجا ہوئے۔ سرکشوں کی معقول تعداد بہم پہنچائی اور سواد قلعہ چیتور میں لوٹ مار شروع کی :۔

رتن سین کا بھانجہ دربار میں بندگان مخلص سے تھا۔ قلعہ چیتور بمصلحت وقت اپنے ولی عہد سے لیکر اسکو مرحمت فرمایا۔ تمام راجپوت اسکی حکومت سے راضی ہو کر اس سے آ ملے اور تھوڑی سی مدت میں خاصہ اقتدار حاصل کر لیا ہر سال خود تحفے تحائف لیکر آستان بوسی کیلئے حاضر ہوتا۔ اور درگاہ سلطانی سے خلعت زربفت اور اسپ خاصہ مع شمشیر و کمر بند مرصع پاتا جس مہم پر نامزد ہوتا فوراً پانچ ہزار سوار اور دس ہزار پیادہ لیکر لشکر شاہی

تہ بااشال بڑا۔ الغرض آخر دم تک حلقہ اطاعت سے گردن نہ پھیری

دیوگیر پر دوسری مرتبہ لشکر کشی

سلطان علاؤالدین خلجی نے جب سے عہد ملوکی میں دیوگیر کو فتح کیا تھا وہاں سے برابر خراج آتا رہا بلا ضرورت اس عرصہ میں دیوگیر پر جسکو کان زر و جواہر کی وجہ سے اس زمانہ میں دولت آباد کے نام سے موسوم کرتے تھے فوج کشی نہ کی گئی۔ رام دیو کی جو شامت آئی خدا معلوم کیا سوچ کر تین سال تک متواتر خراج نہ بھیجا اور اس سے سرکشی کے آثار نمودار ہونے لگے تو سنہ ۱۲ جلوس میں ملک کافور ہزار دیناری لپس دریدہ و پیش بریدہ کو سپہ سالار مقرر کیا اور دیگر ملوک و امرائے بزرگ کو جو سوائے رتبہ اور مجبوبیت کے ہر حالت میں اس سے بدرجہا افضل و برتر تھے۔ اسکے مصاحب بنا کر ہم دیوگیر پر نامزد کیا چونکہ بادشاہ اسکی خوبیوں کا گرویدہ تھا اس لئے اس نے چاہا کہ کوئی بات ایسی پیدا کرے جو کہ ملک کافور ہزار دیناری ان امرائے کبار اور ملوک والا تبار سے جو اسکی مصاحبت میں ہمرکاب ہیں ممتاز اور متشنے ہو۔ چنانچہ سایبان اور سراپردہ لعل جو خاص بادشاہان دہلی کے لئے اسیطرح مخصوص تھا جسطرح بنی فاطمہ نے سبز اور بنی عباس نے سیاہ اور بنی امیہ نے سفید نشان اپنے لئے علیحدہ علیحدہ مقرر کر لئے تھے) عطا فرمایا اور امیروں کو حکم دیا کہ ہر روز ملک نائب سلام کے لئے حاضر ہوا کریں اور جسطرح وہ حکم دے اسکی تعمیل میں سرمو فرق نہ ہونے دیں۔

قاضی احمد غفاری جہان آرا میں کہتے ہیں کہ سنہ ۷۰۶ ہجری نبوی میں مہم دکن پر ایک لاکھ سوار کے ساتھ ملک نایب اور خواجہ حاجی نایب عرض ممالک کو روانہ کیا اور عین الملک ملتانی حاکم مالوہ اور الپ خاں والی گجرات کے نام فرمان جاری ہوئے کہ مع اپنے لشکروں کے ملک نائب کے ساتھ ملجائیں اور اسکے حکم سے انحراف نہ کریں چنانچہ دیوگیر پہنچنے سے پہلے دونوں سردار لشکر شاہی کے

آملے ۔ جب لشکر علائی نے دکن میں پہونچ ڈال رکھا تھا۔ ایک دن کنولادیوی نے سلطان کے حضور میں عرض کیا کہ جس وقت میں راجہ کرن کے محلوں میں راج کرتی تھی میرے دو بیٹیوں کو جو حوران بہشتی پر طعنہ زنی کرتی تھیں بڑی نازو نعم اچھے پیار و محبت سے پالا تھا۔ میں اپنی خوش طالعی اور فیروز بختی سے پرستاران سلطانی میں شامل ہوئی اور وہ دونوں گوہر شب چراغ اپنے بدبخت باپ کے پاس رہیں۔ اب ایسا سننے میں آیا ہے کہ بڑی بیٹی نے داعی اجل کو لبیک کہا اور چھوٹی بیٹی دیولدیوی نام اپنے چودہویں برس میں دلی تمنا کو پہلو میں دبائے جوانی کی امنگوں کو سینہ میں لگائے باپ کے ساتھ باخاطر ناشاد ایام گزاری کرتی ہے عنایت شہنشاہی اور نوازشات سلطانی سے امر کچھ دور نہ ہوگا کہ ملک نائب اور دیگر افسران کے نام اس ذرۂ بیمقدار کو بہر نوع آستانہ کیطرف روانہ کرنے کے فرامین صادر فرمائے جائیں بادشاہ نے کہا ۔ یہ کونسی بڑی بات ہے آج ہی اس کا انتظام ہو جائیگا تمہاری سخت نادانی تھی ۔ جو کبھی اس سے پہلے یہ ذکر نہ کیا اور اب تک بیٹی کے غم میں اندر ہی اندر گھلا کیں حرم سے اٹھ دربار میں آیا۔ اور میدان جنگ کی طرف ملک نائب اور الپ خاں کے نام اس مضمون کے پروانے جاری ہوئے کہ راجہ کرن بے خانماں دکن کے جنگلوں اور پہاڑوں میں مارا مارا پھرتا ہی اسکی بیٹی دیولدیوی کو جو اسکے ساتھ ہے یا بار ضا یا با جبر غرض جسطرح ممکن ہو فوراً درگاہ اقدس میں بھیجدو ۔

طرفہ ماجرا یہ پیش آیا کہ جسوقت رانی اپنا عرض حال بادشاہ کے گوش گذار کر رہی تھی ۔ قسمت کا مارا بد اختر ولیعہد شاہزادہ خضر خاں بھی موجود تھا۔ اسکی چوبی حسن کو سنکر ہی سن کر نادیدہ عاشق وشیدا ہو گیا اور متاع صبر و ہوش و خرد کو بے دیکھے بھالے ہی کھو بیٹھا کسی نے خوب کہا ہے

ز تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

الغرض جو ہرکارہ بادشاہ کا فرمان لیکر گیا - ولی عہد سلطنت نے بھی ان
امرا کے نام جو اس سے موافقت رکھتے تھے - پروانہ لکھا کہ دیکھنا خبردار
شکار ہاتھ سے جانے نہ پائے اور کسی قاصد کے ہاتھ ادھر روانہ کیا ادھر
رات دن آتش ہجر میں جلنے اور غم فراق میں گھلنے لگا تو فرمان سلطانی کے
ساتھ جب شاہزادہ کا خط بھی پہنچا تو ایک سے دو چند خیال ہوگیا اور اس کو بھی
مہم کا ایک جزو علے اسبجہ جان توڑ کر ساعی ہوئی تو

ملک نائب مالواہ سے گذر کر سرحد دکن میں داخل ہوا - سلطان پور پہنچکر
قیام کیا - اور نہایت ہوشیار - تجربہ کار اور عقلمند ایلچیوں کے ہاتھ رامدیو - راجہ
کرن اور دکن کے دوسرے راجوں کے پاس سلطان علاؤالدین خلجی کے فرامین
بھیجے لیکن یہ سفیر کئے جگہ سے بے نیل و مرام واپس آئے جب جواب باثواب
نہ پایا تو سلطان پور سے کوچ کیا - الپ خان بھی اپنا بیشمار لشکر لئے
دکن کے شمالی پہاڑی علاقہ کیطرف بڑھا - راجہ کرن نے بھی مقابلہ کا بندوبست
پہلے ہی کر لیا تھا - دو مہینے تک برابر اس طرح لڑتا رہا کہ ایک جگہ سے بھاگ کر
دوسری جگہ جا پہنچا - ہاں کچھ حفاظت کے سامان بہم پہنچائے جب الپ
خانی لشکر سے لڑائی ہوئی اسکو چھوڑ اور آگے بڑھ گیا - الغرض پہاڑ دن
اپنی مصیبت کے دن پوری کرتا تھا سنگلدیو پسر رامدیو راجہ دیوگیر جو دیولدی
کے تیر مژگان کا گھائل اور خنجر ابرو کا بسمل تھا - قبل ازیں اسکے متعلق راجہ
کرن سے سلسلہ جنبانی کر چکا تھا مگر چونکہ قوم کا راجپوت اور یہ ذات کا
تھا اس نے اس عارکو گوارہ نہ کیا اور جواب صاف دیا کہ تجھکو بلحاظ
نسب کے مجھسے کچھ نسبت نہیں خبردار ایسی بات کا زبان پر لانا - تو درکنار
بلکہ ایسے خیال خام کو کبھی بھول کر بھی دل میں جگہ نہ دینا - جب تو یہ بیچارہ اپنا سا
منہ لیکر رہگیا - مگر موقعہ کی تاک میں لگا رہا - اب اسے معلوم ہوا کہ شاہنشاہ
دہلی راجہ کرن سے دیولدیوی کو طلب کرتا ہے موقعہ کو غنیمت جانا اور یہ خیال

کے کر راجہ مذکور اب چار وناچار میرے ساتھ رشتہ کرنا پسند کریگا بغیر اجازت اپنے باپ کے چھوٹے بھائی بھیم دیو کو چند شخصوں کے ساتھ راجہ کرن کے پاس بھیجا اور زبانی کہلا بھیجا کہ ملیچھ ترک اور مجھ میں زمین وآسمان کا فرق ہے ابھی کچھ نہیں گیا مجھے اپنی فرزندی میں قبول فرمائیے اور اس حسن کے خزانہ بیش بہا کو میرے حوالے کیجئے تاکہ جب مسلمانوں کو یہ ماجرا معلوم ہو جائے تو وہ آپ سے دست بردار ہو جائیں اور تعاقب کرنے سے باز آئیں ؀

اس قابل رحم راجہ کو جسکی بیوی پہلے ہی چھن چکی تھی اور اب اس سے اسکی اکلوتی بیٹی کو بھی بظلم جدا کرنے کی فکر میں تھے۔ اپنے بچاؤ کیلئے مدد کی ضرورت تھی حالانکہ یہ اسکا خیال محض باطل تھا۔ رام دیو یا انکے معاصر بھلا کیا مدد کر سکتے تھے وہاں تو اپنی ہی جانوں کے لالے پڑے ہوئے تھے تمام دکن میں نفسا نفسی کی ہوا چل رہی تھی دوسروں کی مصیبتیں کب کوئی ہٹا سکتا ہے اور انکے بلائیں کون اپنے سر لے سکتا تھا۔ کم فہم راجہ کرن نے ان باتوں کا تمال نہ کیا اور دل میں سوچا کہ حسن کی دیوی کو آغوش دیو گرم کرنے کے بھیم دیو کے ساتھ سنکلدیو کے پاس بھیجدیئے تاکہ ایک تو بوجھ کم ہو جائے دوسرے بیچارگی میں سہارے کیلئے ٹھکانہ ہو جائے الغرض اسی قسم کی خیالی پلاؤ پکا۔ دیولدیوی کو آنے والوں کے ہمراہ دیوگیر کیطرف روانہ کیا ؀

الپ خاں کے مخبر بھی چھوٹے ہوئے تھے خبر دار نے آکر خبر دی کہ جو کچھ کرنا ہے کر لو پری کو دیو اڑائے لئے جاتا ہے یعنے دیولدیوی کو ساتھ لئے بھیم دیو نے دیوگیر کا رخ کیا ہے الپ خاں نہایت مضطرب ہوا کہ کیا کرنا چاہئے وقت و موقعہ دونوں ہاتھ سے نکلے جاتے ہیں ایک طرف سیاست علائی کا خوف دوسری طرف ولیعہد کی آزردہ دلی اور خاطر شکنی کا خیال امرائے لشکر سے مشورت کی رائے یہ قرار پائی کہ ان دو چار دن میں وہ جان توڑ کر کوشش کریں کہ دشمن کا نام صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دو اور اگر مقصد دلی نہ

آئے۔ تو بادشاہ کو جاکر کسی طرح منہ نہ دیکھائینگے بلکہ تمام عمر تنہا ہی بادیہ
پیمائی میں بسر کر دینگے۔ الغرض دوسرے دن لشکر علائی نے اس سختی سے حملہ
کیا کہ راجہ کرن کو تمام مال واسباب ہاتھی گھوڑے چھوڑ کر دیوگیر کی جانب بھاگتے
ہی بنی۔ لیکن رانی دیولدیوی کہ جسکے لئے کئی مہینہ سے خون ریز ہو رہی
تھی۔ پتہ نہ چلا پر نہ چلا ؎

الپ خان چند سوار اسباب غنایم کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑ
آپ جنگلوں پہاڑوں میں بادل کیطرح گرجتا۔ رعد کی مانند کڑکتا۔ راجہ
کرن کے تعاقب میں چلا کہ وہ ایلورہ میں راجہ کرن کا کھوج آگے نہ چلا۔
اور طرفہ یہ کہ خود بھی رستہ بھول گیا۔ لشکر نے کئی دن کے تھکے ماندے بننے کے بعد
مایوسی و حرماں وہیں ایک ندی کے کنارے مجبوراً اتر پڑے سپاہیوں نے
غار ہائے ایلورہ کی تعریفیں اور اسکی متعلق عجیب عجیب روائتیں پہلے
ہی سے سن رکھی تھیں۔ مشاہدہ کا شوق غالب آیا اور چار پانسو نوجوان
نے الپ خان کیخدمت میں بغرض اجازت حاضر ہو کر عرض کیا کہ اتفاقات
زمانہ ہیں ورنہ ہم کہاں اور یہ دکن کے کوہ و دشت دور یا کہاں۔ یہ دو قدم
پر چند غار ہیں جنکی نسبت بہت کچھ سنا ہے اگر حکم ہو تو جاکر دیکھ آئیں ارشاد
ہوا کہ شوق سے جاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ دشمن کے گھر میں ہو ذرا دائیں بائیں
سے ہوشیار رہنا۔ خوشی خوشی چہ میگوئیاں کرتے چلے جب لشکر سے دور نکل گئے
تو اثنائے سیر و تماشہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گرد دور سے نمودار ہوئی جب
ذرا قریب آئے تو دیکھا کہ ایک لشکر ہے سوار گھوڑوں کی گردنوں پر باگیں
ڈالے بادپیماؤں کو طوفان باد کی طرح اڑائے چلے آرہے ہیں وہ سمجھے کہ
دیوگیر سے رام دیو کی فوج آئی جلدی جلدی ایک جگہ کھلے میدان میں چند
چٹانوں کو پشت و پناہ جمع ہوئے اور صف بندی کر غنیم کا راستہ روک
کر لڑائی انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ اصل میں یہ رام دیو کی تو نہیں بلکہ اسکے

چھوٹے بیٹے بھیم دیو کی فوج تھی جو راجہ کرن سے علیحدہ ہو کر دیولدیوی کو لے ہوئے اپنے بھائی کے پاس جا رہا تھا۔ کوئی دوسرا راستہ نہ تھا کہ بغیر لڑے بھڑے اس حسن کے بے بہا خزانہ کو ان چند ترکی خلجی لیٹروں کی لوٹ سے بچائے ہوئے صحیح و سلامت نکال لے جائے مجبوراً راستہ صاف کرنے کے لئے لڑنا پڑا مگر علائی بہادر راجپوتوں نے وہ جوہر مردانگی دکھایا کہ انکے سامنے مرہٹوں کی کچھ پیش نہ گئی سینکڑوں مارے گئے کچھ گرفتار ہوئے اور جو معدودے چند بچے وہ اپنی جان بچا تمام سامان چھوڑ چھاڑ جدھر سینگ سمائے ادھر الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک سپاہی نے دیکھا کہ کچھ فاصلہ پر چند عورتیں کھڑی ہیں۔ میدان تو صاف ہو گیا تھا۔ لشکری اسباب غنائم کے ایک جگہ جمع کرنے میں مصروف تھے یہ ان پریوں کے جھرمٹ کیطرف بڑھا اسکے وہاں تک پہنچتے پہنچتے دس بیس اور ساتھ ہو لئے۔ دیولدیوی کا گھوڑا زخمی ہو گیا تھا۔ اور زخم کاری تھا جس نے اسے بالکل چلنے کے ناقابل بنا دیا تھا۔ رانی مجبور ہو کر اس پر سے اتر پڑی تھی اور سچ تو یہ ہے کہ کسی کی کشش الفت تھی۔ اور رشتہ محبت نے کچھ ایسا پاؤں میں پھندا ڈالا تھا کہ اس جگہ سے ہلنا محال تھا۔ ورنہ نزدیک کے ساتھیوں کیطرح کچھ بھاگنا ناممکن نہ تھا۔ لونڈیاں چیریاں جنکے خوبصورت اور دلکش چہرے ستاروں کی مانند درخشاں تھے اس مہ چاردہ کو اس طرح اپنے بیچ میں لئے ہوئے تھیں کہ گویا چاند کا ہالہ بنے ہوئے تھیں جب یہ سپاہی انکے پاس پہنچے ہر ایک نے چکور کیطرح اسی مہ تابان پر ہاتھ بڑھانا چاہا اس جھرمٹ سے ایک پرستار نے نکلکر ڈانٹا کہ خبردار کوئی ایک قدم آگے نہ بڑھائے۔ یہی تو وہ گوہر مقصود ہے جسکے تلاش میں تم اپنے بیوی بچوں گھروں سے سینکڑوں کوس دور راحت و آرام خاک ڈال۔ جنگلوں کی خاک چھانتے اور لاکھوں بے گناہاں خلق خدا کا خون بکھیرتے پھرتے ہو

تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اسکو باعزاز تمام اپنے سردار کے پاس لے چلو تاکہ اسکے صلہ میں اس سے بے انتہا زر و جواہر انعام پاؤ۔ لشکری سمجھ گئے کہ یہ ہو بہو دیولدیوی ہے جلدی سے چند گھوڑے اسکے اور اسکی سہیلیوں کے لئے لائے اور سوار کرا معاً سردار لشکر کے پاس لے آئے۔ انکے آنے سے الپ خاں کا یہ حال ہوا کہ مارے خوشی کے جامے میں پھولا نہ سماتا تھا لشکریوں کو انعامات سے مالا مال کر دیا۔ صدقہ دیا سجدہ شکر بجالایا اور دوسرے ہی دن گجرات کی راہ لی۔ وہاں سے دیولدیوی کا سکھپال براہ ملتان دلی روانہ کیا۔ دلی آنے کے چند دن بعد جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ولیعہد سلطنت اس شمع کا جس نے کوشک سلطانی کو اپنے نور رخ تاباں سے منور کر دیا پروانہ بنا ہوا ہے تو رانی کولادیوی سے اجازت لیکر راجہ کرن کی دختر نیک اختر کو ساعت سعید میں مستحق شاہزادہ سے منسوب کیا اس گل و بلبل کے جوڑے کا عشق وہ شہرہ آفاق ہوا۔ کہ لوگوں نے ان کی محبت کے افسانے بنائے۔ گیت جوڑے چنانچہ حضرت خواجہ امیر خسرو علیہ رحمۃ اللہ نے بھی اس عشق و محبت کے فسانہ کو مثنوی کی صورت میں قلم بند کیا جو مثنوی عشقیہ کے نام سے موسوم ہے۔

ملک نایب جسوقت سرزمین دکن میں داخل ہوا تاخت و تاراج کی بالکل ممانعت کر دی۔ بلکہ برعکس اسکے غریب رعایا کو دیتا دلاتا آگے بڑھا دو تین منزل کے بعد امرائے لشکر کو دس دس پندرہ پندرہ ہزار فوج دیکر راجاؤں کی سرکوبی کے لئے ہر طرف روانہ کیا اور بذات خود دیوگیر کا رخ کیا راجہ اپنے بڑے بیٹے کو قلعہ میں چھوڑ بڑے تزک و شان کے ساتھ لڑنے کے لئے نکلا۔ چند گھنٹوں کی لڑائی کے بعد رام دیو مع اپنے بیٹوں اور عزیز و اقارب اور سربرآوردہ آراکین ریاست کے اسیر ہوا۔ اس لڑائی کے بعد قلعہ کا رخ کیا جو بغیر کسی محاصرہ کے نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہو گیا تو

خوب تاخت وتاراج کیا اور تمام خزانہ لے مع قیدیوں کے دارالخلافہ کی طرف کوچ کیا۔

مورخین کو اس واقع میں اختلاف ہے ابوالقاسم ہندوشاہ استرآبادی المشہور بہ فرشتہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ جب وقت ملک نائب دیوگیر پہنچا رام دیو سنگلدیو کو قلعہ میں چھوڑ کر اپنے دو سو بیٹوں عزیزوں اور سرداران ریاست کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا پس دریدہ و پیش بریدہ ملاقات کی چند بیش بہا تحفے سترہ جنگی ہاتھی سے بطور نذرانہ سلطانی پیش کئے ملک کافور ہزار دینار نے فتح نامہ درگاہ سلطانی میں ارسال کیا۔ اور رام دیو کو مع لواحقین اپنے ہمراہ لے آستانہ کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں راجہ دیوگیر نے جس طرح ہوا ملک نائب کا دل اپنے ہاتھ لے لیا۔ الغرض جب دربار میں آئے اسکی سفارش سے خطا معاف ہوئی۔ علاوہ ازیں خود سلطان علاؤالدین بھی یہ جانتا تھا کہ یہ جو کچھ ہے فی الحقیقت خزانہ دیوگیر ہی کا صدقہ ہے تقصیر معاف ہونے پر خطاب رائے رایان اور اسکے ساتھ پرگنہ نوساری چتر سفید اسکے ساتھ ایک لاکھ ٹنکے نقد اور اسکا ملک جو اس وقت شاہی تصرف میں تھا مرحمت فرما کر عزت افزائی فرمائی۔ اور بہت اعزاز اکرام سے اسکو رخصت کیا۔ بعد ازیں خراج مع ہدائے اور تحائف وہ سال بسال بھیجتا رہا اور تا دم واپسین اس قول کے سچے اور عہد کے دھنی نے جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھا۔

مہم ارنگل

سنہ جلوس مطابق ۷۰۹ھ ہجری میں سلطان نے ارنگل پر لشکر کشی کی اور اس مہم کے لیئے ملک کافور کو نامزد کیا۔ سائبان لعل مرحمت فرمایا۔ اور رخصت کرتے وقت چند نصیحتیں کیں (۱) اگر رائے لدر دیو والی ارنگل

بو ندہ لعنی جو امارت ہاتھی گھوڑے ضلع میں دے اور سالیانہ خراج پر راضی ہو جائے تو لڑائی کی کچھ ضرورت نہیں اور قلعہ کشائی کی فکر نہ کرنی چاہیئے زیادہ زر و مال کی آرزو نہ کرنا۔ تشددؐ کو کام میں لانا۔ اپنی نام آوری اور شہرت کے لئے اس امر کی کوشش نہ کرنا کہ رائے مذکور حاکم ارنگل تیرے پاس آئے یا تو اسے ہمارے حضور میں لائے (۲) اس خیال سے کہ ہمارے بہت سے رکن اعلیٰ تیرے ماتحت ہیں کبھی مغرور نہ ہونا (۳) ملوک اور امرا دربار کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا۔ اور سرداران لشکر کی عزت و حرمت کا بہت خیال رکھنا (۴) کوئی کام بغیر مشورت خواجہ حاجی نائب عرض ممالک اور دیگر امرائے کبار کے نہ کیا جائے (۵) لشکریوں کے ساتھ میانہ روی کو کام میں لایا جاوے (۶) یہ جو کبھی کسی پر خفا نہ ہونا۔ اور غصہ نہ کرنا (۷) تو آستانہ دیر دور دشمنوں کے ملک میں جاتا ہی اس امر کا سب سے زیادہ خیال رکھنا کہ تیرا کوئی قول و فعل ایسا نہ ہو کہ جس سے لشکر میں فساد و فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو (۸) اگر لشکریوں کو کسی معمولی جرم کا مرتکب دیکھے یا سنے تو اس سے چشم پوشی کرنا (۹) امیران لشکر کے ساتھ اتنی نرمی بھی نہ برتنا کہ وہ گستاخ ہو جائیں اور اسقدر سختی سے بھی کام نہ لینا کہ وہ تیرے دشمن بنجائیں (۱۰) سرداروں کے نیک و بد سے غافل نہ رہنا ان کی صحبتوں اور جلسوں کی دریافت میں بالغ ہونا (۱۱) طلب خمس غنایم میں سوائے چاندی سونے کے اور کسی شئے سے سروکار نہ رکھنا یعنی اگر کوئی بیش قیمت کپڑا گھوڑا یا غلام و کنیز وغیرہ خود میدان جنگ میں سے لائے وہ اسی کے پاس رہنے دیا جائے (۱۲) اگر کوئی امیر اپنے لئے یا کسی اپنے لشکری کے واسطے روپیہ قرض مانگے۔ دستاویز تیر لکھوا کر فوراً دیدیا جائے (۱۳) اگر کسی شخص کا گھوڑا لڑائی میں مارا جائے یا اپنی موت مر جائے۔ یا کسی دوسری طرح ضائع ہو جائے تو اس سے بہتر و افضل پائیگاہ سے دیدیا جائے اور اس

مقدمہ میں خواجہ سے کہنا کہ یہ خرچہ جنگ ہی دفتر دیوان سے مجرا دے یا مجرا رکھے۔
(۱۴) دشمنوں کے ملک میں زیادہ ٹھہرنا خلاف مصلحت ہے *

ان نصائح کے بعد سلطان علاو الدین خلجی نے ملک نائب اور خواجہ حاجی نائب عرض ممالک کو رخصت کیا دلی سے چل کر قصبۂ رانبڑی میں قیام کیا دو چار دن کے بعد جب مقررہ لشکر اطراف سے آ آ کر جمع ہو گیا۔ کوچ کیا۔ امرائے دیگر جو یہاں آ کر شامل نہ ہو سکے وہ چندیری تک سب لشکر شاہی میں مل گئے۔ ملک نائب یہاں سے کوچ کرتا ہوا سرحد دیوگیر پر پہنچا۔ رائے رایاں دیوگیر نے لشکر اسلام کا خیر مقدم کیا ملک نائب اور سرداران فوج کے لئے طرح طرح کے تحفے لایا اور جب تک لشکر حد دیوگیر میں رہا برابر ہمراہ رہا۔ ایک دو مرتبہ حسب حیثیت ملوک و امرا کی دعوت بھی کی ہر قسم کے دوکان دار و نکو لشکر گاہ میں حاضر رکھا۔ اور حکم دیا کہ جس شے کی اہل لشکر کو ضرورت ہو۔ بادشاہی نرخ سے فروخت کریں۔ چند روز جاگیر دیوگیر میں عاکر علائی نے قیام کیا۔ اور پھر تازہ دم ہو کر دکن کی طرف بڑھا کئے منزل کے بعد راجہ تو رخصت ہوا۔ مگر اپنے کارکنوں سے کہہ گیا۔ کہ سرحد ارنگل تک لشکر سلطانی کو آرام و آسائش تمام پہنچا دیں اگر عاکر علائی سے ایک سوئی بھی کم ہوئی تو پھر خیر نہیں۔ جو سپاہی لشکر سے بچھڑ کر پیچھے رہجائے اسکو بحفاظت کلی لشکر گاہ میں پہنچا دیا جائے اور چند سوار عاکر علائی کے ہمراہ جائیں جو علاقہ تلنگانا میں رہبری کی خدمت انجام دیں

قصہ مختصر عمرانات سے نکلکر دکن کی سرزمین میں لشکر داخل ہوا۔ اور جو آبادیاں راہ میں پڑیں انکو پائمال اور تاخت و تاراج کرتا ہوا آگے بڑھا وہاں باشندوں نے جب یہ حال دیکھا تو دور دور سے آ کر ارنگل کے قلعہ گلی میں پناہ گزیں ہونے شروع ہوئے۔ یہ مٹی کا قلعہ بہت بڑا تھا کئے لاکھ آدمی آسانی کے ساتھ اس میں رہ سکتے تھے اور ایک حد تک پختہ قلعوں سے بدرجہا مستحکم و محفوظ تھا اور اسکے اندر عین وسط میں ایک اور پختہ قلعہ نہایت عظیم الشان اور مضبوط

بنا ہوا تھا۔ جس میں خود راجہ رہا کرتا تھا۔ عام رعایا تو قلعہ گلی میں جاتی تھی۔ سوائے اور راجہ جولدر دیو کے ماتحت تھے اپنے اپنے فوجیں ساتھ لئے آئے اور قلعہ پختہ میں قیام گزیں ہوئے گو یہ قلعہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مگر باہر سے آدمی اور مال و اسباب بھی اسقدر آیا کہ تل رکھنے کو جگہ نہ رہی۔ ملک نائب کا لشکر جب قریب پہنچا تو اسکو خیال ہوا کہ اتنا بڑا راجہ ہے اپنی سر پر اگر جنگ آزمانہ ہوا۔ تو کم از کم راجدھانی کے حفاظت کیلئے ضرور قلعہ سے باہر نکلکر میدان کارزار میں آئیگا لیکن خدا جانے راجہ صاحب نے کیا مصلحت سوچی کہ مرغی کی طرح اپنے پروں میں خزانہ وغیرہ لئے بیٹھے رہی۔ اور پختہ قلعہ سے بھی باہر نہ آئے۔ شائد قلعہ گلی کی مضبوطی پر اعتماد کلی ہوگا اور دل میں سوچا ہوگا۔ کہ دشمن اسی کو فتح نہیں کرسکتا۔ کچھ دنوں کے بعد خود بخود محاصرے سے ہاتھ اٹھا جس طرف سے آیا ہے اسیطرف کو بے نیل مرام واپس چلا جائیگا۔ مگر یہ محض خیال خام تھا۔ جسکی اصل کسی خاص بنیاد پر نہیں۔ بلکہ سوء کمزوری کے اسکا کوئی خاص سبب نہیں ہوسکتا تھا

ملک کافور ہزار دیناری نے جب دیکھا کہ کسیطرح مدافعت ہی نہیں ہوتی جا ہی حصار گلی کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ آمدرفت کی تمام راستے قطعی مسدود ہوگئے۔ ہر دو جانب سے تیر اندازی شروع ہوئی اور پتھر پھینکے جانے لگے چند روز تو اسیطرح گزرے ایک دن ملک نایب نے تمام امرا کو جمع کرکے مشورہ طلب کیا۔ کہ کب تک اس طرح ہم ان کو گھیرے پڑے رہینگے۔ کیا آسانی کے لئے کوئی اور تدبیر نہیں ہوسکتی جسمیں زیادہ وقت بھی نہ لگے نقصان بھی کم ہو۔ اور فائدہ ہاتھ سے نہ جائے۔ بعضی امرا کے یہ رائے تھی۔ کہ اسیطرح محاصرہ کئے پڑے رہو اور محصورین کا نقشہ تنگکر دو۔ آخر مجبور ہوکر ایک دن سر پر غرور کو ہمارے سامنے جھکائیں گے اور ہماری اطاعت کے جوے کو اپنی گردن پر اٹھائینگے۔ بعضے اس بات پر جمے ہوئے تھے کہ جو کچھ ہو جلد

ہو جائے تاکہ پھر قلعہ سنگین کی فکر کیجائے سلطان کی آخری وصیت کو بھی کہ سرزمین دکن
میں زیادہ مقام نہ کرنا ، مد نظر رکھکر یہی قرار پایا کہ جو کچھ ہو وہ کل ہی ہو جائے رات ہی
کو تمام لشکر میں سپہ سالار کے احکام ہر سردار کے پاس پہنچ گئے کل تاروں کی چھاؤں
میں حصار محصورہ پر فلاں طرف سے دھاوا ہوگا حق نمک ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی

دوسرے دن ابھی ناقوس کی صدائے مندر کی چڑیوں کو نہ جگایا تھا کہ غازیوں
کے نعرہ اللہ اکبر نے تمام جنگل میں زلزلہ ڈالدیا محافظان حصار نے ابھی ہی آنکھوں کو
ملتے ہوئے تیر و کمان پر ہاتھ بڑھایا لیکن اسکا وقت ہاتھ سے جاتا رہا تھا بہت ہی
جان توڑ کر کوشش کی مگر غنیم تو سر ہتھیلی پر لئے ہوئے تھا اسکے سامنے کس کی چلتی
کمندیں ڈال سیڑھیاں لگا چڑھنا شروع کر دیا سپاہی مرتے جاتے تھے اور چڑھتے جاتے
تھے دن ہی کا فصیل پر پہنچنا ہی غضب ہو گیا ۔

آج آفتاب عالمتاب کی پہلی کرن خلاف معمول حصار گلی قلعہ ارنگل پر اپنی
ہمرنگ تیغ اصفہانی پر پڑی ہوس نے ابھی اپنے سفر کا چوتھائی حصہ بھی طے نہ کیا تھا
کہ ارنگل کے ہر گلی کوچہ میں بجائے دکھنی بکریوں کو جنگلی بکریوں کیطرح گھیر کر احاطہ میں
کر دیا تھا ترکی اور خلجی عمامے اور تاتاری دبیز کلاہ اور دو بالشت لمبی ٹوپیاں جابجا
نظر آتی تھیں اسکی فتح کے بعد کیا رہ گیا تھا قلعہ سنگین کا محاصرہ ہو گیا ۔

راجہ لدّر دیو نے دیکھا کہ موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ بہتری کچھ اسی میں ہے کہ جتنی
جلدی ہو سکے صلح ہو جائے چنانچہ راج کے بڑے پنڈتوں اور اپنے عزیزوں کو ملک نائب
کی خدمت میں امان طلب کی اور کہا کہ جسقدر خزانہ جواہرات ہاتھی گھوڑے میرے پاس
موجود ہیں یہ سب بادشاہ کی نذر اور مقررہ شدہ خراج سال بسال بھیجتا رہونگا ۔

ملک نائب نے اسکے حسب الطلب امان دی اور محاصرہ کے اٹھالینے کا حکم دیا بیشمار خزانہ
جو اسکے آبا و اجداد خاص اسی دن کے لئے جمع کرتے چلے آتے تھے بموجب حکم سلطانی
راجہ نے خواجہ حاجی نائب عرض ممالک کے سپرد کیا جواہر اور نفائس کے صندوق کے
صندوق پیش کئے گئے ۔ اور ایکسو ہاتھی سات ہزار گھوڑے دئے اور اطاعت
نامہ لکھکر کہ میں آئندہ سال مقررہ خراج آستانہ پر بھیجتا رہونگا ملک نائب کو حوالہ کیا

دلی سے جب وقت کسی مہم پر لشکر روانہ ہوتا تھا تو ایک ایک کوس پر خبر رسانی کیلئے دو ہرکاروں کی چوکیاں بٹھاتے چلے جاتے تھے اور ہر ایک قصبہ اور شہر میں جو راستہ میں پڑتا تھا ایک محرر مقرر ہوتا تھا جو یہ خبریں لکھکر دربار میں بھیجتا رہے حسب قاعدہ اس مرتبہ بھی عملدرآمد کیا گیا۔ لیکن جب حصار گلی کا محاصرہ ہو رہا تھا کوئی ڈیڑھ مہینے لشکر کی کچھ خبر نہ آئی سبب یہ ہوا کہ علاقہ تلنگانہ کے راستے تلنگی رایوں کی نقل و حرکت سے اسقدر مخدوش ہو گئے کہ دو تین سواروں کے تھانے جو دس یا پندرہ کوس پر ہوتے تھے اٹھ گئے اور وسائل خبر رسانی بالکل مسدود ہو گئے بادشاہ کو جب متواتر اتنے دنوں تک لشکر کی خبر نہ پہنچی۔ نہایت بے چین اور متفکر ہوا ہزاروں کوس کا معاملہ تھا کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے ایک روز بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ قاضی مغیث الدین بیانوی اور ملک قرابیگ کو طلب فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ شیخ الاسلام حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور میری طرف سے دست بستہ یہ عرض کریں کہ چند دنوں سے لشکر اسلام کی کچھ خبر نہیں پائی بیحد مضطرب ہوں اس بندہ درگاہ سے کہیں زیادہ آنحضرت کو غم اسلام ہے اگر نور باطن حقیقی سے کچھ انکا حال روشن ہو اسکی بشارت سے اس گنہگار کو مطلع فرمایا جائے اور ان دونوں سے کہا کہ جو کچھ سلطان جی ارشاد فرماویں وہ بلا کم و کاست یہاں آکر بیان کرنا یہ دونوں بزرگ خانقاہ میں حاضر ہوئے جب بار پایا سلطان کا پیغام گوش گذار کیا حضرت شیخ المشائخ سنکر ایک دفعہ ماضی کی فتح و نصرت کی حکایت بیان فرمانے لگے اور ارشاد کرتے کرتے قاضی مغیث بیانوی اور ملک قرابیگ کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ایں چہ فتح باشد ہم فتح ہائے دیگر را امید داریم۔ قاضی مغیث اور ملک قرابیگ خدمت بابرکت سے رخصت ہو کر بادشاہ کے حضور میں خوشی خوشی حاضر ہوئے اور من و عن جو وہاں فیض ترجمان سے سنا تھا عرض کیا۔ بادشاہ سنکر بہت خوش ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ ارنگل ضرور فتح ہو گیا ہے یادداشت کیلئے رومال میں گرہ لگائی حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا میں خوب جانتا ہوں کہ جو بات شیخ کے منہ سے نکلتی ہے کبھی اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ارنگل تو ضرور فتح ہو گیا ہے اور ہمیں خداوند تعالیٰ کی ذات سے نیز فتوحات دیگر

کی امید رکھنی چاہیئے ٭

قضائے الٰہی سے اسی روز عصر کے وقت ملک نائب کا قاصد دکن سے فتحنامہ ارنگل لیکر آیا۔ بادشاہ خداوند عزوجل کا شکر بجا لایا اور اسدن سے سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کا بیحد معتقد ہوگیا۔ بادشاہ کو کبھی سلطان جی کی قدمبوسی کی سعادت نصیب نہ ہوئی لیکن اسکی زبان سے آنحضرت کی نسبت کبھی بھول کر بھی کوئی گستاخانہ کلمہ نہ نکلا۔ حالانکہ حاسد شیخ کی سخاوت اور بخشش بے اندازہ کا حال اور لنگر خانہ اور کثرت بندگان مخلص کی آمد و شد کا ذکر نہایت رنگ آمیزی اور حاشیہ چڑھا چڑھا کر اسکے حضور میں عرض کرتے تھے لیکن اس نے کبھی ان کمینوں کی بات کو کان دھر کر نہ سنا اور آخری عمر میں تو اسقدر شیخ کیطرف اعتقاد ہوگیا تھا کہ بیان سے باہر ہے ایک روز بادشاہ شیخ کے اوصاف بیان کر رہا تھا ملک قرابیگ میمنہ جسکی طبیعت میں نیکی اور اتقا کے ساتھ ظرافت بھی بہت تھی۔ نہ رہا گیا کہنے لگا کہ سخت حیرت کا مقام ہے کہ اس قدر اخلاص کے ہوتے بادشاہ ملاقات شیخ سے مشرف نہ ہوا۔ سلطان نے جواب دیا کہ قرابیگ تو نہیں جانتا کہ میں از سر تا پا آلائشات دنیوی میں آلودہ ہوں۔ بھلا اس نور کو اس ناپاکی میں کسطرح دیکھوں میرے دونوں لخت جگر نور بصر خضر خاں اور شادی خاں کو شیخ کی خدمت میں بھیجکر انکے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ آخرت میں ان کے کام آئے اور دو لاکھ ٹنکے مستحقین درگاہ کیلئے مرحمت فرمائے

ملک نائب شروع سنہ ۷۱۰ھ میں دیوگیر دہار جہابن ہوتا ہوا دلی پہنچا واپسی کے وقت رائے رایان یعنی رام دیو والئے دیوگیر سے وہی عقیدت مندی ظاہر ہوئی جسکا اظہار جاتے وقت ہوا تھا اور اس مرتبہ چونکہ دار الملک کیطرف آرہا تھا اسلیئے چند نفائس بیش بہا سلطان کے نذرانہ کیلئے خواجہ حاجی نائب عرض ممالک کو دیئے کہ بجنسہ تمام اسکو میری طرف سے درگاہ شاہنشاہی میں غنایم بے اندازہ کے ساتھ پیش کر دے ٭

سنہ ۷۱۱ھ ہجری نبوی کے آخر میں سلطان علاؤالدین نے پھر ملک کافور

لشکر جرار کے ساتھ روانہ کیا ملک نائب آستانہ سے رخصت ہو کر حسب دستور اپنی جاگیر قصبہ رابری میں آیا اور لشکر کو جمع کر کے کوچ کرتا ہوا دیوگیر کی طرف روانہ ہوا جب دامن بیٹہ پہنچا تو سنا کہ رامدیو المخاطب جو رائے رایاں مر گیا۔ اس کا بیٹا جو گدی پر بیٹھا ہے باپ کی مانند بندۂ اطاعت معلوم نہیں ہوتا بلکہ برعکس اسکے خام خیالی سے آزادی کی بو دماغ میں سما گئی ہے گویا مصرعہ دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست۔ کا مضمون تھا اسلئے نہایت احتیاط کے ساتھ کوچ کرتا ہوا اعمالات دیوگیر میں داخل ہوا مگر کسی نے دم نہ مارا۔ تین مہینے میں منزل مقصود پر جا کر پہنچا اس زمانہ میں دیو سمندر اور معبر کے بتخانوں کا کیا کہنا جس دن سے بنے تھے رانیاں راج دلاریاں لاکھوں کے زر و جواہر مندروں میں جا کر اپنی مرادیں بر آنے کے لئے چڑھاتی تھیں اور دیو پجاری خزانہ جلالی کے لئے انہیں زمین میں دفن کرتے جاتے تھے بہت سے راجا مہاراجہ اپنی ترک و شان کی اظہار کیلئے قد آدم مرصع بت تیار کرا کے اس تپسیا دیدہ اور پیش بریدہ کے لئے رکھ گئے کہ اپنے عاشق کے سامنے لیجا کر اور مزید نوازشات سلطانی کا اپنے آپ کو مستحق ٹھہرالیں۔ تو وہاں کے مندروں کا یوں خیال کرنا چاہیے کہ برہمنوں کے خزانوں کا حال تھا اور راجاؤں کے خزانوں کی کیفیت بیچھی ان دولت کی شہرت دلی تک جو وہاں سے ہزاروں کوس کے فاصلہ پر ہے پہنچی ہوئی تھی۔ راجاؤں نے اس ملک کے لاتعداد زر و جواہر کے جمع کرنے میں بڑی مہارت پیدا کی تھی صرف اسیطرح کہ بیچارے سیدھے سادھے ست جگ کے لوگ تھے وہ بھلا اس کا استعمال کیا جانتے ہاں اگر جانتے تھے تو ایک بات جسکی تعلیم پشت در پشت اپنے آباو اجداد سے پاتے چلے آئے تھے یعنی رعایا پر برابر ظلم توڑنا اور ہمیشہ اسکو مفلس رکھنا اور بعد جور و جفا مال چھین چھین کر اپنے خزانوں کو بھرنا اور سانپ کیطرح اس پر بیٹھے رہنا تاکہ کبھی نہ کبھی حق بحقدار رسید کا مسئلہ صادق ہو کر عملی صورت آ جائے تو ہاں اس عہد میں اگر کوئی عہدہ پر آ ہو سکتا تھا تو وہ مگر وہ ہند کے مہاتماؤں کا تھا جو طرح طرح سے ان راجاؤں کو ٹھگتے تھے مگر آج وہی پنڈت جی زمانہ کی تعلیم کی بدولت اور اپنے چند بھائیوں کے ہاتھوں جکڑے

کی تعداد گردش زمانہ کے ساتھ عجیب برقی رفتار سے بڑھ رہی ہے کچھ نہ پوچھو کہ کس کس بےبسی کی حالت میں اپنے زندگی کے دن کاٹتے ہیں نظم۔ جلال والے والے کرناٹک لشکر جرار کے ساتھ عاکر علائی کے مقابلہ کو میدان میں آیا مگر پہلی ہی لڑائی میں شکست کھائی اور گرفتار ہوگیا جب راجہ اسیر ہوگیا پھر باقی کیا رہا گویا تمام ولایت دہور سمند فتح ہوگئی اس فتح میں چھتیس ہاتھی اور اس کا تمام خزانہ مع جواہرات بیش مقدار ہاتھ آئے فتح مند سردار نے فتحنامہ تو دلی بھیجا اور آپ معبر کی طرف تاخت و تاراج کرتا ہوا بڑھا اس ملک میں دو بڑے راجہ تھے چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں انہیں شکست دیکر تمام مال و اسباب اور خزانوں پر قابض ہوگیا۔ چند معابد کو مسمار کیا۔ جس سے لاتعداد جواہرات کے تصرف میں آئے علاوہ مذکورہ بالا خزانوں کے ایک ایک بت مرصع کئی کئی لاکھ کی لاگت کا تھا سلطان محمود غزنوی کی طرح انکو توڑ کے اپنے قبضہ میں لایا الغرض اسی طرح تمام ملک تباہ و برباد کرتا سیت بند رامیشور پر جہاں شمالی ہند سے ایک مہاراجہ رامچندر جی جنکو اہل ہنود اپنا اوتار مانتے ہیں لنکا کو جاتے ہوئے گئے تھے یا سلطان علاء الدین کا یہ ملک نائب پہنچا۔ علاوہ ازیں شمالی ہند کے کسی متنفس آدمی کو اس حیثیت سے جانے کی عزت حاصل نہیں ہوئی ایک مسجد بنائی نعرہ اذان محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا بلند کیا کو بلند ثانی سلطان علاء الدین والی خلجی کے نام کا خطبہ پڑھا بکیت کعبہ اور بت خانہ کو نیست اور بجز تانبے کے خانہ برباد کی کسی کو ہر کسی کی گھر نہ... یہ مسجد جو علائی کے نام سے مشہور ہے اکبر شاہ ثانی کے وقت تک موجود تھی اسوقت جبکہ خبر رسانی کے اسباب بہ نسبت زمانہ سلف کے بدرجہا آسان ہوگئے ہیں میں نے بہت کوشش کی کہ کچھ مسجد علائی کے حالات معلوم ہوسکیں مگر بےسود

ملک نائب تعمیر مسجد کے بعد جو چند روز کا کام تھا عزت سے معبر کی طرف لوٹا اور تھوڑی مدت اُن دستوں کے انتظار میں جو چھوٹے چھوٹے راجاؤں کی سرکوبی کیلئے یہاں سے مختلف اطراف میں روانہ کئے گئے تھے ٹھہرا رہا۔ الغرض رفتہ رفتہ سب جمع ہوگئے۔

کو ہم کی راتکو ایک مندر میں جو لشکر گاہ کے قریب ہی تھا شور و غل برپا ہوا۔ کوئی لشکری بھی اتفاقاً اس طرف جا نکلا اور آواز سنکر دبے پاؤں مندر

میں داخل ہوا دیکھتا کیا ہے کہ چند آدمی ایک تہ خانے کے منہ پر بیٹھے ہوئے ہیں سامنے اشرفیوں اور جواہرات کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور تقسیم پر آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں یہ چپ چپاتے منہ سے نکلا اور جلدی جاکر کوتوال شہر کو خبر کی۔ وہ چند سپاہی لیکر فوراً موقع واردات پر آ پہنچا یہ اپنی بدبختی سے غافل اسی جھگڑے میں مشغول تھے اور عنقریب تھا کہ جوتی پیزار ہونے لگے اتنے میں کوتوال ملک الموت کیطرح ان کے سر پر جا موجود ہوا سب کو گرفتار کر لیا خزانہ کو اپنے تصرف میں لے آئے اور ان سے اس امر کی تفتیش کی گئی کہ یہ جواہرات تمہارے کس جگہ سے ہاتھ آئے یہاں کروڑہا نقد اور جواہرات کا معاملہ تھا کوئی آسانی کے ساتھ دو چار روپیہ نہیں بتاتا مجبوراً تشدد و سختی کو کام میں لانا پڑا اور یہ وہ منتر ہے کہ جسکے آگے بھوت بھی بھاگتے ہیں آخرکار بتا دیا کہ اس مندر میں جو تہ خانہ ہے اس میں فلاں رخ ایک دو تین گز لمبی سل فرش میں لگی ہوئی ہے اسکے نیچے ایک اور تہ خانہ کا دروازہ ہے اور وہی اندر کے خزانہ کا راستہ ہے معاً مشعلیں لیکر پہنچے اور جو پتہ دیا تھا ویسا ہی پایا۔ تہ خانہ سے نیچے جب دوسرے تہہ خانہ میں اترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اشرفیوں کے ڈھیر دیوار کے نیچے کنکر پتھر کی طرح لگے ہوئے ہیں اور کیا ہیں پتھر کے چھوٹے بڑے ٹکڑوں سے جنکو آدمی جواہر کے نام سے موسوم کرنے لگے ہیں بھرے ہوئے صندوق رکھے ہیں کئی سو برس سے لوگ الف لیلہ کے قصے سنتے چلے آئے تھے اور انکو مصنوعی غلط اور بالکل خلاف قیاس خیال کرتے تھے لیکن آج جس کسی نے یہ تہہ خانہ بلکہ زمین دوز جواہر خانہ دیکھا سب کو انکے سچے ہونیکا یقین آگیا اور ذرا بھی کسی قسم کا شبہ نہ رہا۔ سرداران لشکر کو تو پہلے ہی خبر ہو چکی تھی۔ صبح کو کوچ تھا ہر ایک لشکری اپنے انتظام میں جاگ رہا تھا۔ رفتہ رفتہ تمام لشکر میں خبر مشتہر ہو گئی چھوٹے سے لیکر بڑے تک اب سب کا قیاس تھا یہ ایک نہیں۔ بلکہ خزانہ کے علاوہ کئے دفینے اس گرد و نواح میں ہونگے۔ بیچارے غریبوں نے ایک کیا تھا گویا اپنی جان کو عذاب میں گرفتار کر دیا انکا اسمیں کیا قصور تھا کوئی خود اپنے آپ بتاتا تھا ان کا بس چلتا تو سراغ بھی نہ بتاتے چھپ جاتے کہ پورا پورا نشان مکان تک بتاتے۔ جان روپیہ سے زیادہ عزیز ہے جب اسکو معرض خطر میں دیکھا۔

ہراً و جبراً اپنی معلومات سے آگاہ کر دیا اصل تو شکنجہ کی سختی اور زدوکوب کی تا
ابل برداشت تکلیف تھی جس کی وجہ سے اتنی جلدی حال معلوم ہوگیا ورنہ اگر صرف قید
ی کی سختی ہوتی تو رہائی کی امید میں تا دم مرگ نشان نہ دیتے الغرض جسقدر تکلیف
ٹھاتے تھے ایک ایک کرکے بتلاتے جاتے تھے چنانچہ اسیطرح علاوہ ازیں چھپا ور خزانے
ائے ان دفینوں کی خزانہ کی کیا انتہا تھی بسر یہ کہ لاانتہا تھے۔

قارون کے خزانوں کی نسبت دو روایتیں ہیں ایک تو یہ کہ اُس کا خزانہ ستر اونٹوں
بھار ہوتا تھا کیونکہ شروع تھا اور اس سے پہلے شاید کسی شخص کے قبضہ میں تہنا
رو مال نہ آیا تھا لوگوں کو اس قدر بہت معلوم ہوا دوسری روایت گنج قارون
ن متعلق یہ بیان کیجاتی ہے کہ صرف اسکے خزانوں کی کنجیاں ستر اونٹوں کا بوجھ تھا
ول الذکر سے تو یہ گنج گرانمایہ جو لشکر اسلام کے ہاتھ آیا کہیں زیادہ تھا اور مؤخر
لذکر کے چالیس خزانوں میں سے کم از کم ایسے ایک تو ضرور سمجھنا چاہئے۔

سنہ ۷۱۱ ہجری نبوی میں ملک نائب جسطرح تاخت و تاراج کرتا ہوا گیا تھا
سی طرح سرزمین دکن کو تباہ و برباد کرتا ہوا دلی واپس آیا اور کوشک سیری کے
سامنے چھسو ہاتھی۔ بیس ہزار گھوڑے چھیانوے ہزار من سونا۔ اور چند صندوق جواہر
ر موتیوں سے بھرے ہوئے مختلف دفعات میں پیش کئے اس مرتبہ بادشاہ نے پانچ
پانچ من امرائے کبار اور تین تین چار چار من دیگر اراکین دربار کو۔ الغرض حسب
راتب کسی کو دو من کو کسیکو آدھ من سونا مرحمت فرمایا اور کئے سو من بزرگان دین
ی خانقاہوں میں پہنچوایا کہ مستحقین پر تقسیم کر دیا جائے۔

ابو القاسم محمد فرشتہ اپنے تذکرہ گلشن ابراہیمی میں جسکو اس نے اپنے بادشا
سلطان محمد ابراہیم عادل شاہ بیجاپوری کے حکم سے تصنیف کیا۔ سونے کا وزن
چھیانوے من لکھتا ہے نہیں معلوم کہ یہ غلط روایت اسکو کہاں سے پہنچی اور طرفہ
کہ خود ہی تحریر کرتا ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی نے ہر ایک امیر کو پانچ من سونا دیا
حالانکہ اسوقت ملوک اور امرائے بزرگ دربار علائی کی تعداد پچاس کے قریب تھی۔
طلائے سرخ جو ان غنایم میں آیا اس کے قول کے مطابق صرف چھیانوے من ۔

باقی جو حصہ موجود نہیں ہوتا تھا خزانہ علائی سے دیگر امرا اور علماء مشائخ اور مستحقین کو دیا گیا۔

قتل عام

بڑا حادثہ جو آخر عہد علائی میں پیش آیا وہ نو مسلموں یعنی مغلوں کا قتل عام ہے کیفیت اس ماجرائے جانگداز کی روح فرسائی یہ ہے کہ چند نو مسلم امرا بادشاہ سے کسی بات پر آزردہ ہوئے اور ملازمت ترک کرنے کا ارادہ کیا۔ سلطان نے جب یہ سنا۔ حکم عام دے دیا کہ یک قلم تمام نو مسلم سپاہی سے لیکر سردار تک ملازمت سلطانی سے برطرف کئے جائیں جس کے جو جی میں آئے وہ کرے۔ یا ہماری قلمرو میں رہے یا ممالک محروسہ سے باہر چلا جائے۔ بندہ درگاہ یعنی امرائے دربار کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو انکو اپنا ذاتی ملازم رکھ سکتے ہیں حکم شاہی کے بموجب سب کے سب ملکی و فوجی ملازمت ایک دم برخاست کر دئے گئے بعض اشخاص نے امرائے خلجی و ترکی کی خدمت گزاری کو غنیمت جانکر ملازمت کو اختیار کر لیا۔ اور بعضوں نے اس عار کو گوارا نہ کیا۔ جب تک انہوں نے کفایت کی دلجمعی کے ساتھ بیٹھے کھاتے رہے مگر تابکے آخر کو ایک روز نکبت اور عسرت نے منہ آ دکھایا۔ چند کمینہ اور کم فہم نو مسلم امیروں کی بے برگی و بے نوائی سے تنگ آکر بادشاہ کے خلاف سازش کی بھلا یہ کب ممکن تھا کہ منڈی بازار پردہ اور سرائے عدل میں اگر کسی ناتوان کے ازدحام خلق کے باعث ذرا سی چوٹ آ جائے تو بادشاہ کے کانوں تک اسکی خبر پہنچ جائے اور اتنی بڑی سازش سے وہ بیخبر رہے ان کوتاہ اندیش امیروں کو کامیابی مقصد کا پورا یقین تھا۔ اور نازاں اس بات پر تھا کہ جس وقت علم بغاوت ہم بلند کریں گے تمام ہم جنس جنکی تعداد چالیس ہزار سے زائد ہے ہمارے نشان کے نیچے آ جمع ہونگے اور ہم چشم زدن میں موجودہ سلطنت کو تہ و بالا کر دینگے۔ الغرض آپس میں قول و قرار ہو گئے کہ فلاں دن جب بادشاہ سیر گاہ میں شکرہ اور باز کے شکار میں مشغول ہوگا موقعہ دیکھ بھال اس کا کام تمام کر دیں گے۔ بادشاہ کو اس سازش کا جو اسکی جان اور سلطنت لینے کی غرض کی گئی تھی سب حال معلوم ہو گیا تھا۔ اس نے جھٹ اپنی درشت طبعی سے [illegible]

اور سخت گیری کو کام فرمایا فلاح سلطنت اور اصلاح احکام شرعی کا کچھ خیال نہ کیا رحم کے نام سے کبھی آشنا ہی نہ تھا۔ تو بھلا اس وقت اسکا کیسے خیال آجاتا عدل کو ایک طرف بٹھا۔ بیگناہ اور گنہگار میں تمیز نہ کر اس فعل کو جو فرعون۔ نمرود ضحاک اور شداد کے عہد میں نہ ہوا تھا۔ ازتکاب کیا یہ حکم دیا کہ فلاں دن ایک ہی وقت میں جہاں کہیں نومسلم داخل ہوں بیدریغ تہ تیغ کئے جاویں کسی کو امان نہ ملے قاتل مال ومنال زن وفرزند مقتول کا مالک ہے۔ بعض نے قہر سلطانی کے خوف سے اور زیادہ تر لوگوں نے زر و دولت کی طمع سے بیچارے نومسلموں کو جہاں ملے یار زندگی سے سبکدوش کر دیا۔ الغرض ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں چالیس ہزار کے قریب جن میں سے ہزاروں بیگناہ ایسے تھے کہ وہ اس سازش سے بالکل بے خبر تھے قتل ہو گئے اور ان میں پندرہ ہزار اندازاً خاص دارالقہر دہلی میں مارے گئے تمام ممالک محروسہ گجرات۔ سندھ پنجاب سے لیکر اودھ بہار دہار مالوہ اجین وغیرہ تک ایک نومسلم زندہ نہ بچا۔ اور جو انکے بیوی بچوں پر گزری اسکا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے

آخری تین چار سال میں نہ کسی قابل ذکر واقعہ کا ظہور ہوا۔ اور نہ کوئی زبردست مہم درپیش آئی۔ ہاں اگر سنا کسی سردار نے کچھ سر اٹھایا ہے تو اسکی سرکوبی کے لئے دو چار دستے بھیج دئے۔ ادریس خواجہ ضیاء برنی اس عظیم الشان سلطان کے عہد حکومت کو تین زمانہ میں اس طرح تقسیم کرتے ہیں

دور اول ملک معزالدین ایاس بیگ و نعمان۔ ملک نصرت جلسری الخاطب بہ نصرت خان ملک ہزبرالدین ظفرخان الپ خان ملک شمنک بارگاہ اعنے سلطان غیاث الدین تغلق۔ ملک فخرالدین جونا داد بک۔ علاءالملک ملک اسغری سردوات دار عمدۃ الملک۔ ملک تاج الدین کافوری۔ یہ اس عصر کے ملوک معظام اور مدبران اشلاف سے تھے۔ ان میں سے ہر ایک بہ لحاظ وتدابیر دانائی ارسطوئے زماں اور بزرجمہر دوراں تھا اور شجاعت و مردانگی میں یہ رستم

وہ کسی طرح کم نہ تھے - امورات ملکی جہانگیری و جہانبانی میں اپنی نظیر آپ رکھتے تھے۔ یہ سارے کے سارے کم و بیش سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے قتل میں شریک تھے الپ خاں حاکم گجرات یا ایک دو اور امیروں کے سوا سلطنت علائی سے کسی نے پھل نہ کھایا اور تین چار سال کے اندر ہی اندر تہ خاک ہو گئے۔

دور دوم اس عہد میں سلطنت علائی نے بڑا عروج پایا ملک حمید الدین عہدہ نایب وکیلداری پر ممتاز ہوا اسکے بھائی ملک عز الدین کو رہبر ممالک بنایا۔ ملک شرف قاینی کو نائب وزیر مقرر کیا۔ اور خواجہ حاجی کو نائب عرض کے عہدہ سے سرفراز فرمایا ان کی بدولت چاروں دیوان یعنی دیوان رسالت۔ دیوان انشا دیوان وزارت دیوان عرض نے وہ رونق پائی کہ بایدو شاید نیز علاوہ اس عہد کے رکن اعلے دو اور تھے یعنے ایک عین الملک ملتانی دوسرا الپ خان۔

دور سوم - اس دور کی مدت چار پانچ سال ہے دونوں بھائیوں ملک حمید الدین نائب وکیلدار غازی اور ملک عز الدین وبیر کو معزول کر دیا۔ اور ملک شرف قاینی نائب وزیر کو قتل کروا ڈالا۔ بعد ازاں جن اشخاص نے انکی جگہ سنبھالیں وہ یا تو ناقص العقل کم فہم امورات ملکی اور نظام سلطنت سے بالکل بے بہرہ تھے یا نمک حرام اور غدار مندرجہ بالا چاروں میں سے دیوان عرض میں خواجہ حاجی نائب عرض ممالک کے دم سے وہی نظم و نسق جو پہلے تھا نظر آتا رہا ورنہ باقی ماندہ تینوں میں غلام بچوں کے طفیل سوائے ابتری کے کچھ نہ دھرا تھا اگرچہ رائے زمانہ میں ملک قیران امیر شکار اور ملک قرا بک نہایت ہی قابل اور لائق تھے اور دربار میں بہت معزز اور معظم سمجھے جاتے تھے لیکن بجز دربار داری کے دور کوئی خاص خدمت امورات مملکت کے متعلق ان کے سپرد نہ تھی۔

عجائبات

چند باتیں اس بادشاہ کے عہد میں ایسی ہوئی ہیں کہ جن میں سے بعض نہایت عجیب ہیں۔ دوران کے ظہور سے پہلے ناممکنات سے تصور کیجاتی تھیں

بعض ظہور اسکی انتہائی شان وشوکت اور اسکی اہل الرائے ہونے کی عقل و حکمت بھی نمایاں ہو اور بعض باتیں زمانہ کے اتفاقات نادرہ سی ہیں -

اول -- وہ شے ہے جسکی نظیر تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی - یعنے ہر شے کی ارزانی - تعین نرخ اور اسکے ساتھ اسکی استقامت اور راست بازی ہو

دوم - جسقدر اس بادشاہ نے اپنے دشمنوں پر فتح پائی - آج تک اسقدر فتح نہ توکسی راجہ کو نصیب ہوئی اور نہ ہند کے شاہانِ اسلام کے حصے میں آئی چوراسی لڑائیاں لڑا اور ہر ایک میں مظفر ومنصور رہا - وسعت سلطنت کا یہ حال تھا - کہ غرباً شرقاً کابل قندھار غزنین گویا افغانستان سے لیکر ولایت لکھنوتی تک اور شمالاً جنوباً - کشمیر سے لیکر راس کماری تک ہ

سوم - استیصال مغل - کہ اس سیلاب کا روکنا اسی بادشاہ کا کام تھا

چہارم لشکر بہت اور نہایت آراستہ نہایت قلیل خرچ میں مرتب ہوگیا اصل میں اسکی بنیاد تعین اور ارزانی نرخ پر تھی ہو

پنجم رعایا اور راجے مہاراجے اسقدر مطیع تھے کہ حد بیان سے باہر کسی کی کیا مجال تھی کہ ذرا کان بھی ہلائے - فی زمانہ یہ مشکل نہیں معلوم ہوتا - مگر اس زمانہ میں جبکہ آئے دن سرکشی اور بغاوت کا بازار گرم رہتا تھا - اُن کا اسطرح تابعدار بنانا ایک امر محال تھا ہو

ششم - امن راہ اسکے متعلق قانون ذمہ داری جاری کیا گیا جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا جو راہزنی کرتے تھے وہی حفاظت اور رہبری کرنے لگے - اسقدر انتظام تھا کہ بے کھٹکے راتوں سونا اُچھالتے چلے جائیے کوئی خلل انداز نہ ہوتا تھا - یہ نعمت کئی صدی کے بعد شیر شاہ سوری کے حصہ میں آئی - جس نے علاوہ انتظام راہ کے مسافروں کے آرام کیلئے ہر منزل پر سرائیں بنائیں تھوڑی تھوڑی دور پر کنوئیں کھدائے اور درخت لگائے - منزلوں پر صرف ٹھیرنے کا ہی انتظام نہ تھا - بلکہ کھانا بھی لنگر خانوں سے حسب حیثیت تقسیم ہوتا - اور حسب مذہب ملتا تھا ہ

ہفتم - اس بادشاہ نے قلعے مسجدیں - خانقاہیں - منارہ اور حوض واسقدر

چونکہ کہ کسی دوسرے بادشاہ کو جہان کی اور بات میں اس پر فوقیت حاصل ہیں
وہاں اس مقدمہ میں بھی اسکے سامنے کوئی ناز نہیں کرسکتا۔ قطب صاحب کی لاٹھ
جواب میں جو دراصل مسجد قوت الاسلام کی ایک مینار ہے۔ مینار بنائی شروع کی
جس کے قطر سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اس مینار سے بہت بلند بنانے کا ارادہ تھا۔
جو نیچے سے اسقدر چوڑی رکھی۔ مگر کیا کرتا عمر نے وفا نہ کی۔ اور یہ ناتمام رہ گئی اسی مسجد
چوتھا اور پانچواں درجہ بھی جس کا باقی یہی ہے۔ بایں سبب مکمل نہ ہوسکا۔ ستر ہزار
شاگرد پیشہ ملازم تھے۔ اور تین دن میں ایک محل اور دو ہفتوں میں ایک قلعہ تیار ہو
جاتا تھا۔ ہشتم اتفاقات زمانہ سے بلا ارادہ بغیر کسی اہتمام و التزام و انتظام
کے دارالامارت میں ہر فرقہ کے مشائخ تمام علموں کے استاد اور ماہران فن
مجتمع ہو گئے تھے جس سے دلی بغداد و مصر اور رشک غرناطہ و قرطبہ ہو گئی تھی۔

ذکر بندگان دین عہد علائی و سادات و قضات وغیرہ

تمام عہد علائی کو تین سجادہ نشینوں سے عزت حاصل ہے ایک حضرت
محبوب الٰہی سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ
دوسری حضرت شیخ الاسلام علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ پاک پٹن شریف میں
حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے سجادہ پر متمکن تھے۔
تیسری ملتان میں حضرت شیخ الشیوخ فضل اللہ رکن دین قدس اللہ سرہٗ
اپنے باپ اور دادا قاضی صدرالدین عارف اور حضرت خواجہ شیخ بہاءالدین
ذکریا ملتانی کے سجادہ پر رونق افروز تھے۔
ان تینوں خاصان خدا اور مقبولان بارگاہ الٰہی کے قدم میمنت لزوم
کی خیر و برکت سے بہت لوگ راہ راست پر آ گئے تھے۔ فسق و فجور دنیا سے اٹھ گیا
اور قرون اولے کیطرح صوم صلواۃ کے پابند ہو گئے تھے۔ محبت دنیا اور
حرص دنیا ان کے دلوں سے بالکل نکل گئی تھی اور ان کے سینہ نور باطن سے منور
ہو گئے۔ الحمدللہ کیا بندگ تھے کہ اپنے ساتھ لاکھوں کو سیدھے رستہ پر لگا دیا۔

وہ فرشتہ صفات لوگ کہاں - ہماری کثرت بد اعمالی کی بدولت برسوں ہوئے کہ ان سے دنیا خالی ہوگئی - اگر کوئی ہوگا بھی تو اس کے دیکھنے کو آنکھیں کہاں سے لائیں - ہمارے آلہ بصارت پر تو عصیان کے پردے چھائے ہوئے ہیں خاور دل و دماغ سیاہی بالمل سے ایک گوشت کا لوتھڑا ہے *

عہد علائی میں جو سید بدایوں کیتھل جیو ر پانی پت وغیرہ کے خاندانوں سے تھے وہ نہایت صحیح النسب تھے ان نور دیدگان مصطفٰے اور جگر گوشہ علی مرتضٰے کے اوصاف کس منہ سے بیان کئے جائیں زبان قلم میں گویائی کہاں جو انکی صفات میں ایک لفظ بھی نکال سکے بس اسی قدر کافی ہے کہ ان میں سے اکثر خواجہ قطب اوتاد اور ابدال کا رتبہ رکھتے تھے *

قضیات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ شاہان مغلیہ سے پہلے سلاطین شمسی خلجی و تغلق میں بہت بڑا عہدہ ہوتا تھا چنانچہ سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں تین شخص مسند قضات پر بیٹھے - اول قاضی صدر الدین عارف * دوم قاضی مغیث الدین بیانوی - ان کے بعد بادشاہ نے ایک نااہل ملتانی بچہ مسمی ملک التجار حمید الدین کو جسکے حسب و نسب کا کچھ ٹھیک پتہ نہ تھا اس معزز عہدہ پر ممتاز کیا جس سے دیوان قضاء کی مٹی بہت خراب ہوگئی - اس سے پہلے قاضی کا متقی اور عالم باعمل ہونا نہایت ضروری تھا چونکہ سلطان علاء الدین خود با شرع نہ تھا اور احکام شرعی سے بھی کچھ واقفیت نہ رکھتا تھا اس نے شرط تقویٰ کو جو نہایت ہی ضروری ہے صدر جہانی کا منصب (جو کہ دار السلطنت کے قاضی کا خطاب ہوتا تھا) دیتے وقت مدِنظر نہ رکھا - پھر کیا تھا - اسکی نظیر ہوگئی اور شرط تقویٰ کو صدر جہانی کے معاملہ میں بالکل نظر انداز کر دیا گیا *

خاص دار الامارت اس زمانہ میں دار العلم بھی ایسا بنا ہوا تھا کہ تمام دنیا میں خواہ بخارا - سمرقند - بغداد - خواہ نیشاپور - خوارزم - صفاہان - خواہ مصر غرناطہ قرطبہ کوئی بھی اسکی ہمسری کا دعوٰی نہیں کر سکتا تھا - ہر استاد علامہ دہر اور مجتہد العصر تھا - تفسیر حدیث - فقہ - اصول فقہ صرف نحو - لغت معانی

بدیع البیان - کلام - منطق الغرض منقولات اور معقولات میں یہ علما امام غزالی
اور فخر الدین رازی کے ہم پلہ تھے - ان علما کی معقول تعداد تھی یہ نہ سمجھنا چاہئے -
کہ دو چار تھے بلکہ پورے چار کم پچاس تھے جنکے اسمائے گرامی اس موقعہ پر
بخوف طوالت نہیں لکھے گئے - ضمیمہ میں درج ہیں آخری عہد علائی میں حضرت
مولینا علم الدین بحر علوم نواسہ حضرت خواجہ شیخ الشیوخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی
رحمتہ اللہ علیہ دلی میں تشریف لائے اور چشمۂ فیض جاری فرمایا ؛

ان علما کے کمالات بلا مبالغہ اس درجہ بڑھے ہوئے تھے کہ اگر بالغرض کسی
دوسرے دار العلوم سے کوئی عالم یہاں آتا تو ایک مدت ان کے پاس درس و تدریس میں
گذارتا آپ اسی سے اندازہ کیجئے کہ کس پایہ اور کس درجہ کے وہ لوگ تھے ؛

صرف مولوی ہی ایسے نہ تھے بلکہ قاری بھی اپنے علم میں خود ہی اپنی نظیر تھے -
جنہوں نے علم قراءت میں کتابیں لکھیں - چنانچہ مولانا الشاطبی کا رسالہ اسی علم میں
اس قدر مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں ؛

ادھر واعظوں کا یہ حال تھا - کہ کوئی دن ہفتہ کا خالی نہ جاتا تھا کہ شہر میں
دو چار جگہ وعظ نہ ہو - اور واعظ بھی ایسا نہیں جیسا کہ جاہل ملاؤں نے فی زمانہ
جہاں کہیں صیغہ آمدنی ہے ایک صیغہ یہ بھی آمدنی کا نکال لیا ہے بازار میں کھڑے ہوگئے
اور جو منہ میں آیا بکنا شروع کیا - نہ دینی مسئلہ سے آگاہ نہ دنیوی معاملات سے
باخبر - راہ گیر بھی بغرض تفریح ذرا سستانے کے لئے مولوی صاحب کا منہ تکنے
کھڑے ہوگئے ان کی سمجھ میں کیا خاک آئی - جب واعظ صاحب کی سمجھ میں نہیں آتا
کہ میں کیا کہہ رہا ہوں - دس پانچ منٹ چلائے - اور پندرہ بیس راہ چلتے آ
کھڑے ہوئے وہ اس کے بالکل برعکس فی سبیل اللہ ہوتا تھا - ان کے کلام میں اثر
اور آواز چوٹ کھائے ہوئے دل سے نکلتی تھی - درد تھا - ایک ایک محفل وعظ میں
دو دو تین ہزار سامعین ہوتے تھے اور اس خضوع اور خشوع کے ساتھ سنتے
تھے کہ کیفیت بیان نہیں ہوسکتی - اور ہر ایک واعظ کا ذکر مفصل انشاء
اللہ ضمیمہ میں لکھا جائیگا ؛

ذکر ندمائے بادشاہ و شعراء و مورخین وغیرہ

اس بادشاہ کے ندیم جن کا زمانہ چودہ پندرہ برس سے زیادہ نہیں موزونی طبع - لطیفہ سنجی - شیریں کلام - لطیفہ گوئی میں بے بدیل و بے نظیر اور اپنی ان خوبیوں کی وجہ سے بادشاہ کی سخت مزاجی - اور درشت خوئی پر حاوی تھے اندرونی وجہ سے صاف گوئی سے نہ ڈرتے تھے - آخری عہد علائی ان لوگوں کی صحبت سے محروم رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ بادشاہ کی سخت گیری کی کوئی چیز مانع نہ ہوئی ؎

شعر و سخن کی دنیا میں خود بادشاہ اور اس زمانہ کے دیکھنے والے جسقدر فخر کریں تھوڑا ہے یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان ہی کو نہیں بلکہ تمام دنیا کو بسبب وجود اہل کمال کے نہ کبھی اس سے پہلے اور نہ اسکے پیچھے ویسا کمال نصیب ہوا حضرت خواجہ امیر خسرو دہلوی رحمہ اللہ جو کہ مذہب شاعری میں لاثانی تھے - اور خواجہ امیر حسن علائے سنجری دہلوی جو کہ شعر میں نظیری کا مرتبہ رکھتے تھے موجود تھے چشم فلک نے ایسے بزرگوں کو کسی زمانہ میں بھی نہ دیکھا - لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ بادشاہ نے ان کی کچھ قدر نہ کی - اگر سلطان محمود غزنوی یا سلطان سنجر کے وقت میں ہوتے تو خدا معلوم کیا ہوتا ظاہرا تو یہ نظر آتا ہے کہ صلہ تو وہ بھی ان کے کلام کا کسیطرح نہ دے سکتے تھے - مگر کلام کے انعام میں انہیں اپنی سلطنتیں دیکر خود اسکے بوجھ سے سبکدوش ہو جاتے اور تاریخی دنیا میں اپنا نام کر جاتے - ان دونوں بزرگوں کے علاوہ چار پانچ اور بھی استاد زمانہ تھے - ہر ایک صاحب دیوان تھا اور اپنا ایک خاص رنگ رکھتا تھا - گو دیوان عرض سے شاعری صیغہ سے تنخواہیں پاتے تھے - لیکن دو ڈیڑھ ہزار تنکہ سیاہیانہ سے زیادہ نہ ملتا تھا - جو کہ انکے رتبہ سے بہت گرا ہوا تھا - بادشاہ کو بھی اس بے توجہی سے معذور رکھنا چاہئے کیونکہ وہ بے علم ہونے کی وجہ سے خود بے خبر تھا ؎

مورخان درگاہ سلطانی بھی علم تواریخ میں انتہائی درجہ کی مہارت رکھتے تھے اور اس فن میں انہوں نے وہ کمال پیدا کیا تھا - کہ بیان سے باہر ہے کبیرالدین بادشاہ مورخ زمانہ ایک شخص گزرا ہے جو نہایت ہی فصیح طبع اور اعلیٰ درجہ کا انشا پرداز تھا

اس نے فتوحات علائی موسوم بہ فتح نامہ کی کئی جلدیں لکھی ہیں اور داد نثر نویسی
دی ہے چونکہ بادشاہ کے حکم سے یہ تاریخ لکھی گئی ہے اسلئے بجز تعریفوں کے جس میں بجید مبالغہ
ہے اور کچھ نہ لکھ سکا - اصل یہ ہے کہ دوسرا پہلو دکھانا ناممکن اور گویا اپنی جان سے ہاتھ
دھونا تھا - اس عصر کے طبیبوں کے بعد طبابت کا بھی خاتمہ ہوگیا - علم طب میں وہ
دسترس حاصل کی تھی اور خداوند تعالے نے انکے ہاتھ میں وہ شفا دی تھی کہ بقراط اور جالینوس
سے دو قدم آگے رکھتے تھے اور عیسے نفسی میں دم مارتے تھے اس زمانہ کے سب سے مشہور طبیب
مولینا بدرالدین دمشقی اور مولنا حمید الدین مطرز ہیں جنکا حال معہ دیگر اطباء کے تتمہ
میں تحریر کیا گیا ہے ؛

علم نجوم اور رمل کا اس زمانہ میں اس قدر چرچا تھا کہ جسکی کچھ حد ہی نہیں کوئی امیر
ایسا نہ تھا کہ اسکے ہاں ایک منجم نہ ہو اور کوئی شہر کا گلی کوچہ ایسا نہ تھا کہ جس میں دو چار منجم
تین چار رمال نہ رہتے ہوں نہایت ذوق شوق کے ساتھ شہزادے امیرزادے اور
شریف زادے اس علم کو سیکھتے ہیں اور تحصیل علم میں نہایت کوشش کرتے تھے - اس
عہد میں اس نے اسقدر رواج پایا کہ امیر سے لیکر ایک ادنے درجہ کے شخص تک کا کوئی کام
بغیر منجم صاحب کے صلاح و مشورہ کے شروع نہ ہوتا تھا ؛

پیشہ گردن کا یہ حال کہ ہر ایک ہنر کے استاد و تمام زمانہ کے شہروں سے چل
کر دلی میں آ آباد ہوئے - واللہ علم اس دلی میں کیا شیرینی ہے کہ ہر زمانہ میں شاہان عالم
اسی کی فتح کی فکر میں غلطان و پیچان رہے - اور عوام و خواص تو اب تک یہاں آنے
کو اپنی خوش طالعی سمجھتے ہیں اور اس حالت میں بھی جبکہ اسکا دلی مرحوم خطاب ہوگیا
ہے اس کی زیارت کو باعث فخر سمجھتے ہیں آخر تو کوئی بات ہے جو لوگوں کا اس کے
پیچھے یہ حال ہے - اور حقیقت یہ ہے

شعر ؎ ہر کجا چشمہ بود شیریں مردم و مور و مرغ گرد آیند ؛

قوال - مطرب چنگ اور رباب بجانے والے طاؤس اور ستار بنانیوالے - بافندے
باف زردوز - تیرگر - کمان ساز - آہنگر - شمشیر ساز اپنے اپنے فن میں یکتا
دہر اور استاد عصر تھے ؛

چونکہ بادشاہ قدردان نہ تھا جو کسی کا مرتبہ جانتا اور حسب رتبہ اسکی قدر کرتا۔ اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ دن رات اپنی جہانگیری اور جہانداری کے خیال میں غلطاں اور پیچان رہتا تھا۔ ہر وقت اسی کی دھن لگی رہتی تھی کہ فلاں ملک کو قبضہ میں لاؤں، اور جس ملک پر گزشتہ دنوں میں قبضہ پایا۔ اُس کا کیا کیا اور کس طور پر انتظام کیا جائے کہ رعایا تابع فرمان رہے اور یہی نہیں بلکہ اسکو اسقدر کمزور بنادیا جائے کہ سر اٹھانے کی طاقت نہ رہے اور اگر کسی راجہ پر فتح پائی۔ تو یہ ہوتا تھا کہ خراج گزاری کی شرائط کیا کیا چاہئیں کہ سال بسال وصولی میں کوئی وقت پیش نہ آئے اور آیندہ سرتابی کی نوبت نہ آنے پائے کہ دوبارہ لشکرکشی کرنی پڑے ایک ملک پر فوج بھیجی جا چکی ہے اول اسکے لئے دلّی سے حکم صادر ہو رہے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ لشکر ابھی فتح کرکے واپس نہیں آیا۔ کہ دوسری مہم کی تیاریاں ہونے لگیں جب کسی کا یہ حال ہو کہ رات دن اپنی دھن میں آپ غرق ہو اور کسی وقت اس خیال سے نجات نہ ملتی ہو۔ پھر کس طرح کسی دوسرے خیال کو وہ اپنے دل و دماغ میں جگہ دے سکتا ہے اب رہا یہ امر کہ اسکا یہ فعل غلطی پر مبنی کیا جائے یا صواب پر۔ ایک مسئلہ بحث طلب ہے جسکو خوف طوالت سے یہاں صرف اس قدر لکھکر کہ اسکی بدقسمتی تھی جو بزرگوں کی فیض برکت سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکا اشعار

ہے قدیمی یہ ہر ایک اہل ہنر کا دشمن — فتنہ ہر روز اٹھاتا ہے نیا چرخ کہن
وہیں صیاد جفا پیشہ کو حاضر کردے — زمزمہ سنج مسرت ہو جہاں مرغان چمن
دیکھ سکتا نہیں یہ ایک شگفتہ خاطر — لائے گلچیں کو کھلا دیکھکے نسرین دشمن
خانہ بربادی پہ جس شخص کے باندھی کمر — ہو نہ وہ وادیٔ ایمن میں بھی جا کر ایمن
اسکی ایک بات نہیں مکر و دغا سے خالی — دیکھ ہم قافیہ کرتا ہے چمن کو یہ دمن
بد سے یہ نیک ہے اور نیک سے بد ہے ظالم — اس زمانہ کا تو ہر اک سے نرالا ہے چلن
اس میں کس طرح رکھے کوئی خوشی کی امید — نام اوّل ہی سے جسکا ہو رکھا دار محن

بخت و دولت کہاں تک ساتھ دے۔ فلک کجرفتار نے اپنی چال دکھائی اور زمانہ نے اپنی رسم کے بموجب بیوفائی کی۔ پیش خیمہ تو یہ ہے کہ سلطان نے اپنی مدت

مدبروں کو علیحدہ کیا ایک دو جو باقی رہ گئے تھے اون سے امور سلطنت میں مشورہ نہ لیا چونکہ اب تک ہر ایک بات حسب دلخواہ ہوتی چلی آتی تھی یہ مغرور سمجھا کر جو کچھ ہوا یہ میری رائے سے ہوا ہے اس تخیال اسکے دل میں جگہ پکڑ لی کہ غرور نے خودرائی بکر بانڈھی اور کلیات و جزدیات امورات جہانداری اور مصالح ملکی کو اپنی ذات سے ملحق کر لیا۔ نتیجہ یہ کہ ہر ایک منفش کی خودرائی کا خصوصاً اُس کا جو علم سے بےبہرہ ہو معلوم ہے چہ جائیکہ ایک بادشاہ جس میں مذکورہ بالا دونوں وصف ہوں پھر بھلا اُس کا اور اسکی سلطنت کا کیا حال ہو۔

سلاے ہجری نبوی میں جب سنا کہ رائے رایان راجہ رام دیو کے بیٹے سنگلدیو نے جو اپنے باپ کے بعد دیوگیر کی گدی پر بیٹھا بہت پاوں نکالے ہیں تو چوتھی مرتبہ دکن کی مہم پر ملک کافور ہزار دیناری ملک نایب کو لشکر جرار کے ساتھ روانہ کیا اس نے پہلا کام جو اس مہم میں سرانجام دیا وہ یہ تھا کہ دیوگیر میں پہنچکر اوّل راجہ کو گرفتار کیا اور قتل کرڈالا بعد ازاں خاندیس ناسک گلبرکہ دہور سمندر کرناٹک تلنگانہ وغیرہ کو از سرتو متمرداں سے پاک کیا مال غنیمت اور پیشکش تو دتحائف کے ساتھ دلی روانہ کئے خود اطراف و جوانب کے خراج راجاؤں سے وصول کرنے کے لئے دیوگیر میں ٹھہر گیا۔

بادشاہ کی ملکہ جہان ولیعہد اور اُنجہاں سے کشیدگی

اس اثناء میں بادشاہ بہت بیمار ہوا۔ ملکۂ جہان اور شاہزادوں نے جو عیش و عشرت میں مشغول تھے اور روز جشن مناتے تھے اس کی خبر نہ لی بادشاہ برابر بیمار چلا جاتا تھا۔ اور آئے دن ان کے اسے ناچ رنگ اور جشن نوروزی کی خبریں سنتا تھا۔ اپنے رد بصحت نہ ہونے کو ان کی بےپرواہی پر مبنی کرکے تہ دل سے رنجیدہ ہو گیا الپ خان اور ملک نائب دونوں کے نام طلبی کے فرمان روانہ کئے وہ گجرات سے اور یہ دیوگیر سے بذریعہ ڈاک فوراً آستانہ پر حاضر ہوئے۔ ان کے آنے سے سلطان علاؤالدین بہت خوش ہوا۔ اور اُن سے ملکۂ جہان اور ولی عہد کی شکایت

کی ملک نائب نے جسکے سر میں تخت کی ہوس سما گئی تھی - انہی ایام میں ایک روز موقع کو غنیمت جانکر بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور ملکہ جہاں ولی عہد اور الپ خاں تینوں ملے ہوئے ہیں اور دشمنوں کا کام تمام کرنا چاہتے ہیں غضب یہ ہوا کہ اسی اثناء میں ملکہ جہاں نے اپنے چھوٹے بیٹے شادی خان سے الپخ کی لڑکی منسوب کرنی چاہیئے ملک نائب کے ہاتھ گویا ایک بات آگئی فوراً حضور میں گزرانی اور عرض کیا کہ خداوند عالم خود ہی ملاحظہ فرمائیں کہ کیا ہو رہا ہے اسوقت بادشاہ نے میری عرض پر اسکو لغو جانکر غور نفرمایا تھا آج اپنی آنکھوں سے دیکھئے الغرض اس بدظن کو اس طرح ڈرایا کہ اس نے فوراً خضر خان ولیعہد سلطنت کو بغرض شکار امروہہ بھیجدیا اور رخصت ہوتے وقت فرمایا کہ جبوقت حضور کو صحت کلی حاصل ہو جائیگی ہم خود طلب فرمالینگے اس بیچارہ کو خبر نتھی کہ کیا ہو رہا ہے باپ سیر و شکار کیلیا رخصت نہیں کرتا - بلکہ جلا وطن کر رہا ہے - اس نے اسی سچی محبت کیساتھ جو ایک بیٹے کو باپ سے ہوتی ہے منّت مانگی کہ جب خداوند تعالےٰ میرے بادشاہ باپ کو اپنے فضل و کرم سے صحت عطا فرمائیگا - تو میں پاؤں پیدل مشائخ دلی کی زیارت کیواسطے حاضر ہونگا چنانچہ چند مدت کے بعد جب باپ کی صحتوری کی خبر سنی فرمان طلبی کا پہلے ہی امروہہ سے روانہ ہوگیا - پاؤں پیدل اور برہنہ پا دلی تک ملک نائب آیا - اور زیارت بزرگان سے مشرف ہوا ملک نائب نمک حرام نے پھر فرصت پاکر عرض کیا کہ ولیعہد بغیر اجازت دلی میں آگیا - اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ چند امرائے کے ساتھ سازش کرکے کچھ اکڑ نہ بیٹھے مگر سلطان نے اسکے کہنے کی مطلق پرواہ نہ کی اور بغیر کسی خیال کے شاہزادہ کو خود طلب فرماکر باریابی سے مشرف فرمایا جسوقت دربار میں شاہزادہ آیا برہنہ پا آیا - محبت پدری سینہ میں شعلہ زن ہوئی - اور بادشاہ نے بے اختیار تخت سے اتر کر اپنے لخت جگر کو سینہ سے لگالیا - بہت دیر تک پیشانی اور آنکھیں چومتا رہا بعدازیں رخصت فرماکر کہا کہ جاکر اپنی ماں اور بہنوں سے ملو -

لیکن خضر خان چند مدت کے بعد پھر اپنی لہو و لعب میں مشغول ہوگیا اپنے

محل سے نکلنا ہی ترک کر دیا دربارداری سے کچھ سروکار ہی نہ رکھا۔ مہینوں ہوگئے جب سے باپ سے رخصت ہو کر آئے تھے پھر کبھی شرف نیازنہ حاصل کیا ایک دو مرتبہ خود بادشاہ نے طلب بھی کیا۔ لیکن بدمستی میں اسکو کچھ خبر نہ ہوئی ؛

حریف جفا پیشہ نے مناسب وقت اور دو چار طرفہ شگوفے کھلائے۔ اور یہ امر بادشاہ کے ذہن نشین کر دیا کہ خضرخاں جسکے ساتھ اُسکا چھوٹا بھائی شادی خاں اور فلاں فلاں امیر سازش میں شریک ہیں چند دن گذرتے ہیں کہ بادشاہ کو بار زندگی سے سبکدوش کر دیگا۔ اور اپنے دعوے کو قوی کرنے کیلئے چند غلام اور ہم جنس خواجہ سرا گواہی میں بھی پیش کر دئے۔ جان ایسی چیز ہے کہ عزیز بیٹے سے کہیں زیادہ عزیز ہے الغرض حیلہ و فریب سے جسطرح ہو سکا۔ بادشاہ سے دونوں بھائیوں اور ملکہ جہان کے قید کا حکم لے لیا ولیعہد سلطنت خضر خاں شاہزادہ شادی خاں کو اسیر کر کے قلعہ گوالیار میں بھیجدیا۔ اور اُن کی ماں کو کوشک لعل سے نکال کر پرانی دلی میں قیدکر دیا ؛

ا شعار خطر ہاست در کار شاہاں بسے کہ بادشاہ خویشی ندارد کسے ؛
چو از کینہ برفرزند چیر بفرزند خود پیر نبارند مہر ؛

قتل الپخاں و بغاوت گجرات و دکن و انتقال سلطان علاؤالدین

اسیطرح عیاری و مکاری سے ملک نائب نے الپخاں اور اسکے بھائی شادی خاں کو جو اسکے ساتھ گجرات سے آیا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے قتل کرا دیا ولیعہد سلطنت شاہزادہ شادی خاں ملکہ جہان کے حبس الپ خان اور اسکے بھائی کے قتل نے ملک میں ہر طرف فتنہ خفتہ کو بیدار کیا۔ چنانچہ گجرات میں دونوں بھائیوں کے قتل پر انکے صرف عزیز و اقارب اور رعایا نے ہی علم بغاوت بلند نہ کیا بلکہ ان کے ساتھ لشکر سلطانی اور امیران لشکر بھی بادشاہ سے منحرف ہو گئے اس غدر کے فرو کرنے کے لئے ملک کافور ہزار دینار کی صلاح سے ملک کمال الدین کرک جو اس قتل میں بھی شریک تھا۔ گجرات بھیجا گیا۔ اہل گجرات نے اس کے پہنچتے ہی لشکر سلطانی کو شکست دی اور اسکو پکڑ کر طرح طرح کے عذاب

سے مار ڈالا - ادھر تو یہ ہوا - اور ادھر رامدیو کے داماد ہرپال دیو نے دکن میں سر اٹھایا اور اکثر بادشاہی تھانوں کو مجبوراً اپنی جگہ چھوڑنی پڑی ۔

بادشاہ کو جب اطراف ملک سے پے در پے ایسی خبریں پہنچیں تو سانپ کی طرح بل پر بل کھاتا روز بروز انہیں تفکرات میں گھلتا گیا موت سر پر کھڑی تھی بھلا وہ اپنا کام کسطرح کرتی پچھلے پہر بتاریخ چھ شوال المکرم ۷۱۶ھ ہجری نبوی مطابق ۲۱ جلوس علائی بیس سال نو مہینے اور چند دن سلطنت کر کے مرض استسقا کی جانسوز تکلیف اٹھا کر کالبد عنصری کی محبت ترک کی اور مسجد قوت الاسلام کے پاس مدفون ہوا اور اسقدر ہاتھی گھوڑے کہ سلطان محمود غزنوی کو بھی میسر نہ ہوئے تھے جمع کر کے دوسروں کے لئے چھوڑ گیا انا للہ وانا الیہ راجعون

ع جہاں را چنیں است آئین وداد کہ جز مرگ کس را ز مادر نہ زاد

ع چو در راہے رحیل آمد روا رو چہ جمشید و چہ پرویز و چہ خسرو

خواجہ ضیا برنی اس واقعہ پر کیخسرو کا جواب جو اس نے اپنے ایک مقرب کے سوال پر دیا تھا - تحریر فرماتے ہیں - آخری عمر میں کیخسرو نے چاہا کہ تخت کو چھوڑ دینا سے مونہہ موڑ آتش خانہ کا ہو رہے ایک مقرب قدیم نے عرض کیا کہ حضور خداوند عالم کے زیر نگین بادشاہت ربع مسکون ہی جہانداری کو قصداً اور عمداً ترک کر کے عزلت نشینی اختیار کرنا اور گوشۂ تنہائی کی زندگی کو اس پر ترجیح دینا - خدا جانے اس میں کیا مصلحت ملاحظہ فرمائی ہے جو بلا وجہ اسقدر دولت وحشمت سے بادشاہ بیزار نظر آتا ہے - کیخسرو نے جواب دیا کہ ای فرزند - میں ضعیف ہو گیا - دنیا کے نشیب و فراز سے واقف ہوں زمانہ کا گرم و سرد خوب دیکھا بھالا ہے اسکی غداری اور بے وفائی مجھ سے نہاں نہیں فلک پیر جفا کار عربدہ سازکی کج رفتاری اور فتنہ پردازی کا اچھیطرح مشاہدہ کیا ہے تو ابھی نوجوان ناتجربہ کار ہے تو نے نہ سنا ہے اور نہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اس پیر زال نے بادشاہوں کے ساتھ کیا کیا ۔ اول اول کسطرح یار ہو موافق ملکہ کنیز فرمانبردار بنکر رہی اور آخر کار کچھ اس طرح آنکھیں پھیریں کہ گویا کبھی آشنا بھی نہ تھی - اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ

ان کے خون کی پیاسی ہوگئی اور اس بیدردی کے ساتھ خون کیا کہ بیان سے باہر ہے
اور ہر ایک کو کس خواری اور رسوائی کے ساتھ زیر زمین کر دیا قطعہ

خون دل شیرین است آں مے دہد کرخسرو ... ز آب و گل پروز ہرست آں خم کہ نہد دہقان
چندیں تن جباراں کیں چرخ فرد خوردست ... کیں گرسنہ چشم آخر ہم سیر نشد ز ایشاں
از خون دل شاہاں سرخ آب رخ آمیزد ... ویں زال سیہ ابرو ایں ماہ سیہ پستاں

الغرض کیخسرو نے بے ثباتی دنیا اور بیوفائی زمانہ کو طرح طرح پر ثابت کیا
اور کہا کہ اے فرزند میں انجام کار کو دیکھتا ہوں - تیری نظر چند روزہ کامرانی پر پڑتی
ہے بدیں وجہ مجھے گوشہ نشینی سے منع کرتا ہے اور صلاح دیتا ہے کہ میں دنیائے
مشموم کو نہ چھوڑوں - میں اسکی عقیقت سے بخوبی واقف ہوں اور مجھے کامل یقین ہے
کہ یہ بیحیا فاحشہ ضرور ایک نہ ایک دن میرے ساتھ بیوفائی کرے اور دوسرے کا پہلو گرم
کریگی ع دل دریں پیرزنے عشوہ گر دہر مبند - کہ عروسیست کہ در عقد بسے داماد است
چنانچہ اس نابکار نے شاہ کیومرث تک میرے آباؤ اجداد کا ایک معشوقہ کیطرح
حرف دل ہی نہ لبھایا - بلکہ مثل کنیز زرخرید کے شرائط خدمت بجا لائی - اور بعد از ان
نازو ادا سے نہیں بلکہ ایک بیوفا اور مغرور کی طرح نہایت حقارت سے منہ موڑا - اور
بخواری تمام خاک میں ملاکر انکا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا - اسیطرح میرے دل پر
بھی قابو پایا ہے اور کسی نہ کسی روز مجھے بدتریں حال میں چھوڑ کر میرے پہلو سے چلی
جائیگی - اور میرے ساتھ وہ کریگی کہ کوئی دشمن سے دشمن بھی نہیں کر سکتا - اے فرزند
مجھے عزلت گزینی سے منع نہ کر اور اس بات کو میں بھی جانتا ہوں اور تو بھی جانتا ہے کہ
ایک دن مرنا ہے اگر میں اسے نہ چھوڑونگا تو مجھے ضرور چھوڑیگی اور مرنے کے بعد
اپنے ساتھ بے شمار حسرتیں لیجاؤنگا جب آج اسکی کل کائنات مجھے معلوم ہے اور
اسکے کرشموں سے بخوبی واقف ہوں تو کیوں اسے طلاق دیکر تنہائی کی زندگی اختیار نہ
کروں - تاکہ مرتے وقت کسیطرح کی حسرت دل میں باقی نہ رہے اور کوئی آرزو میرے
ساتھ دفن نہ ہو - اور اس طرح میرے تخت سلطنت پر خاک ڈالنے کا ماجرا تاریخوں
میں مرقوم ہے اور نام نیک تا قیامت باقی رہے اور جو اس حال کو پڑھے میری عقل د

الش اور عاقبت اندیشی کی تعریف کرے
اس تقریر کے بعد تمام اراکین سلطنت اور بندگان درگاہ کو حضور میں طلب فرمایا اور ہر ایک کو ہنسی خوشی رخصت کیا نہایت اطمینان کے ساتھ آتش خانہ میں چلا گیا اور تا دم مرگ خالق حقیقی کی اطاعت اور بندگی میں مصروف رہا۔ اسکے بعد آتش کدہ سے نکلنا تو درکنار بلکہ کسی متنفس سے بات تک نہ کی۔
اور ہر ایک حکیم اور صاحب ہوش باوجود بے اندازہ دولت وحشمت کے کیخسرو کی طرح ترک دنیا کی بہت تعریفیں کرتے ہیں اور کیوں نہ ہو اس نے کام ہی ایسا کیا کہ بقدر مدح سرائی کی جائے اتنی ہی کم ہے۔

اسباب زوال دولت علائی

دولت علائی کے زوال کے اسباب یہ ہیں

اول آخری عمر میں سلطان کی طبیعت میں غیرت اور غصہ نے دخل بیحد پایا۔ اسی سبب سے وہ امورات سلطنت میں کسی مدبر کی رائے زنی ہرگز نہ پسند کرتا تھا۔ اول تو کوئی رہا ہی نہ تھا برائے نام جو رہ گئے تھے وہ غضب سلطانی سے ڈرتے تھے اور صلاح نیک کا اپنی جان کے خوف سے ایک حرف زبان پر نہ لاتے تھے۔

دوم ملوک کبار امرائے والا تبار کو اپنی خدمت سے علیحدہ کر دیا اور ان کارکنان اور عقلمندان زمانہ کی بجائے - غلام بچّہ اور خواجہ سراؤں کو مقرر کیا بھلا ان کو امورات سلطنت سے کیا نسبت تھی - جو کام میں کسی طور کی خلل اندازی واقعہ نہ ہوتی۔

سوم کار وزارت جسکو بادشاہی سے کچھ نسبت ہی نہیں ہے اپنے ذمہ لیا اور اس کا بادشاہ کسی طرح اہل نہ تھا۔

چہارم شاہزادوں کو قبل از وقت آزاد کر دیا خضر خان کو چتر شاہی مرحمت فرما کر ولیعہد بنایا اور آستانہ ولیعہدی جدا قائم کیا لیکن ذی ہوش اتالیق اس پر مقرر نہ کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مطلق العنان ہو کر عیش پرستی میں مشغول ہو گیا سلطان نے اس جانشینی کے متعلق ایک عہد نامہ تحریر کرا کے تمام امرائے سلطنت کے سپرد

دستخط کرائے ؛

پنجم سلطان علاء الدین ملک نائب پر حد سے زیادہ مہربان ہوکر اسکو سپہ سالار لشکر اور وزیر اعظم بنا دیا۔

ششم ملک کافور ہزار دیناری کے سر میں ہوس تخت کا خیال سما کر خاندان شاہی کے قلع قمع کرنے کے درپے ہوا اور الپ خاں اور اس کا ایک دوسرے کے فکر میں لگا رہنا ؛

ہر ایک شاہزادے کا عیش و عشرت میں مستغرق ہونا۔ ایک کا بھی امورات حکومت اور نظام سلطنت میں حصہ نہ لینا اور حرم سرا میں بیگمات شاہی کے شادی کے جلسے اور مہمانداری کی گرم بازاری یہ باتیں تھیں جنکے سبب بادشاہ کی زندگی میں ہی ضوابط اور قوانین میں کچھ کچھ فرق آچلا تھا۔ ان سے وجہ دوم سوم اور ششم۔ زوال کے سب سے بڑے اسباب ہیں ؛

ایسے جلیل القدر اور عظیم الشان کا مقبرہ جو اسکے چھوٹے بیٹے ملک شہاب الدین عمر اور سلطان قطب الدین بناو الدین مبارک شاہ کے عہد میں تعمیر ہوا۔ اب صرف چند شکستہ اینٹوں کا ایک ڈھیر ہے جسکو بہت کم شخص جانتے ہیں کہ یہاں وہ شخص جس نے برسوں "شاہی" کا دعوے کیا ہے چپ چاپ تخت و تاج سے بیخبر کنج لحد میں پڑا ہوا ہے اور اس بے بسی اور بیکسی کی کچھ انتہا ہی نہیں کہ خاندان کو تباہ اور برباد ہوتا دیکھتا ہے مگر آہ کھینچتا ہے اور دم نہیں مار سکتا نمکحراموں کے ہاتھ سے اپنی حرموں کی بیحرمتی دیکھتا ہے لیکن کچھ کر تے نہیں۔ اپنے نور نظر اور لخت جگر بیٹوں کو اندھا ہونا اور خنجر حریف کو ان کے خون جگر سے رنگا ہوا دیکھتا ہے مگر اللہ رے بے بسی اسکی انتہائی درد و مصیبت پر بھی دو آنسو بھی نہیں بہا سکتا کیا ان آنکھوں میں جو ہر وقت اپنی شعلہ زنی سے قوی سے قوی آدمی کے دلوں کو پہلو میں دہلا دیا کرتی تھیں اب دو قطرے بھی نہ رہے۔ کہ بربادی اور تباہی خاندان علائی پر ٹپکا دیں اب اگر چشم تصور سے دیکھا جائے تو آنکھیں جو حلقہ چشم میں پھرتی ہیں اس ظلم کو جو مشت بھر خاک کے آل اولاد پر ہو رہا۔ سب دیکھتے ہیں مگر بجز حسرت

دیاس کے دو تصویریں کے اور کچھ بھی نہیں وہ ہاتھ جنہوں نے لاکھوں کو زندگی کے بوجھ سے سبکدوش کر کے صرف اپنی قدرت سے دوسری دنیا میں پہنچا دیا اب اس قدر بےحس و حرکت ہو گئے ہیں کہ بادشاہ خوفناک منظر سے ڈر کر چاہتا ہے کہ ان کھوں اپنی آنکھوں پر ان کو رکھ لوں لیکن یہاں جان کہاں جو اسکے حکم کو پہنچا رہا کبھی کبھی کہتا کہ تمام رفیقوں نے بیوفائی پر کمر باندھلی چلو میں ہی نمک حراموں سے انتقام لوں مگر جائے کس سے پاؤں بھی ہاتھوں کی طرح بے قابو ہیں تو سوائے اسکے اور کچھ چارہ بھی نہیں کہ دوسروں کے واسطے مجسم تصویر عبرت بن جائے تاکہ وہ اس سے سبق حاصل کریں ؕ

تمام مورخین نمک حرام ملک کافور ہزار دیناری ملک نائب پر اس بات کا شبہ کرتے ہیں کہ اس کا آقا اپنی موت نہیں - بلکہ اس بداصل نے اُسے زہر دیا اور جیسا اسکی بعد کی حرکات سے ثابت ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب ؕ

سلطان علاءالدین خلجی دو چیزوں کا موجد ہوا ہے اور بانی ہے جو ہندوستان میں اُس سے پہلے نہ کسی راجہ کے زمانہ میں ہوئیں نہ کسی بادشاہ کو ان کا خیال آیا۔ نہ رائج کرنیوالا ہی اسکی ایجاد کردہ شے ایک تو قوانین تعین نرخ اور ہر شے کی ارزانی ہے جسکا ذکر تشریح کے ساتھ ہو چکا۔ دوسرا اسکی ایجاد وہ ہے کہ جسکا خیال نہ کسی راجہ کے دل و دماغ میں گذرا - نہ کسی ایرانی مجوسی شاہنشاہ نے اسکی فکر کی اور نہ کسی فریقی سردار کو جہاں چھ صدی قبل ہزاروں سال سے ہاتھی لڑائیوں دستکاہ اور جلوس وغیرہ میں بکثرت استعمال ہوتا تھا سوجھی۔ کہ اس شاندار جانور کی شان کسی طرز نو سے بڑھائی جائے تاکہ جلوس میں ایک خاص بات پیدا ہو جائے چنانچہ اس بادشاہ نے سب سے پہلے ہاتھی پر عماری رکھی حضرت خواجہ امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کسے شوخ خواہی دانگہہ سواری ۔۔۔ جز او ننہاد بر فیلان عماری

اسکی رائج کردہ چیزوں سے ایک قانون داغ ہے جو اس سے پہلے ہندوستان میں کبھی رائج نہ تھا۔ اور انگریزی کے چند سال بعد بند ہو گیا۔ شیخ ابوالفضل اور شیخ

شروع میں اسکے خود ماغ کوکے خان اعظم کلتاش نے مخالفت کی اور حسب عادت بڑی بگڑے - جسکی یہ سزا ہوئی کہ جب تک معافی نہ مانگی باریابی سے محروم رہے

اسکے زمانہ میں ہندوستان میں سے سب سے پہلے بندوبست ہوا اصل میں راجہ بہارا جوں کو اسی طرز حکومت کے بموجب اسکی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ وصولی خراج کا کوئی قاعدہ یا قانون مقرر نہ تھا (سب سے پہلے دنیا میں بندوبستی پیمایش مصر بں حضرت امیرالمومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس زمین کی جو دریائے نیل سے سیراب ہوتی ہے ہوئی) جہاں سب اسکے ضوابط اسکے جانشینوں نے نظر انداز کر دئے - وہاں اسکی بھی کچھ پرواہ نہ کی - اور سالہا سال بعد شیر شاہ سوری کے عہد میں اسکی پھر خبر لی گئی - کارروائی تو اسی کے عصر میں شروع ہو گئی تھی لیکن بندوبست اکبر اعظم کے وقت میں ختم ہوا اور یہاں اس عظیم الشان جلیل القدر سلطان کی چھوٹی سی سوانح عمری بھی ختم ہوئی - الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علے رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین وسلمو تسلیما کثیراً کثیرا برحمتک یا ارحم الراحمین ۞

خدائے راست بزرگی و ملک بے انباز — بدیگران تو بینی بعاریت داد دست
کلید فتح اقلیم در خزاین اوست — کسی بقوت بازوے خویش نکشاد دست

تتمہ الف

فہرست جنگہائے مشہور بعہد سلطان علاء الدین

کیفیت	نام حریف	نام سپہ سالار	سنہ و تاریخ	مقام جنگ	نام
سلطان علاء الدین جب صوبہ دار کرڑہ و اودھ تھا بغیر اجازت بادشاہ کے دیوگیر پر چڑھ دوڑا اور فتحیاب ہوا یہ دیوگیر ہی کی بے اندازہ دولت تھی جسکی بدولت دہلی کا تخت ملا	رام دیو راجہ دیوگیر	ملک علاء الدین	۶۹۳ھ	الگیر	

نمبر	میدان جنگ	سنہ وقوع	نام سپہ سالار علائی	نام حریف	کیفیت
۲	دلی	آخر سنہ ۶۹۵ھ	سلطان علاء الدین	سلطان رکن الدین	یہاں لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی اور بے رطے بھڑے سلطان رکن الدین ابراہیم پر فتح پائی اور دلی کے تخت پر بیٹھا ۔
۳	ملتان	ابتداء سنہ ۶۹۶ھ	ظفر خان و الغ خان	شہزادگان سلطان شہید	دو مہینے تک لشکر علائی ملتان کا محاصرہ کئے پڑا رہا - بعد ازاں حضرت خواجہ شیخ رکن الدین ملتانی قدس سرہ کی وساطت سے صلح ہو گئی - لیکن علاء الدین جس نے اپنے ولی نعمت چچا خسر کے ساتھ غداری کی وہ بھلا چچا زاد بھائیوں اور ہم زلف الغ خان کے ساتھ کسی طرح اپنی عہد پیمان پر قائم رہ سکتا تھا - قیدی ابھی دلی بھی آنے نہ پائے تھے کہ اُنکی قسمتوں کا فیصلہ کر دیا ۔
۴	جالندھر	[illegible]	ظفر خان و الغ خان	دوا خاں حاکم ماوراء	عہد علائی میں مغلوں کا پہلا حملہ حاکم ماوراء النہر دوا خان لشکر جرار کے ساتھ ہند پر حملہ آور ہوا اور بہت طرح سے معمولی لڑائی کیا تھی مغل پس پا کئے گئے ۔

۵	مہم ملک گجرات	ابتدائے ۶۹۷ھ	ظفرخان و نصرت خان	راجہ کرن و دیگر راجہائے گجرات	کولا دیوی اور ملک نایب اسی لڑائی میں آستانہ پر آئے اور واپسی کے وقت محض طلب خمس غنایم پر بمقام جالور نو مسلم امیر بگڑ گئے اور لشکر میں سخت لڑائی ہوئی ؛
٦	سیوستان	سنہ ۶۹۷ھ	ظفرخان	سلدی بیگ	اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام امرائے دربار ظفرخان کی بے مثل بہادری سے جو اس نے اس لڑائی میں دکھائی تھی۔ چھپکر آتش حسد سے جلنے لگے اور بادشاہ بذات خود بھی ان سے بدظن ہو گیا ؛
۷	دلی	آخر ۶۹۷ھ	سلطان بہ نفس نفیس	قتلغ خواجہ	مغلوں کا دوسرا حملہ کلو کھڑی میں لڑائی ہوئی۔ خاص ظفرخان جس کا دستہ میمنہ پر تھا شکست دی۔ اور جانباز سردار دشمن کے تعاقب میں مدد نہ پہنچنے کے سبب مارا گیا ؛
۸	رنتھنبور	۶۹۹ھ	سلطان بہ نفس نفیس	ہمیر دیو	اول اس مہم پر نصرت خان اور الغخان نامزد ہوئے۔ نصرت خان کے مرنے اور الغخان کے پیچھے ہٹنے پر خود سلطان میدان جنگ میں پہنچا اور قریباً ایک سال کے محاصرہ کے بعد قلعہ مذکور فتح ہوا ؛

قریباً چھ ماہ تک محاصرہ کے بعد فتح ہوا راجہ گرفتار ہوا۔ دلی میں آیا۔ جو دو سال کے بعد بذریعہ حیلہ مشہور محلس سے بھاگ گیا ؀	رانا رتن سین گہلوٹ	سلطان	سنہ ۷۰۲ھ تا سنہ ۷۰۳ھ	چیتور	۹
عہد علائی میں مغلوں کا تیسرا حملہ دو مہینے تک فیصلات دلی کا سخت محاصرہ کئے پڑے رہے مگر ایک رات بلا کسی سبب صرف حضرت سلطان المشائخ کے توجہ ہی سے خود بخود محاصرہ سے ہاتھ اٹھا چلتے ہوئے	طرغی	سلطان	سنہ ۷۰۳ھ	دلی	۱۰
چند گھنٹوں کی لڑائی کے بعد مغلوں کو شکست فاش ہوئی انکے دونوں سپہ سالار گرفتار ہو کر دلی بھیجے گئے اور حسب دستور ہاتھیوں سے کچل ڈالے گئے	علی بیگ ترتاک خواجہ	غازی الملک	سنہ ۷۰۴ھ	امروہہ	۱۱
بد نصیب راجہ نے ایک لاکھ چالیس ہزار راجپوت سوار ماؤنکے ہوتے شکست کھائی۔ اوجین۔ منڈو۔ دھار۔ انگری وغیرہ سب اس مہم میں فتح ہو کر سلطنت دلی میں شامل ہو گئے ؀	راجہ کوکا والی مالوہ	عین الملک ملتانی	سنہ ۷۰۵ھ	مہم مالوہ و اجین	۱۲
مغلوں کا پانچواں حملہ حسب معمول دشمن کو شکست ہوئی مظفرین نے بڑا کشت و خون کیا [illegible]	گنگ	غازی الملک	سنہ ۷۰۵ھ	دامن کوہ شوالک	۱۳

					اپنی جانیں بچا کر لے گئے ہزاروں اسیروں کو دلی میں لاکر تہ تیغ کیا اور انکے کھوپریوں کا دروازہ بدایوں کے مقابل ایک گنبد تعمیر کرایا۔
۱۴	دامن کوہ شوالک	۷۰۵ھ	غازی الملک	اقبال مند	مغلوں کا چھٹا اور عہد علائی میں آخری حملہ - اقبال مند میدان میں کام آیا اس شکست کے بعد مغل اس قدر خائف ہوئے کہ علاؤالدین خلجی کے بعد کبھی برسوں ہندوستان کا رخ نہ کیا -
۱۵	دیوگیر	سنہ ۷۰۶ھ	ملک نائب	رام دیو	دوبارہ لشکر کشی کی گئی دشمن اسیر ہوکر عزیز و اقارب آستانہ پر حاضر ہوا اس مہم کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ الپ خان حاکم گجرات نے راجہ کرن کی بُری طرح سے سرکوبی کی اور رانی دیول دیوی جس نے ولیعہد کا پہلو گرم کیا وہ بھی اس مہم کے مال غنیمت سے تھے ؛
۱۶	جالور	سنہ ۷۰۷ھ	گل بہشت کنیز سلطانی	کانیر دیو	اس راجہ کو غرور مٹانے کیلئے پہلے سلطان نے اپنی ایک لونڈی گل بہشت نامی کو سردار لشکر بنا کر اس مہم پر نامزد کیا جس نے جالور کا محاصرہ کرکے محصورین کا وہ ناطقہ

					تنگ کیا کہ الامان قلعہ فتح ہی ہوا چاہتا تھا کہ ناگاہ وہ بیمار پڑے اور چل بسے۔ بعد ازاں سلطان نے کمال الدین گرگ کو بھیجا جس نے جاتے ہی آناً فاناً میں کمال بہادری و مردانگی سے قلعہ فتح کرلیا ہ
۱۷	ورنگل	۷۰۹ھ	ملک نائب	راجہ لدر دیو	راجہ نے شکست کھانے کے بعد اطاعت قبول کرلی ہ
۱۸	کرناٹک	۷۱۱ھ	"	رائے بلال رائے	رائے اسیر ہوا بعد ازیں لشکر علائی نے راس کماری ملک فتح کیا اور سیت بندرامیشور پہنچکر مسجد تعمیر کی واپسی لشکر کے وقت ساٹھ دفینہ جن میں لاتعداد زر و جواہر تھا لشکر اسلام کے ہاتھ لگے ازاں جملہ اس مہم میں بیس ہزار گھوڑے اور چھ سو سے زائد ہاتھی غنیمت میں میں آئے
۱۹	دیوگیر	۷۱۲ھ	ملک نائب	راجہ سنکلدیو	راجہ معمولی لڑائی کے بعد اسیر ہوا اور غداری کے جرم میں قتل کردیا

۲۔ لشکر علائی۔ قوانین و ضوابط کے منضبط ہونے کے بعد چار لاکھ چھتہ ہزار سے زیادہ باقاعدہ لشکر تھا۔ جس میں سے دو لاکھ مغلوں کے روکنے کے لئے دیپالپور۔ سامانہ۔ ملتان اور تمام پنجاب میں رہتا تھا اور قریباً سوا لاکھ ممالک دکن و مالوہ کے مہموں کے لئے مخصوص تھا باقی ڈیڑھ لاکھ سے جو زائد رہا اس میں سے نصف دار الملک میں اور قریباً اس نصف کا چوتھائی حصہ صوبہ گجرات کے لئے مخصوص تھا باقی ماندہ کچھ ولایت جہاین میں کچھ اودھ میں کچھ کڑہ مانکپور اور بدایوں میں رہتا تھا

اس میں ستر ہزار شاگرد بیٹھ کے نام درج رجسٹر ہے تھے ...
۳ محکمۂ انجینیری | سے اعلیٰ درجہ کا تین دن میں تکمیل کو پہنچا - اور بڑے سے بڑا قلعہ دو ہفتے میں بالکل تعمیر ہو جاتا تھا۔
۴ قیدی - بادشاہ کے مرنے پر اٹھارہ ہزار تھے جن میں اسیران ملکی کی بھی ایک معقول تعداد تھی جب سلطان قطب الدین نے تخت سلطنت پر اجلاس فرمایا سب کو ایک قلم رہا کر دیا ؛
۵ خزانہ کئی کروڑ نقد سینکڑوں من سونا چاندی کئے من موتی - زمرد - یاقوت اور ہیرے وغیرہ خزانہ میں چھوڑے فیل خانہ میں چھ ہزار سے زیادہ اور سات ہزار کم ہاتھی - اور طویلہ شاہی میں بیس ہزار سے زائد خاصہ گھوڑے موجود تھے
۶ شہزادگان علائی اپنی یادگار میں چھ شہزادے یعنے (۱) شہزادہ خضر خاں ولیعہد سلطنت (۲) شاہزادہ مبارک خاں (۳) شاہزادہ شادی خاں ۵ شاہزادہ عثمان خاں (۶) شاہزادہ شہاب الدین عمر خاں - چھوڑے - تاکہ دنیا میں بقائے نسل ہو مگر دنیا دار مکافات ہے جسطرح اس نے اپنے چچا کی نونہالوں کو خاک میں ملا کر اسکی قطع نسل کی تھی اور اسیطرح پورے ساڑھے چار برس بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ ان چھیوں اور انکی اولاد کا نگینوں اور بیگانوں کے ہاتھ سے بالکل قلع و قمع ہوگیا - کہ کوئی اس خاندان میں سے علاؤ الدین خلجی کا نام لیوا بھی نہ رہا -
ولی عہد سلطنت یا دیولدیوی کے شمع رخ کا پروانہ اور شادی خاں دونوں ملکہ جہان کے بطن سے تھے - انکی تباہی اور بربادی کا سنگ بنیاد تو خود ظالم باپ اپنے ہاتھ سے کہہ گیا تھا - اسکی تعمیر میں جو کسر باقی تھی اسکو بادشاہ بہائے اور نمک حرام ملک کافور نے پورا کیا مفصل حال تتمہ میں درج ہے ؛
۷ فوجی تنخواہیں - انکی تین شرحیں تھیں - قسم اعلا - دوسو چونتیس ٹنکہ سالیانہ قسم اوسط ایک سو چھپن ٹنکہ - قسم ادنیٰ اٹھتر ٹنکے جو دواسپہ ہوتا تھا خواہ وہ کسی قسم میں ہو - اسکو اٹھتر ٹنکے زائد ملتے تھے - تنخواہ عموماً ششماہی اور بعض اوقات سہ ماہی پر بھی تقسیم ہو جایا کرتی تھی - اگر تنخواہ سے زائد کسی کو ہم پہ

کچھ روپے کی ضرورت ہوتی - تو خزانہ سے بطور قرضہ روپیہ لے لیا کرتا تھا جو تنخواہ میں سے باقساط وضع ہوتا رہتا تھا ؂

۸ سکے - چیتل گویا اس زمانہ کا پیسہ تھا یہ سکہ تانبے کا ٹنکہ زر بھی ہوتا تھا جسکو ٹنکہ سرخ کہتے ہیں یہ خواہ چاندی کا ہو یا سونے کا وزن دونوں کا ایک تولہ ہوتا تھا ابتدائے حکومت میں ٹنکہ سرخ کی کوئی مقررہ قیمت نہ تھی بلکہ جس طرح آج کل محمد شاہی اور جیپوری اشرفیوں کا بھاؤ سونے کے ساتھ ساتھ گھٹتا - بڑھتا رہتا ہے اسیطرح اسکے قیمت کا انحصار بھی سونے کے نرخ پر تھا لیکن جب سونے تانگے تک کا نرخ مقرر ہوا تو اسکی بھی قیمت قرار پائی لیکن یہ معلوم نہ ہو - کا کہ کتنے ٹنکہ نقرہ کا ایک ٹنکہ سرخ ہوتا تھا - اس رسالہ میں جہاں کہیں ذکر آیا - ٹنکہ نقرہ سے مراد ہے ٹنکہ سرخ سے ؂

۹ - اوزان تولہ کا وزن تو یہ تھا - جو آج کل ہے - لیکن سیر بجائے اسّی تولہ کے - صرف چوبیس ہی تولہ کا ہوتا تھا - من پورے چالیس سیر کا لیکن انہیں سیروں کا نہ اسکے حساب سے جو فی زمانہ رائج ہے

اراکین دربار علائی

(۱) صدر جہان - قاضی صدر الدین عارف (۲) قاضی ضیاء الدین بیانوی (۳) قاضی حمید ملتانی (۴) الغخان الماس بیگ (۵) نصرت خاں وزیر - (۶) ظفر خاں عرض ممالک (۷) الپ خاں امیر ملتانی (۸) ملک علاء الملک کوتوال (۹) ملک فخر الدین جونا داد بک (۱۰) ملک بدر الدین اصغری سر دوات دار (۱۱) ملک تاج الدین کافوری (۱۲) خواجہ عمدۃ الملک علاء دبیر (۱۳) ملک اعز الدین عیش (۱۴) نصیر الملک (۱۵) خواجہ حاجی (۱۶) ملک معین الدین (۱۷) سید ملک تاج الدین جعفر (۱۸) ملک اعز الدین دبیر (۱۹) ملک کمال الدین دبیر (۲۰) ملک حمید الدین نائب وکیلدار غازی (۲۱) ملک شنجنک بارگاہ اعنے سلطان غیاث الدین تغلق (۲۲) ملک نصیر الدین زنکلاہ (۲۳) ملک محمد شہ

صوبہ دار چیتور۔ (۲۴) ملک حمید الدین امیر کوہ (۲۵) ملک علاء الدین آیار نوبوان
حصار نو (۲۶) ملک اختیار الدین تل افغان (۲۷) ملک عین الملک ملتانی (
۲۸) ملک حسن بیگی خاص حاجب (۲۹) ملک اختیار الدین نگین (۳۰) ملک
اسد الدین سالاری (۳۱) ملک سید ظہیر الدین (۳۲) ملک جبار الدین تمیز عنو
دار ایرج و چندیری۔ (۳۳) ملک کافور ہزار دیناری اعنی ملک نائب (۳۴) ملک
دینار شحنہ پیل (۳۵) ملک اتا بک آخر تک صوبہ دار سامانہ (۳۶) ملک شاہین نائب
باربک (۳۷) ملک فخر الدین کہنڈ صوبہ دار جہابن (۳۸) ملک اشبک خداوند زادہ
چاشنی گیر۔ (۳۹) ملک قیر گیچہ۔ (۴۰) ملک قران امیر شکار (۴۱) ملک رکن الدین
انبہ۔ (۴۲) ملک اعز الدین بغا خان (۴۳) علوی کتا بخان ہو

اسمائے گرامی علمائے چہل و شش

قاضی فخر الدین ناقلہ۔ (۲) قاضی شرف الدین سرباہی (۳) مولینا نصیر
الدین عبنی۔ (۴) مولینا تاج الدین مقدم (۵) مولینا ظہیر الدین لنگ کہرامی
(۶) قاضی مغیث الدین بیانوی۔ (۷) مولینا رکن الدین شنامی (۸) مولینا
تاج الدین کلاہی۔ (۹) مولینا ظہیر الدین جھکڑی (۱۰) قاضی محی الدین کاشانی
(۱۱) مولینا کمال الدین کولی علیگڈھ (۱۲) مولینا وجیہ الدین پائیلی (۱۳)
مولینا منہاج الدین قابنی (۱۴) مولینا نظام کلاہی (۱۵) مولانا نصیر الدین کرڈا۔
(۱۶) مولینا نصیر الدین صابونی (۱۷) مولینا علاء الدین تاجر (۱۸) مولانا کریم
الدین جوہری (۱۹) مولانا حجت ملتانی قدیم (۲۰) مولینا حمید الدین مخلص (۲۱)
مولینا برہان الدین بہکری (۲۲) مولینا افتخار الدین برنی۔ (۲۳) مولانا حسام
الدین سرخ۔ (۲۴) مولانا وحید الدین ملہو (۲۵) مولینا علاء الدین کرک (۲۶)
مولینا حسام الدین شادی (۲۷) مولینا حمید الدین بنیالی (۲۸) مولینا شہاب
الدین ملتانی (۲۹) مولینا فخر الدین ہانسوی (۳۰) مولینا فخر الدین سنقاقل۔
(۳۱) مولانا صلاح الدین ستبرکی (۳۲) قاضی زین الدین ناقلہ (۳۳)

مولینا وجیہہ الدین رازی (۳۰) مولینا علاء الدین صدر الشریعۃ (۳۱) مولینا میران مارتیکہ (۳۲) مولینا نجیب الدین ساوی (۳۳) مولینا شمس الدین تحم (۳۸) مولینا صدر الدین گندہک (۳۹) مولینا علاء الدین لاہوری (۴۰) مولینا شمس الدین (۴۱) قاضی شمس الدین گاذرونی (۴۲) مولینا صدر الدین تاوی (۴۳) مولینا افتخار الدین رازی (۴۴) مولینا معز الدین الجینی (۴۵) مولینا معین الدین لونی (۴۶) مولینا نجم الدین انتشار ۔

تتمہ ب

مختصر حالات امرائے دربار علائی مشاہیر عہد علائی

بہ ترتیب حروف تہجی

(۱) ملک اباجی یہ اباجی اُن نمک حرام امرائے جلالی سے تھا جو سلطان علاء الدین کے مقابلے کے واسطے دربار دلی سے روانہ کئے گئے تھے بجائے اسکے کہ دشمن سے لڑتے بلند شہر میں یا بلند شہر اور دلی کے راستہ میں اس سے جاکر مل گئے ۔ عہد جلالی میں یہ عہدہ اخور بیگی پر ممتاز تھا سنہ ۶۹۶ ہجری نبوی کے آخر میں تمام گھر بار بحکم سلطانی سے ضبط ہوگیا ۔ اور اسکو اندھا کر کے قید کر دیا گیا ۔ آخرکار قید ہی میں چند روز ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرگیا ۔

(۲) اختیار الدین ہود ۔ یکا ہنگ نعمت پروردہ اور قاتل سلطان شہید جلال الدین فیروز شاہ خلجی تھا ۔ جب بادشاہ محمود بن سالم کے ہاتھ سے زخمی ہو کر کشتی کی طرف بھاگا ۔ محسن کش نے اسکا تعاقب کیا ۔ اور اس سے پہلے کہ بادشاہ کشتی تک پہنچے اسکو زمین پر گرا دیا اور سر تن سے جدا کیا ۔ عذاب آخرت کا حال بجز عالم غیب کے کوئی نہیں جان سکتا تھا ۔ لیکن دنیا میں جو سزا اس جرم عظیم کی اُسے ملی وہ یہ تھی ۔ کہ چند روز کے بعد ہی متاع ہوش و حواس کو ہاتھ سے کھو بیٹھا ۔ اور مرنے سے کئی ہفتے پہلے یہی چلا چلا کر کہتا تھا کہ جلال الدین فیروز شاہ شمشیر برہنہ لئے کھڑا ہے اور میرا سر اتارنا چاہتا ہے آخر الامر ایک دن یہی

کہتے کہتے مردود فاضل جہنم ہوا۔

عـــ امیر ارسلان - مورخین عہد علائی سے ہی اس علامہ دہر کا یہ حال تھا کہ کتب تواریخ نوک زبان پر تھیں سلاطین ماضیہ کا اگر بادشاہ کوئی حال دریافت کرتا ہے فوراً اسکو اس وضاحت اور بلاغت کے ساتھ صاف طور پر بیان کرتا کہ سننے والوں کو حیرت ہوتی تھی - الغرض علم تواریخ میں مہارت کمال رکھتا تھا۔ اور اپنے زمانہ میں یکتا ئے روزگار اور استاد عصر تھا اس فاضل کامل نے سلطان جلال الدین فیروز شاہ کے عہد میں بھی نہایت عزت و آبرو کے ساتھ بسر کی - اور دور علائی میں بھی معزز و ممتاز رہا۔

سہ شاہزادہ ارکلیخاں - سلطان جلال الدین شہید کا منجھلا بیٹا شجاعت و مردانگی میں بے نظیر تھا - نیک دل کریم النفس سلطان جب کسی امیر پر خفا ہوتا - تو اسکو اپنے بیٹے کا نام لیکر ڈرایا کرتا تھا اور کہتا دیکھو اگر ارکلیخاں کو کہیں یہ خبر ہو گئی - کہ تمہارا میرے ساتھ کیسا برتاؤ ہے تو بس جان کی خیر نہیں تمہارا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹا دیگا واقعہ سیدی مولی کے بعد جب بادشاہ نے قلعہ رنتھنبور پر لشکر کشی کی تو اسکو اپنا ولیعہد بنایا چھتر سائبان اور دیگر لوازمات سلطانی عطا فرماکر پائے تخت دلی میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اس کی شہادت پر ماں نے جب چھوٹے بیٹے قدر خاں کو رکن الدین ابراہیم کے لقب سے تخت پر بٹھایا - یہ اسوقت ملتان میں تھا - بباعث خونریزی - خیال تاج وتخت سے درگزرا - اور اپنی ہی حالت پر قانع اور قائم رہا۔

ملکہ جہاں نے جب ادھر تمام امرائے دربار کو نئے اور نوجوان سلطان سے منحرف اور دشمن سے ملتے ہوئے دیکھا - ادھر سلطان علاؤالدین خلجی کی دارالامارت پر فوج کشی کی خبر سنی - اسکو ملتان سے طلب کیا اور فرمایا - میں عورت ذات ناقص العقل ہوں - مجھ سے سخت غلطی ہوئی - جو میں نے چھوٹے کو تخت سلطنت پر جو فی الحقیقت تمہارا حق تھا - بٹھا دیا اور اس مجہولی خطا سے درگذر

ورز اپنا حق فرمانروائی کو پہنچ اور خاندان کی عزت و آبرو کو جو اس وقت تیرے
نہ ہے بچالے اگر تو نے اس امر میں تساہل اور غفلت کو کام فرمایا تو بدبخت
علاؤالدین ہمارا نام و نشان دنیا کے پردہ سے نیست و نابود کر دیگا اور یاد
رکھ کہ تجھکو بھی تیرے باپ کے پاس پہنچا دیگا - قدر خان کی طرف سے دل میں
کچھ خیال نہ لا - وہ تیرے تابع فرمان ہوکر رہیگا و مثل غلاماں دیگر خدمت گزاری
سے سر نہ پھیریگا - خدا را بسبیل ڈاک دلی چلا آ یا اور مظلوموں کی کشتی کو
نے والے طوفان سے بچالے :۔

کتاب زمانہ کا ورق پلٹ چکا تھا - وہ عقلمند اپنی ماں کے بلانے پر نہ آیا اور
ر معذرت میں لکھا - جام لب ریز ہوگیا ہے ایک قطرہ کی بھی گنجایش نہیں - میرا
یسی حالت میں آنا جبکہ لشکر اور امرائے دربار دونوں اُکے دونوں دشمن سے جا ملے
ں کیا نفع بخش ثابت ہو سکتا ہے :۔

سر چشمہ شاید گرفتن بمیل چو پر شد نشاید گزشتن بہ پیل

اصل تو یہ ہے کہ خود کردہ را علاجے نیست - جو اُس نے لکھا وہی سبب تھا۔
۶۹ سنہ ہجری میں ملتان کی لڑائی کے بعد جیسا کہ اصل کتاب میں ذکر آچکا ہے
سکے ساتھ عہد شکنی کی گئی یعنی اول تو بجائے شرائط جو صلح کے وقت کی گئی تھیں
سکے دونوں لخت جگر اور نور البصر کو اسی کے سامنے قتل کیا گیا - پھر اسے اندھا کرکے
ادم مرگ قلعہ ہانسی میں اسکے بھائی اور دیگر عزیزوں کے ساتھ قید رکھا۔
اس شہزادہ کا جدی سلسلہ خاندان شمسی
سے ملتا ہے اور سلطان غیاث الدین بلبن کا نواسہ تھا - جسطرح خاندان
غلیہ کے آخری زمانہ میں شہزادوں کو جا لعالم کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے - اسی
طرح اس زمانہ میں بادشاہ زادوں کو خداوندزادہ کہا کرتے تھے - عوام میں اسکی
حیثیت ایک شاہزادہ کے بہت عزت و توقیر کی جاتی تھی - مطبخ سلطانی کا افسر
اعلیٰ اور سلطان علاؤالدین کے ندیموں میں تھا - شیرین کلامی اور خوش بیانی
میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔

یہ شخص بڑا مدبر گزرا ہے - اپنے باپ عمدۃ الملک خواجہ علاء دبیر کے بعد دیوان انشا کو اسی کی ذات سے عزت حاصل تھی اور جو کمیٹی قوانین و ضوابط کے مرتب کرنے کے لئے منعقد ہوئی تھی - اس کا رکن اعظم بھی ہوتا تھا لیکن آخر دور علائی میں اپنے بھائی ملک حمید الدین نائب وکیلدر نازی کے ساتھ ہی بادشاہ نے بلا وجہ اسکو بھی خدمت سے معزول کر دیا اور عمر کا آخری حصہ اسی حالت میں بسر ہوا ٭

(نبیرۂ چنگیز خان) ۶۹۱ھ میں جب مغل ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تو پہلے ہی لڑائی میں سلطان فیروز شاہ خلجی سے شکست کھائی اور لڑائی میں چند امرائے مغل اور امیران صدہ جو انکے ساتھ تھے - گرفتار ہوئے دوسری لڑائی کی نوبت نہ آئی - بلکہ صلح ہو گئی - شرائط صلح عجیب و غریب تھیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ سپہ سالار اعظم مغل عبداللہ خان نام آئے - اور بادشاہ بھی اس مقام پر کچھ فاصلہ سے کھڑا ہو - وہ سن رسیدہ سلطان کو باپ کے نام سے پکارے اور یہ اُسے بیٹے کے نام سے مخاطب کرے ٭

الغرض صلح کے بعد الغو خان جو ہندوستان پر اسی لشکر کے ساتھ چڑھ کر آیا تھا - مع کئی ہزار مغلوں کے جنکے ہمراہ انکی عورتیں بھی تھیں بادشاہ سے مل گیا - اور مسلمان ہو گیا - سلطان نے اسے اپنی فرزندی میں قبول فرمانے کا شرف بخشا یعنی چھوٹی شاہزادی اسکے ساتھ منسوب کر دی اسکے ہمراہی نئی اور پرانی دلی کے درمیان غیاث پور کے قریب جہاں حضرت سلطان المشائخ محمد نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کا مزار مقدس ہے - ایک نئی بستی بسا کر رہنے لگے اور اس آبادی کا نام بھی مغل پورہ رکھا ٭

یہ لوگ نو مسلم کہلاتے تھے اس زمانہ کے تاریخوں میں جس کسی جگہ نو مسلم کا نام آیا ہے وہاں انہیں اشخاص اور انکے اولاد سے مراد ہوتی ہے ٭

دو تین سال کے بعد نصف سے زاید بوجہ ناموافقت آب و ہوا اپنے وطن کو واپس چلے گئے - اور جو یہاں رہے وہ ایسے گھل مل گئے کہ دلی والوں میں رشتہ

بھی کرنے لگے ؛
۶۹۶ہجری میں سلطان علاؤالدین نے اپنی ہم زلف کو بھی اندھا کرکے اکو خسرپورہ شاہزادہ ارکلیخاں وغیرہ کے ساتھ قلعہ ہانسی میں بھیجدیا۔ جہاں وہ اسی قید میں گھل گھل کر اپنے موت مرگیا ایک روایت یہ بھی ہے کہ چندروز کے بعد سلطان نے اسے قتل کرا دیا۔ واللہ عالم بالصواب ؛
عـ۹ ملک امیر علی دیوانہ ملک امیر کلاں۔ یہ دونوں اُن نمکحرام امرائے جلالی سے تھے جو اپنے آقا اور ولی نعمت زادہ سلطان رکن الدین سے باغی ہوکر بلند شہر میں لشکر علائی سے جا ملے۔ مگر چو عتاب شاہی سنہ جلوس علائی میں نمک حرام امرائے جلالی پر نازل ہوا۔ اس سے یہ بھی اپنے جان و مال کو نہ بچا سکے

حرف ت

عـ۱۰ مولانا بدرالدین پھوکھودی۔ یہ بزرگ گاہے گاہے ایک دو مہینے کے لئے اودھ سے چلکر دلی آیا کرتے۔ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ وعظ اکثر بیان فرماتے تھے۔ ان کے وعظ میں کسی قسم کے تصنع کو دخل نہ تھا۔ اور خوبی یہ کہ اس سادگی پر بھی سامعین کے دلوں پر جو تعداد میں ہزاروں ہوتے تھے۔ وہ اثر ہوتا تھا۔ کہ بیان سے باہر۔ کوئی متنفس کیسا ہی شقی القلب کیوں نہ ہو۔ بغیر روئے نہ رہتا تھا مجلس وعظ کے ہر گوشہ سے گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوتی تھیں جس سے مجلس اور بھی گرم ہوجاتی تھی۔ اور اس سے محفل کا رنگ جم جاتا تھا۔ حق تو یہ کہ کلام میں عجب تاثیر پائی تھی۔ مزار آپکا اودھ میں ہے ؛
عـ۱۱ مولینا بدرالدین دمشقی۔ جالینوس زماں۔ بقراط دوران مولینا بدرالدین نام۔ دمشق کے رہنے والے اللہ اللہ وہ بھی کیا زمانہ تھا۔ کہ دمشق و بغداد موصل وغیرہ سے لوگ دلی میں آ آکر نام پاتے تھے۔ یہ بزرگ بھی انہیں اشخاص سے تھے صاحب موصوف کو باری تعالےٰ نے علم طب میں کچھ ایسی دسترس عطا فرمائی تھی کہ یہ مرض ہے۔ یہ اس کے اسباب اور یہ دفعیہ بڑے بڑے شہر کے طبیب اُن

سے کتب طب کا مطالعہ کیا کرتے تھے - اور برسوں اُن کے پاس مطب کرتے رہے ؂
بعض شوخ طبع آدمیوں نے اُن کا امتحان اس طرح کئی مرتبہ لیا کہ آدمی گھوڑے -
گدھے وغیرہ کا پیشاب ایک شیشہ میں ملا کر لے گئے وہ دیکھتے ہی مسکرائے اور فوراً بتا
دیا کہ فلاں فلاں جانور کا پیشاب ہے بعض مرتبہ کیا کہ ایک ہی جانور کا پیشاب قارورہ
میں لیکر پہنچے - دیکھتے ہی نسخہ لکھنا شروع کیا - اِدھر یہ اس خیال میں ہوتے کہ نسخہ
حکیم صاحب لکھ چکیں تو مضحکہ اڑائیں - لیکن جب نسخہ ہاتھ میں آیا - تو خود شرم سے
پانی پانی ہو جاتے - یعنے بجائے گل بنفشہ اور گاؤزبان وغیرہ کے گھوڑے کے
مسالہ کے اجزا موجود - اور اوزان جو دیکھئے تو ماشوں کا کہیں پتہ نہیں بلکہ چھٹا
ہوتیں آخرکار اپنا سا منہ لیکر رہجاتے تمام عصر علائی میں ان بزرگ کا چشمہ فیض
عام جاری رہا - عوام و خواص میں نہایت محبت عزت اور رفعت کی نگاہ
سے دیکھے جاتے تھے ؂

ع۱۲ ملک بہاءالدین دبیر - ایک ناقص العقل اور ناتجربہ کار شخص تھا -
عہد علائی میں سلطان نے اسے عہدہ وزارت سے سرفراز فرمایا جس سے حقیقتاً
اسکی تو کچھ عزت نہ بڑھی بلکہ اس نالائق شخص سے ایک حد تک عہدہ عمدۃ الملک
کی بے عزتی ہوگئی ؂

ف

ع۱۳ ملک تاج الدین جعفر - سادات عظام خنجر سے تھے سلطان علاءالدین
قطب الدین مبارک شاہ اور سلطان غیاث الدین محمد تغلق - ان تینوں
بادشاہوں کے دربار میں اپنی عمر بنایت عزت و آبرو کے ساتھ بسر کی ہر عہد میں
نیک نام رہے - کار خیر میں بہت حصہ لیتے تھے - اور اپنی دولت کا ایک معقول
حصہ بیدریغ اسی میں صرف کرتے تھے ؂

ع۱۴ سید السادات خواجہ تاج الدین رحمۃ اللہ خلف شیخ الاسلام قطب الدین
بن سید اعزالدین آپ سادات بدایوں سے تھے - سالہا سال قصبات
اودھ کو آپ کے قدموں کی برکت سے زیب و زینت حاصل رہی علاءالدین

خلجی نے جو کہ اہل کمال کا قدر دان نہ تھا۔ بلا وجہ انکو قضات صوبہ اودھ سے معزول کرکے بدایوں کا قاضی مقرر کیا اگر آپ کی کشف وکرامات کا مجملاً بھی ذکر کیا جائے تو ایک رسالہ تیار ہو۔ اس چھوٹی سی کتاب میں آپ کے فضائل جو تعداد میں بیشمار ہیں۔ کہاں سما سکتے ہیں مختصر یہ کہ چند خاصانِ خدا اور مقبولان بارگاہ ایزدی نے جب مخبر صادق حضرت پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب میں زیارت کی تو انکی شکل میں دیکھا مکارم اخلاق اور اوصاف بزرگی بیان سے باہر ہیں میری کیا مجال کہ اُن کا شمہ برابر بھی لکھ سکوں مرقد پر نور کا حال خاکسار کو کسی معتبر کتاب سے معلوم نہ ہو سکا جسکے تحریر سے قاصر رہا ؏

۱۵ ملک تاج الدین عراقی۔ سپہ سالار امیر داد لشکر اور ندمائے علائی میں سے تھا اعلےٰ درجہ کا تاریخ دان فصاحت وبلاغت میں بے مثل پاس وضع کا نہایت خیال رکھتا تھا۔ باشندگان شہر کے دلوں میں اسکے نہایت وقعت تھی۔ امرائے دربار علائی ہی میں نہیں بلکہ تمام شہر میں اسکے برابر کوئی نیک نام نہ تھا۔ اسکے مرنے کے بعد بیٹے نے اسکی جگہ سنبھالی۔ اور باپ سے کسیطرح کم اپنے آپ کو ثابت نہ کیا جس کا حال آگے آئیگا ؏

۱۶ ملک تاج الدین کوچی ؏ یہ بدگوہر بھی اُنہی نمکحرام امرائے جلالی سے تھا جنکو سلطان رکن الدین ابراہیم نے دربار سے ظفر خاں اور علاؤ الدین کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ اور بلند شہر میں دشمن سے جاکر مل گئے ہزارہا اشرفیاں لطور انعام رشوت میں پائیں۔ ملتان کے مہم پر بھی لشکر علائی کے ساتھ اپنے آقا اور ولی نعمت زادوں پر چڑھکر گئے۔ سب کچھ ہوا مگر اس دار مکافات میں انکو یہیں کا بدلہ یہیں ملگیا۔ یعنے ۲؁ جلوس علائی میں جو سزا نمک حرام اُمرائے جلالی کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ اور جس کا مفصل ذکر حسب موقعہ آچکا ہے اسکے یہ بھی شکار ہوئے۔ اور اپنی ناپاک ہستی کو قہر سلطانی سے بچا نہ سکے ؏

ج

۱۷ ملک امیر جمالی خلجی پدر قدر خاں یہ شخص وفادار اور نمک حلال امرائے
جلالی سے تھا۔ آخر وقت تک اپنے آقا سے نہ پھرا۔ سلطان علاء الدین کے نظر
نہایت وقعت رکھتا تھا۔ اور کوئی کیوں نہ عزت کرے وہ جوہر ہی ایسا تھا
تھا۔ مرتے دم تک نہایت عزت و حرمت اور جاہ و حشمت کے ساتھ زندگی بسر کی
۱۸ سید ملک جلال سید جمال الدین ؛ یہ دونوں بزرگ بھی دربار علائی کے رکن
اور صحیح النسب سادات خنجر سے تھے کتب تواریخ کو بہت کچھ الٹا پلٹا کہ ان کے کچھ
زیادہ حالات معلوم ہوں لیکن بے سود۔ آج وہ تمام واقعات جو ان کے ساتھ
وابستہ ہونگے۔ ایک تاریک غار لاعلمی میں ہیں ۔ اور تاریخ سوائے اُن کے
حسب نسب اور وطن کے کسی دوسری چیز پر روشنی نہیں ڈالتی ؛
۱۹ مولینا قادری جمال الدین شاطبی ابراہیم فرشتہ اپنے تذکرہ گلشن
ابراہیمی میں لکھتا ہے کہ مولینا موصوف نے جو مہارت علم قرات میں پیدا
کی تھی وہ محتاج بیان نہیں اس علم میں انکا ایک رسالہ شہرہ آفاق اور موصوف
کی اعلے درجہ کی قابلیت کا شاہد ہے۔
۲۰ مولینا جلال الدین حسام درویش آپ حضرت خواجہ رکن الدین علیہ رحمۃ
اللہ ملتانی کے خلیفہ اور عہد علائی کے نہایت مشہور واعظین میں سے ہیں آپ
طریقہ تذکیر یہ تھا۔ کہ اثنائے وعظ میں موثر نظم بھی پڑھتے جاتے اور ساتھ کے
ساتھ ہی بے انتہا ظرائف بھی بیان فرماتے جاتے تھے مگر تذکیر میں طریقہ خوف و
خشیت کی رعایت کو بھی نظر انداز نہ کرتے تھے۔ سامعین کی تعداد ہزار روز
ہوتی تھی۔ ؛
۲۱ قاضی جلال الدین تواجی۔ قاضی صدر الدین عارف کے بعد قاضی ممالک
کے عہدہ پر ممتاز ہوا۔ لیکن فضلاء عصر اور علماء دہر سے نہ تھا نہ کوئی نئی با
تصنیفات میں اس کے زمانہ میں پیدا ہوئی۔ بدین وجہ تاریخ میں اسکا برائے نام
۲۲ ملک جھجو۔ اصل نام تو معلوم نہ ہوسکا۔ لیکن ہاں اتنا ضرور تحقیق ہے کہ
ملک جھجو نہیں جو سلطان غیاث الدین بلبن کا بھتیجا تھا۔ بلکہ یہ ملک نصر

جلیسری الخی ملقب بہ نصرت خاں وزیر سلطنت کا بھتیجا اور اسکے بھائی اعزالدین تاججاوری کی بغاوت میں مارا گیا بیٹا ہے ایک قابل ذکر تاریخی واقعہ جو اسکے ساتھ وابستہ ہے وہ یہ ہے کہ ملک فخرالدین جونا دادبک کے ساتھ پہلے مرتبہ مہم ورنگل پر گیا۔ اور بے نیل مرام واپس آیا ؞

چ

عـ۲۳ ملک چیپ۔ نام میں مورخین کو اختلاف ہے مصنف لب التواریخ صرف ملک احمد جبیب لکھتا ہے اور خواجہ ضیاء برنی جو ہمعصر ہیں ملک احمد چپ تحریر فرماتے ہیں۔ اور یہی درست معلوم ہوتا ہے واقعات کے لحاظ سے یہ تینوں نام ایک ہی شخص کے پائے جاتے ہیں۔ اس صورت میں جو نام اسکا ایک ہمعصر لکھے وہی قابل اعتبار ہوسکتا ہے ؞

یہ سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کا حقیقی بھانجہ تھا۔ سنہ جلوس جلالی میں نائب باربک ہوا۔ چندمدت نائب امیر حاجب بھی رہا اور آخر عہد جلالی میں سلطان نے عمدۃ الملک بناکر سرفراز فرمایا۔

اعلےٰ درجہ کا مدبر اور رائے زنی میں یکتائے دہر تھا۔ ملتان سے شہزادگان سلطان شہید کے ساتھ پکڑا ہوا آیا اور ۶۹۶ھ ہجری میں سلطان علاؤالدین کے حکم سے قلعہ ہانسی میں اندھا کرکے قید کردیا گیا۔ جہاں وہ تھوڑے دنوں کے بعد اپنی موت مرگیا۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ حکم سلطانی سے قتل کردیا گیا واللہ اعلم بالصواب ؞

ح

عـ۲۴ مولینا حمید الدین قرآن خواں۔ پسر مولینا عماد الدین حسام درویش قرآن خوانی میں آپکا وہ رتبہ تھا۔ کہ برسوں کیا صدیوں کوئی شخص اس پایہ کا پیدا نہیں ہوا۔ گا۔ ماشاء اللہ وہ پایا تھا۔ کہ غیر مذاہب کے لوگ گھنٹوں نہایت ذوق وشوق کے ساتھ کھڑے کھڑے سنا کرتے تھے ؞

عـ۲۵ حمید الدین الخی ملقب بہ ملک التجار حمید ملتانی۔ اصل کے حسب نسب کا تو یہ

یہ کیفیت ہوئی کہ ایک گمنام غلام بچہ تھا مولینا قاضی ضیاء الدین بیانوی کے بعد صدر جہاں ہو گیا اور آخر عہد علائی تک رہا یہ پہلا شخص تھا۔ جسکے صدر جہاں مقرر کرنے میں سلطان نے اس عہدہ کی خاص اور نہایت ہی ضروری دو لوازم شرطوں یعنے اتقا اور علم کو بالکل نظر انداز کر دیا اور بعد ازاں صدر جہاں بنانے میں بادشاہ نے چنداں رعایت ان خصوصیات ضروری کی نہ رکھی ہو

۲۶ خواجہ حاجی نائب ممالک عرض ہو اصل نام تو کسی تاریخ سے معلوم نہ ہو سکا خدا جانے کیا ہو گا۔ مگر اخلاق و عادات نظم و نسق اور اسکے کارنامے ہر تاریخ میں نہ جمیل سلیم النفس اور نیک ذات تھا۔ دکن کے ہر مہم میں ملک کافور ہزار دیناری کا برائے نام مشیر اعلیٰ اور در اصل مختار کل رہا۔ مدبران عظام اور ارکین اعلیٰ سے صرف یہی ایک شخص تھا جو آخر وقت تک سلطان علاؤالدین خلجی کی بدظنی سے بچا رہا۔ اسی کا دم تھا۔ کہ دیوان عرض میں بادشاہ کے آخر دم تک کسی قسم کی بدظنی نے جگہ نہ پائی۔ یہ خود بھی سلطان کی وفات کے بعد اپنے مرنے تک سلطان غیاث الدین محمد تغلق کے زمانے میں نہایت عزت و حرمت کے ساتھ بسر کرتا رہا۔ اور ہر طرح سے اپنے آپکو سلطنت اور قوم کا ایک اعلےٰ بہی خواہ زمانہ کے نظروں میں ثابت کیا ہو

۲۷ ملک الکلام سعدی ثانی خواجہ حسن سنجری رحمۃ اللہ دہلوی ہو خواجہ میر حسن علاء سنجری دہلوی۔ خواجہ زادگان دلی سے ہیں اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کے مریدان خاص سے تھے۔ اپنے پیر کے خدمت بابرکت کی شرفیابی کا حال مورخین نے اس طرح لکھا ہے کہ ایک دن سلطان جی کا چند مریدوں کے ساتھ بازار میں گذر ہوا۔ حضرت امیر خسرو بھی ہمرکاب تھے۔ خواجہ حسن فضل و کمال کے ساتھ حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھے۔ ایک نانبائی کی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت امیر کی نظر ان پر پڑی۔ صورت زیبا حرکات موزوں و دلربا دیکھکر بے اختیار دوکان پر تشریف لیجا کر خواجہ حسن سے دریافت کیا کہ نان کیونکر فروخت کرتے ہو۔ آپنے جواب دیا۔ نان در پلۂ ترازو مے نہم و ابہں سودا رائے فرمائم تا از پلۂ دیگر گندا ہد ہر گاہ از گران تر نے آید مشتری را ہوا گنم امیر خسرو علیہ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اگر خریدار مفلس بود

جواب دیا۔ درد و نیاز لیتے نیز بروئے کرم۔ امیر خسرو رح خواجہ حسن رح کے کلام سے بہت متحیر ہوئے اور تمام سرگذشت شیخ سے گوش گزار کی آپ سنکر خاموش ہوگئے اور کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ حضرت خواجہ حسن کے درد طلب دامنگیر ہوا سب چھوڑ چھاڑ خانقاہ میں آحاضر ہوئے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ کسی حال میں مردان خدا کی ایک نظر بھی بیکار نہیں جاتی ؎

آنرا کہ بدانیم او قابل عشق است رمزے بنمائیم و دلش را بربائیم

چند ہی یوم میں امیر خسرو اور خواجہ میر حسن میں محبت اسقدر ہوگئی کہ گویا عشق کے درجہ تک پہنچ گئی حسب اتفاق دونوں سلطان غیاث الدین بلبن کے نوکر ہوگئے۔ جب پہلی مرتبہ بادشاہ نے اپنے بڑے بیٹے سلطان محمد قاآن کو ملتان دیپالپور سندھ وغیرہ کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا حضرت امیر کو مصحف دار اور خواجہ کو دوات دار مقرر کر کے اسکے ہمرکاب بھیجا ہے جب کبھی سلطان محمد قاآن جس کا لقب شہادت کے بعد خان شہید ہوا دہلی نہیں بلکہ ایک عرصہ تک ہر ایک ولی عہد جو ملتان کا صوبہ دار ہوتا تھا۔ خان شہید کے لقب سے ہی ملقب ہوتا رہا دلی آتا یہ دونوں بزرگ بھی اسکے ہمراہ دارالامارت میں آتے اور شاہزادہ کی خدمت سے فارغ ہو کر باقی وقت اپنے پیر کی ملازمت میں صرف کرتے رفتہ رفتہ ان دونوں بزرگوں کے عشق نے شہرت عام اختیار کی اور اسکے ساتھ عوام نے بھی انگشت نمائی پر کمر باندھی ابوالقاسم ہندوشاہ لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت امیر خسرو نے ایک غزل لکھی جسکا مقطع یہ ہے ؎

زیں دل خود کام کارِ من برسوائی کشید
خسروا فرمان دل بردن نہیں بار آورد

اس پر اہل غرض نے جنکے ناپاک وجود سے کوئی زمانہ خالی نہیں۔ اور جو ایسے موقعوں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں آخر کار سلطان محمد قاآن سے عرض کیا کہ ایسے مشتبہ آدمی ہرگز ہرگز بادشاہوں کے خدمت کے لائق نہیں۔ بہتر ہو کہ برطرف کر دیا جائے۔ خان شہید یہ تو نہ کر سکا کیونکہ خواجہ میر حسن کی ذاتی خوبیاں اس کے

دل میں جگہ کر چکی تھیں - مگر ہاں اتنا ضرور کیا کہ از روئے مصلحت خواجہ کو امیر صاحب
کی مصاحبت اور اختلاط سے منع فرمایا - مگر یہاں تو کسی اور ہی رنگ میں رنگے ہوئے
تھے عشق کے آگے بادشاہ یا شاہزادہ کی کون سنتا ہے الغرض ولیعہد کا منع کرنا کچھ
سودمند نہ ہوا اس پر یار لوگوں کی بن آئی - اور کچھ ایسی لگائی بجھائی کہ شہزادہ بہت
برافروختہ ہوا - اور خواجہ میر حسن کے چند دُرّے لگائے - مگر ولیعہد کا یہ طرز عمل
بھی کارگر نہیں ہوا وہ جب درگاہ سلطانی سے باہر آئے خانہ یار کا راستہ لیا مجبر چھپے
ہوئے تھے فوراً سلطان محمد قاآن کو اس کی خبر ہوئی - سخت تعجب کیا کہ معاملہ کیا ہے
حاضرین مجلس سے ایک تمام حقیقت حال سے آگاہ تھا غرض کیا ان دونوں کا عشق
مجازی عشق حقیقی سے مبدل ہو گیا ہے خان شہید نے معاً ایک آدمی امیر صاحب
کے بلانے کو بھیجا جسوقت آپ تشریف لائے - شہزادہ نے دریافت فرمایا تمہاری محبت
کیسی ہے آپنے جواب دیا کہ ہمارے درمیان سے دوئی کا پردہ اٹھ گیا ہے اور ہم
دونوں ایک جان دو قالب ہو گئے ہیں ولیعہد نے کہا کہ کوئی گواہ ہے امیر خسرو نے فر
مصرعہ گواہ عاشق صادق در آستین باشد ؛ بعد ازاں اپنی آستین چڑھائی سلطان
محمد قاآن یہ دیکھکر کہ جس مقام پر خواجہ حسن کے دُرّے لگائے تھے خاص اسی جگہ
آپکے بھی نشان ہیں دم بخود رہ گیا - امیر صاحب نے فوراً یہ رباعی پڑھی ؛

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست ؛ تا کرد مرا تہی و پُر کرد ز دوست ؛
اجزائے وجودم ہمہ دوست گرفت ؛ نامیست مرا بر من باقی ہمہ اوست ؛

اس موقعہ پر دونوں نے خدمت سے استعفاء دینا چاہا لیکن خان شہید نے منظور
کیا اور خواجہ میر حسن علائی سنجری سے اُلٹی معافی مانگی ؛

خواجہ ضیاء برنی لکھتے ہیں کہ میں امیر خسرو اور میر حسن کے ساتھ برسوں
اس طرح رہا ہوں کہ اگر ہم سے کوئی ایک گھڑی کو جدا ہو جاتا تو دوسرے بیچین ہو جاتے
میر حسن اوصاف ستودہ اور اخلاق حمیدہ سے متصف بے انتہا شیریں کلام
بے مثل ظریف - خوش باش - خوش مزاج - نہایت مہذب - آداب مجلس اور علم
مجلسی سے کما حقہ واقفیت رکھنے والے تھے - اور بغیر لوازمات دنیوی کے ایسا خوش

"گزران کرنے والا - میں نے کسی کو نہیں دیکھا"

خواجہ میر حسن سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے ندیموں میں سے تھے - اور بادشاہ آپ کو نہایت عزیز رکھتا تھا - لیکن سلطان علاو الدین کو جہان اور کسی اہل کمال کا خیال نہ تھا - وہاں انکی کچھ قدر و منزلت نہ کی ؛

شاعری میں یہ پایہ ہے کہ سعدی ثانی اور سعدی ہند خطاب ہو گیا - پہلے پہل تو ان دونوں خطابات سے یاد کرتے تھے مگر سعدی دکھنی کے بعد سے سعدی ثانی ہی کہتے ہیں لیکن ایرانی ہمیشہ سے سعدی ثانی کے لقب سے یاد کرتے چلے آئے ہیں ؛

کئی ایرانی شاعروں مثلاً کمال الدین افندی وغیرہ نے آپکا تتبع کیا ہے -

تصانیف کا یہ حال ہے کہ کئی دیوان - صحائف نثر اور مثنویاں بیشمار تھیں - مگر آج نثر میں عام طور سے سوائے فوائد الفواد جو حضرت شیخ الاسلام سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے ملفوظات میں ہے اور کوئی نسخہ نہیں ملتا - یہ وہ کتاب ہے - جس کے مقبولیت کے لحاظ سے امیر خسرو علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ کاش خواجہ حسن یہ کتاب میرے نام کر دیتے اور میری تمام تصانیف اسکے معاوضہ میں لے لیتے نظم کی یہ کیفیت ہے کہ بجز ایک غزل کے جو دولت شاہ بن بختی شاہ سمرقندی کے تذکرہ میں ہے کوئی دوسری پوری غزل نہیں ملتی - دس بارہ گنتی کے شعر اور کسی غزل کے تین کسی غزل کے قوالوں کو اپنے باپ دادا کے میراث میں پہنچے ہیں - یا دو چار چار مختلف زمینوں کے اشعار کسی کسی تذکرہ میں ملتے ہیں عموماً یہ ایک ہی پوری غزل ہے جسکو ابراہیم لودھی صاحب تذکرہ مراۃ الخیال کیطرح دوسرے متاخرین نے دولت شاہ سمرقندی سے لیا ہے میں بھی تبرکاً اسی غزل کے چند دیگر ابیات درج کرتا ہوں وھو ہذا غزل

غزل

ساقیا مے دہ کہ ابرے خاست از چادر سفید ۔۔۔ سر دراسر سبز شد صد برگ را چادر سفید

بادہ در جام بلورین دہ مرا گر مے دہی ۔۔۔ خوب مے آید شراب لعل را ساغر سفید

ابر چوں چشم زلیخا بہر یوسف شد الہ یار ۔۔۔ ژالہا چوں دیدۂ یعقوب پیغمبر سفید

خلوت غار زا گفتم کزیں پردہ چہ بود گفت مہمان عزیز آمد کہ کردم در سفید
اے حسن اغیار را ہرگز نباشد طبع راست
راستیست ایں زاغ را ہرگز نباشد پر سفید

ابیات

بلکہ مے کشی بر قلب عشاق صف مخلوق را ہوے پسند است
چو گلہ دطبع برآئم صلاد ہم ہما را کہ از کرم نبود طرف بوستاں تنہا
گفتی کہ بخواب اندر جہاں باشوخ بکشت اما تو کجا آئی چوں خواب نے آید
حسن ایں چہ سوال است کہ معشوق تو کیست ایں سخن را چہ جواب است تو ہم میدانی
اے حسن توبہ آں زماں کردی کہ ترا قوت گناہ نماند

مناجات میں فرماتے ہیں :

دارم دلے غمیں بیامرز مپرس صد واقعہ درکمیں بیامرز مپرس
شرمندہ شوم اگر بپرسی اے علم اے اکرم الاکرمیں بیامرز مپرس

اس موقعہ میں حکیم عمر خیام کی ایک بے مثل رباعی یاد آئی معذرت اور استغفار جرائم میں کہتا ہے :

رباعی

ناکردہ گناہ در جہان جان کیست بگو
آں کس کہ گناہ نہ کرد چوں زیست بگو
من بد کنم وتو بد مکافات دہی پس فرق میان من و تو چیست بگو

ششمہ ہجری نبوی مطابق ۱۳ جلوس سلطان محمد شاہ تغلق میں آپ نے رحلت فرمائی اور دیوگیر میں اپنے پیر بھائی حضرت شیخ محمد برہان الدین غریب رحمہ اللہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ مخدوم اولیا آپکی تاریخ وفات ہے :

۲۸- ملک حمید الدین احمد نائب وکیلدر غازی تو پسر علاء الملک دبیر سلطان علاؤالدین خلجی نے اپنا لقب سکندر ثانی رکھا تھا چنانچہ اسی رعایت سے یہ دانائے زمانی اور حسن تدبیر میں دربار علائی اور نیز اپنے زمانہ کا ارسطالیس تھا :

اسی کے دم سے دیوان رسالت کو وہ زیب و زینت حاصل تھی کہ شاید و باید۔
چونکہ سلطنت علائی کو جو معراج کمال پر پہنچ گئی زوال آنا لازمی امر تھا اسباب زوال میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ بادشاہ نے چیدہ چیدہ مدبران دولت کو چن چن کر علیحدہ کر دیا۔ اسیطرح آخر دور علائی میں سلطان نے اپنی خودرائی اور کوتاہ اندیشی کو کام فرما کر بلا کسی قصور کے اسکو معزول کر دیا۔ ملک حمید الدین کے عمر کا آخری حصہ کس طرح گزرا اس کا تاریخ سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

خ

۲۹۔ خواجہ امیر خسرو صاحب قرآن الاقران خاتم الکلام فی آخر الزمان دُر دریائے معنوی خواجہ امیر خسرو دہلوی اعلی اللہ درجۃ فی اعلا علیین۔ اسم مبارک ابوالحسن والد بزرگوار امیر سیف الدین محمود امیر زادگان ہزارہ بلخ ولاچین سے تھے عہد چنگیزی میں ماوراءالنہر سے بھاگ کر ہندوستان کا رخ کیا۔ سلطان غیاث الدین بلبن کا زمانہ تھا۔ اسوقت تمام اسلامی ممالک سے قریباً پانچ سو شاہزادگان والاتبار اور امیران نامدار بے خانمان برباد کو جب ظلم چنگیز اور ہلاکو سے ساری دنیا میں پناہ نہ ملی تو اس بادشاہ ذی اقتدار کے دربار میں امان کے طالب ہو کر آئے۔ اور حسب مراتب عہدے خلعت ہائے فاخرہ اور جاگیریں پائیں امیر سیف الدین محمود بھی اس عام بخشش اور سلطانی عنایات سے محروم نہ رہے عماد الملک نے اپنی بیٹی سے نکاح کر دیا۔ چند سال بعد ۶۵۱ھ ہجری نبوی میں قصبہ مومن آباد معروف بہ پٹیالی میں امیر خسرو پیدا ہوئے۔ انکے والد ایک مجذوب کے پاس جو اسی قصبہ میں رہتے تھے لے گئے۔ اس نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا آوردی شخصے را کہ دو قدم از خاقانی پیش خواہد رفت۔ اس پیشین گوئی سے باپ کو نہایت خوشی ہوئی۔ اور انہیں اطمینان ہو گیا کہ مولود سعید بے انتہا نامی ہوگا۔ کی عمر ہوگی جب امیر سیف الدین مع دونوں بیٹوں اعزالدین علیشاہ اور حسام الدین امیر خسرو کو سلطان المشائخ حضرت خواجہ محمد نظام الدین اولیاء کی خدمت بابرکت میں لیکر حاضر ہوئے اور مرید کرایا ۶۵۷ھ ہجری میں حضرت امیر کے والد ماجد نے ۸۵ سال کی عمر میں شربت شہادت پیا۔ اور بڑا بیٹا

اعز الدین علیشاہ اپنے باپ کے بجائے اسی عہدہ پر مقرر ہوا سایہ پدری جب اٹھ گیا تو نانا نے جسکی عمر اسوقت ایک سو تیرہ سال کی تھی سر پر ہاتھ رکھا - اور تعلیم تربیت میں اس درجہ سعی سے کام لیا کہ عقل اور ذہانت خداداد کے ساتھ فضلاء و اساتذہ گذشتہ اور آئندہ الغرض امیر صاحب اختراع معانی و کثرت تصنیفات) اور کشف رموز غرایب وغیرہ میں سب پر سبقت لیگئے - آپ سے پہلے جو استاد گذرے ہیں نظم و نثر کے ایک دو فن میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے لیکن امیر خسرو تمام علوم و فنون میں ممتاز اور مستثنیٰ تھے - فن شاعری کے تمام شاخوں میں ایسے ماہر و بودہ اور استاد گذرے ہیں - کہ نہ ان سے پہلے کوئی ولیسا گزرا نہ آج تک پیدا ہوا اور نہ آئندہ غالباً ہوگا - آپکی تصنیف بیشمار ہیں - نظم و نثر میں کتب خانے کے کتب خانے تصنیف فرمائے ہیں - اور داد سخنوری دی ہے خواجہ سنائی امیر کی شان میں فرماتے ہیں ؎

بخدا ار بزیر چرخ کبود ٭٭ ہم چو او ہیچ گز نبود خواہد بود ٭٭ نو

ریاضت میں درجہ اعلیٰ رکھتے تھے - باوجود شغل امارت اور شاعری کی چالیس سال سے زاید صائم الدھر اور قائم اللیل رہے اور اپنی عمر کا دو حصہ عبادت اور قرآن خوانی میں گزرا شیخ السلام حضرت نظام الدین قدس سرہٗ کے مریدان خاص سے تھے - اپنے پیر سے بیحد محبت رکھتے تھے - خواجہ ضیا برنی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ایسا معتقد مرید جیسے کہ امیر خسرو ہے - میں نے کسی کو نہیں دیکھا - عشق محبت سے بہرہ ور صاحب وجد - صاحب سماع اور صاحب حال - تھے الغرض اللہ تعالیٰ نے اسے استاد کامل پیدا کیا ہے ؎

امیر خسرو پر سلطان جی دوسرے مریدوں کی نسبت کمال مہربانی و عنایت فرماتے تھے - اور اکثر زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کرتے - کہ روز قیامت ہر کس خواہند پرسید کہ چہ آوردی از من بپرسند - خواہم گفت کہ سوز سینہ این ترک را ... ایں ترک گند بخ شد

اس سوز ... شکوہ ... اولیا میں لکھا ہے کہ پیر امیر مبارک ...

سینہ پر سے ہٹا رہتا تھا۔

عقیدت جو امیر صاحب کو اپنے پیر سے تھی۔ کسی دوسرے شخص کو اس سے زیادہ ہونا تو درکنار اس کے برابر ہونا بھی ناممکن۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک دن شیخ رح کی خدمت میں سائل آیا۔ آنحضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ فی الحال کوئی چیز موجود نہیں ٹھہر جا۔ جو کہ آج کی فتوح ہو۔ وہ تیری۔ اتفاق ایسا پیش آیا۔ کہ وہ دن بالکل خالی گیا۔ ارشاد ہوا۔ کہ کل کا منتظر رہ۔ دوسرا دن بھی یونہی گزرا۔ الغرض جب اسی طرح تین چار دن گزر گئے تو آپ نے کفش مبارک سائل کو مرحمت فرمائیں اس نے نہایت اعتقاد کے ساتھ لیں۔ اور دل میں کہا کہ نصیب کھل گئے۔ معاً غیاث پور سے شہر کی طرف چلا۔ تاکہ دارالامارت میں جا کر مقدر آزمائے راستہ میں امیر خسرو جو سلطان کے پاس سے واپس آ رہے تھے۔ ملے۔ فراق پیر میں بیقرار تھے۔ ہر ایک راہگیر سے حال دریافت فرماتے چنانچہ آپ نے اس سے بھی دریافت فرمایا۔ کہ محبوب الٰہی کی کیا خبر ہے اس نے عرض کیا کہ میں خدمت سراپائے برکت سے ابھی ابھی رخصت ہو کر چلا آ رہا ہوں۔ سب خیریت ہے فرمایا کہ کوئی نشانی تیرے پاس ہے۔ جواب میں کفش مبارک پیش کیں۔ دریافت کیا کہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔ عرض کیا کہ بدیں غرض دلی لئے جا رہا ہوں۔ صلہ قصیدہ میں سلطان محمد تغلق نے پانچ لاکھ روپیہ اسی دن عطا کیا تھا۔ وہ ہمراہ تھا۔ سب کا سب فقیر کو دیدیا اور جوتیوں کو سر پر رکھ آستانہ پر حاضر ہوئے۔ سلطان جی دیکھتے ہی مسکرائے اور فرمایا۔ اے خسرو۔ ارزاں خریدی۔ ایک دفعہ پیر روشن ضمیر کی مدح لکھی اور بملاحظۂ اقدس سے گزرانی۔ شیخ رحمۃ اللہ نے بہت پسند فرمائی۔ اور فرمایا کہ اس کا کیا صلہ چاہتا ہے اس زمانہ میں شعر کا بہت ذوق و شوق تھا۔ عرض کیا کہ شیریں کلامی فرمایا۔ کہ چارپائی کے نیچے قند سے بھرا ہوا ایک طاس رکھا ہوا ہے اسے اٹھا لا۔ تھوڑا سا اس میں سے کھا اور باقی کو اپنے سر پر سے نثار کر۔ امیر خسرو فوراً حکم بجا لائے۔ اور اس دن کے بعد سے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہوئی کہ محتاج بیان نہیں

ایک دن سلطان جی نے فرمایا کہ اے ترک اصفہانیوں کے طرز میں شعر کہا

امیر علاء الدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر سے مولینا غلام علی آزاد بلگرامی
نقل کرتے ہیں کہ ارشاد مرشد کامل کی شرح یہ ہے - کہ کلام عشق انگیز اور زلف وخال آمیز ہونا چاہیئے - چنانچہ یہ رنگ غزلیات اور مثنویات میں اکثر جگہ جھلکتا ہے

امیر خسرو علیہ رحمۃ نے سات سلاطین خاندان شمسی - خلجی اور تغلق کا زمانہ دیکھا اور بجز ایک کے ہر بادشاہ کے دربار کے رکن اعلے رہے اول سلطان غیاث الدین بلبن عہد بلبنی میں جب مغلوں نے ہندوستان پر پے در پے حملے کرنے شروع کئے تو بادشاہ نے بڑے بیٹے سلطان محمد قاآن المشہور بہ خان شہید کو دیپالپور ملتان ور سندھ کا صوبہ دار مقرر کر کے روانہ کیا - اور بڑے بڑے جانباز سردار مدبر علما ور فضلا اسکے ساتھ کئے - انکے زمرہ میں مصحف داری کی خدمت پر پانچ سال تک میر صاحب ملتان میں ولیعہد کے ساتھ رہے ۶۸۴ھ ہجری نبوی میں جب مغلوں نے ہندوستان پر حملہ کیا - لاہور کے قریب لڑائی ہوئی - سردار لشکر یعنے سلطان محمد قاآن شہید ہوا - اور دشمن امیر خسرو کو گرفتار کر کے بلخ لیگئے ۶۸۶ھ ہجری میں قریباً دو سال کے بعد جب رہا ہو کر دربار میں حاضر ہوئے تو خان شہید کا مرثیہ پڑھا ایک شعر یہ ہے ؎

روز چوں باقی نبود آں آفتاب ملک را　　روزی چناں بود کاں آفتاب افتادہ شد

اسکے پڑھتے پڑھتے تمام دربار میں کہرام مچگیا - حاضرین دربار اس قدر ہائے ہائے کر کے روئے - کہ آسمان کو سر پر اٹھا لیا - آداب شاہی کا مطلقاً خیال نہ رہا خود سلطان بلبن جسکی پیشانی پر اس وقت بھی بل نہ پڑا تھا - جب اپنے لخت جگر کی شہادت کی خبر پائی تھی - اس وقت ایک بچہ کی طرح روتے روتے بیحال ہو گیا - اور اسی دن سے مرض الموت میں مبتلا ہوا ؎

دوم سلطان معز الدین کیقباد یعنے شمسیہ خاندان کے محمد شاہ کا مختصر زمانہ دیکھا - عہد معزی میں مثنوی قران السعدین لکھی گئی - اس مثنوی میں سلطان اور اسکے باپ بغرا خان بن بلبن حاکم لکھنوتی کی ملاقات کا ذکر ہے ؎

سوم سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے عہد حکومت میں آپکے

دربار میں بڑی قدر و منزلت تھی اس بادشاہ نے آپکو ٹیکہ سفید جو اس زمانہ میں گویا عزت افزاے کا آخری نشان تھا مرحمت فرمایا اور بارہا لاکھوں روپے اشرفیاں انعام میں پائیں ؏

چہارم عہد علائی - اس زمانہ میں مثنوی خضر خان و دیول دیوی موسوم بہ مثنوی عشقیہ امیر نے لکھی اور یہ وہ مثنوی ہے جس سے کہ شہزادی اور رانی کے سچے عشق کا پتہ چلتا ہے ؏

پنجم سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کا زمانہ دیکھا عہد قطبی میں مثنوی نہ سپہر اسی بادشاہ کے نام پر لکھی جسکے صلہ میں برابر وزن ہجتہ فیل سونا انعام میں پایا - عام ہاتھی کا وزن تین سو من پختہ بشاہجہانی ہوتا ہے خدا معلوم امیر خسرو کو جس ہاتھی سے وزن کر کے صلہ ملا تھا - اس کا وزن کیا ہوگا مگر یہ امر مسلم ہے کہ ہاتھی کتنا ہی چھوٹا ہو - اُسکے وزن کے برابر چاندی سونا بے مقدار ہوتا ہے نہ شہر میں ایک جگہ سلطان قطب الدین کی زبان سے فرماتے ہیں -

٥ بتاریخ ہجو من اسکندرے | کند ہر کرا آرائش دفترے ؏
زگنج گرانمایہ بے شمار | دہم بار پیلش نہ آن پیل بار
مرا خود دریں رہ بود رشد دلیل | کہ میداد درہم ترازوے فیل -
شناسد کسے کش خرد رہنمون | کہ از پیل بار است وزنش فزون
چو میراث شد زاں زر دادنم | نہ زیبا است زیں سہل تر دادنم
شہا گنج بخشا کرم گسترا | معانی شناسا سخن دادرا
مرا عمر کز شصت بالا گذشت | ہمہ پیش شاہاں والا گذشت
لبسے بندگی کردم از عون بخت | کمر بستہ در خدمت چار تخت
زشاہاں نخستے کہ انعم کرد یاد | معز الدنیا بود شہ کیقباد -
ازاں پس زفیروزہ چرخ بلند | شدم پیش فیروز شاہ ارجمند
ازاں پس کہ درسنہ گدائے شدم | تونگر زگنج علائی شدم ؏
شد اکنوں کہ اقبال ہمدم مرا | نوازندہ شد قطب عالم مرا

چنین بخششے کز تو حم یافتم — در ایام پیشینہ کم یافتم
کنوں لا ابدا ز سحر شیخ چو من — باندازہ بخشش آید سخن
چرا اید کز یں پیش پرداختم
چوں ایں نامہ خاص کم ساختم

ششم سلطان غیاث الدین محمد تغلق کا زمانہ دیکھا اسکے عہد میں سکندر نامہ کے وزن پر تغلق نامہ لکھا گیا۔ جس کا نسخہ نہایت کمیاب ہے ۔ یہ بادشاہ حضرت امیر خسرو کی بہت قدر کرتا تھا۔ اکثر اوقات اپنے ساتھ رکھتا اور اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دیتا تھا۔

ہفتم سلطان محمد شاہ تغلق الملقب بہ عادل شاہ المشہور بہ خونی شاہ بن سلطان غیاث الدین محمد تغلق قریباً ایک سال تک اس بادشاہ کا عہد حکومت دیکھا۔ لیکن اس قلیل عرصہ میں اس جوہر شناس اور سخن فہم بادشاہ سے لاکھوں انعام میں پائے۔ تذکرۃ الاتقیا میں لکھا ہے کہ امیر خسرو نے استادان ماضیہ پر اکثر شاعرانہ چوٹیں کی ہیں چنانچہ جس زمانہ میں خمسہ نظامی کا جواب تحریر فرما رہے تھے۔ انکو سلطان جی نے انکے باطن سے ڈرایا اور ایسے خیالات سے منع فرمایا آپنے عرض کیا کہ حضور کی پناہ میں ہوں۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ قضا را جسوقت یہ شعر کہا ؎

کوکبہ خسروئیم شد بلند — غلغلہ در گور نظامی فگند

ایک شمشیر برہنہ زمین سے نمودار ہوئی امیر صاحب نے پیر اور دادا پیر یعنی حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر کو یاد کیا۔ فوراً ایک ہاتھ زمین سے پیدا ہوا اور اسکی طرف سر آستین بڑھایا۔ تیغ آبدار نے اُسے کاٹ ڈالا درخت کنار کے پاس جو اس جگہ تھا۔ غائب ہو گئی۔ معاً امیر خسرو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چاہا کہ ماجرا گذشتہ کا اظہار کریں مگر اس سے پہلے کہ یہ کچھ عرض کریں شیخ نے اپنی آستین بریدہ انہیں دکھادی اور انکے حق میں یہ دو شعر فرمائے ؎

خسرو کہ نظم و نثر مثلش کم خاست — ملکیت ملک سخن از خسرو ماست

این خسرو ماست ناصر خسرو نیست ملکیت ملک سخن از خسرو ماست

سلطان محمد قاآن الملقب بہ خان شہید نے حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی کو قیام ملتان کے زمانہ میں بلایا۔ اور اسی قاصد کے ہاتھ امیر صاحب کی دو غزلیں بھی بھیجیں۔ شیخ نے کہلا بھیجا کہ میں بوجہ ضعف پیری سفر کرنے سے مجبور ہوں۔ میری بجائے امیر خسرو کو تصور فرمایا جائے۔ اکثر اشخاص کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ شیخ سعدیؒ امیر خسرو کی ملاقات کو ہندوستان میں تشریف لائے اور رات کی رات ہر دو بزرگ ایک دوسرے کی صحبت سے فیضیاب ہوئے یہ کیفیت شیخ عارف آذری علیہ الرحمۃ اللہ کی کتاب جواہر الاسرار سے معلوم ہوتی ہے۔ خدا جانے یہ روایت شیخ موصوف تک کس طرح پہنچی کتب تاریخ میں اسکا کہیں ذکر نہیں۔ ہاں ایرانیوں کے تذکروں میں دیکھو۔ سب جواہر اسرار سے نقل کرتے ہیں شیخ سعدی خود اپنی تصنیف میں سومنات تک آنے اور وہاں سے ولایت واپس چلے جانے کا حال تحریر فرماتے ہیں اس سے پہلے نہ اسکے بعد دلی تو درکنار ملتان تک بھی نہ آئے کتب سیر سے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا شیخ سعدی کا آخری زمانہ اور امیر خسرو کا شباب تھا۔ ان کا کلام انکے ملاحظہ سے گزرا۔ اور امیر خسرو کو اس فن میں استاد مانتے تھے۔ امیر صاحب بھی اس بزرگ سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت شیرہ از خمخانۂ سعدی کہ در شیراز بود۔

تصانیف کا یہ حال ہے کہ گویا ایک بحر ناپیدا کنار اور قلزم ذخار موجزن ہے کسی طرح سمجھ میں نہیں سمٹتا۔ سمجھ میں نہیں سمٹتا۔ اس قدر شغل دربار داری۔ امارت شب بیداری اور ریاضت پر بھی پوری ایک کم سو کتابیں تصنیف فرمائیں نظم کے متعلق خود امیر صاحب نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ میرے اشعار فارسی پانچ لاکھ سے کم اور چار لاکھ سے زیادہ ہیں۔ باقی جو ہندی شاعری ہے۔ اسکا اندازہ بھی ایک لاکھ سے کسی طرح کم نہیں تمام اصحاب کے ملاحظہ سے استفادہ نکا کلام گزرا ہے۔ یا جنہوں نے صرف شاعروں کے تذکرے

دیکھے ہیں وہ اندازہ لگا سکتے ہیں تعداد میں آپ کا کلام دوسرے استادوں سے کسقدر زیادہ ہے - اور خوبی میں کیا پایہ رکھتا ہے ؎

سلطان سعید بالیستغر بہادر نے بے انتہا کوشش جانفشانی اور صرف زر کثیر کے بعد ایک لاکھ بیس ہزار شعر جمع کئے چند عرصہ کے بعد دو ہزار اشعار غزلیات جو دیوان بھی نہ تھے - ایک جگہ سے ملے آخر الامر نتیجہ یہ نکالا کہ امیر خسرو کے اشعار کا جمع کرنا ناممکن ہے اور انصاف یہ ہے کہ دریائے بے پایاں ایک کوزہ میں کس طرح سما سکتا ہے مجبور ہو کر سلطان موصوف نے اشعار کا جمع کرنا ترک کر دیا حضرت خواجہ امیر خسرو علیہ رحمۃ نے اپنے اشعار کو چار قسم پر منقسم کیا ہے اور ہر قسم کا علیحدہ علیحدہ نام رکھا ہے - اوّل تحفۃ الصغر اشعار ایام شباب دوم وسط الحیات اشعار اول سلوک وغیرہ کہولت سوم عزت الکمال اشعار ایام تکمیل وتفضیل - اول روزگار شیخوخیت چہارم بقیۃ النقیہ اشعار ایام نہایت ذکر ودر روزگار ہرم ؎

علم موسیقی میں وہ قدرت حاصل تھی کہ اپنی نظیر آپ ہی تھے اور آج کل جو طرز قوالی ہندوستان میں رائج ہے اسکے موجد حضرت امیر ہی ہیں ؎

امیر خسرو سلطان جی کے ہمراہ بطریق طی ارض - حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے - محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اکثر فرمایا کرتے تھے - کہ میرے بعد خسرو درد فراق سے زیادہ عرصہ تک جانبر نہ ہوگا - چنانچہ ایسا ہی ہوا - پیر کے وصل کے وقت خود دلی میں تشریف نہ رکھتے تھے - خبر سنتے ہی دار الامارت کی راہ لی اور مرقد پر نور پر آکر اسقدر ماتم کیا کہ بیہوش ہو گئے اور اسی رنج میں پورے چھ ماہ کے بعد چوراسی سال کی سن میں بروز شنبہ ۱۸ شوال المکرم ۷۲۵ھ ہجری نبوی مطابق ۲ سنہ جلوس سلطان محمد شاہ تغلق رحلت فرمائی اور پیر کی پائنتی کیطرف چبوترہ پر آپکو دفن کیا - تاریخ وفات میں مورخین کو اختلاف ہے ابوالقاسم فرشتہ سرسید وغیرہ ۲۹ ذیقعدہ ۷۲۵ھ ہجری لکھتے ہیں اور صاحب خزانہ عامرہ وسفینۃ الاولیاء ۱۸ شوال سنہ مذکور تحریر فرماتے ہیں مؤخر الذکر

بالکل صحیح اور درست معلوم ہوتی ہے - کیونکہ اسی تاریخ امیر صاحب کا عرس جسے عوام دلی چھوٹی سترہویں کے نام سے موسوم کرتے ہیں بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے - مدت تک آپکا مزار بلاگنبد و حجرہ رہا حتیٰ کہ لوح مزار تک نہ تھی عہد بابری میں خواجہ مہندی نے ایک لوح سنگ مرمر پر تاریخ وصال کندہ کرا کر نصب کرا دی وہو ہذا ؎ لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ؎

دین را ازیں لوح شد سرفرازی ۔ بدوران بابر شہنشاہ، غازی ؎
میر خسرو خسرو ملک سخن ۔ آں محیط فضل و دریائے کمال
نثر او دلکش تراز ماء معین ۔ نظم او صافی تر از آب زلال
بلبل بوستان و صد لطف دلفریب ۔ طوطی شکر مقال و بے مثال
از پئے تاریخ سال فوت او ۔ چون نہادم سر بزانوئے خیال
شد عدیم المثل یک تاریخ او ۔ دیگرے شد طوطی شکر مقال

۱۳۲۵ھ ہجری نبوی میں محمد عماد الدین حسن طاہر نے آپ کے مزار مبارک پر سنگ مرمر کا نہایت نفیس برج و حجرہ تعمیر کرایا - اور جابجا اشعار کندہ کرائے - جنکو بخوف طوالت اس جگہ نقل نہیں کیا جاتا - یہ گنہگار بھی اکثر اوقات اس دربار میں حاضر ہوتا رہتا ہے جو لطف جبین سائی میں آتا ہے اس کا اندازہ کچھ بھی دل خوب جانتا ہے بموجب تقسیم امیری ایک ایک غزل اور چند متفرق اشعار تبرکاً درج کرتا ہوں ؎

از تحفۃ الصغر

آب حیات من کرم از من دریغ داشت ۔ خاک زمین شدم قدم از من دریغ داشت
من ہر شب از فراق زہجرش بروز غم ؎ ۔ او پرسشی بروز غم از من دریغ داشت
گرچہ ہوئے او شدم زندہ بیش ازیں ۔ آں نیز باد صبحدم از من دریغ داشت
از دم زورق تا بقدم حلقہ چوں رکاب ۔ واں شہسوار من قدم از من دریغ داشت
بر دیگران نوشت بسے نامۂ وفا ۔ بر حاشیہ سلام ہم از من دریغ داشت

صد دوست بیش گزشتہ نہ من نیز دیستم — آخر چہ شد کہ ایں کرم از من دریغ داشت
کاغذ بگو نخواند کہ آں نا خدائے ترس — از نوک خامہ یک رقم از من دریغ داشت
گر دند اگر وفا کم وگر بیش دوستان — از چہ ہست بیش دم از من دریغ داشت
خسرو چگونہ پند کند صبر را کہ یار — موئے ز زلف خم بخم از من دریغ داشت

از وسط الحیات

تعالی اللہ چہ دولت داشتم دوش — کہ بود آں بخت بیدارم در آغوش
چہ در گردسے خود گشتنم داد — ز شادی پائے خود کردم فراموش
در آں چشم کہ نہ خفتہ نہ بیدار — نہ با ہش بودم از دیدن نہ بیہوش
خوش آں حالت کہ گاہے گفتن راز — دہانم بود نزدیک لب گوش
چہ سودا مے پری اے جان پر سوز — مگس خفتہ چہ بیند شربت نوش
دو سہ بار ایں خیال یار من — بگو خوابے کہ دیدستم شب دوش
سیہ پوشیدہ رخسارش کنوں رسم — زیم من ہم بجو آں سیہ پوش
بگویم حال خود با تو کہ قصاب — بقصد کشتن ست و کشتہ خاموش

فغاں خسرو ست از سوزش دل
بنالد دیگ چوں آتش کند جوش

از غرۃ الکمال

نے پائے آنکہ از سر کویت سفر کنم — نے دست آنکہ با تو تہی در کمر کنم
چندیں شبم گزشت بکبر از برد رت — ممکن نشد کہ لوح صبوری زبر کنم
راہ متاع صبر کنم جمع ز آب چشم — با محلس خیال تو یک روز تر کنم
خوابم نماند خواب اصل ہم خوش ست لیک — خشتے ز آستان تو در زیر سر کنم
عمرم گزشت ہیچ نیامد امان آنکہ — روزے بروے تو شب غم را سحر کنم
ذوق جفا و جور تو بر من حرام باد — گر من بجز وفائے تو کارے دگر کنم
چشمت بخواب ناز و مرا قصہ دراز — آمد شبم بر در سخن مختصر کنم

ہر کس بسوئے حور رود من بسوئے بت
چوں بامداد حشر سر از خاک بر کنم

روزے گزشتہ بود براہے سوار من
ہر بامداد آئم و آں سو نظر کنم

درویش بہ از سرشت و من سر بریدہ را
آں سر کجا آرد در سراں در سر کنم

یاراں ز بند لبکہ ز خسرو رہا شد
آں دل کہ پیش تر ملامت سپر کنم

از بقیۃ النقیہ

اے چہرہ زیبائے تو رشک بتاں آذری
ہر چند وصفیت میکنم در حسن ازاں زیبا تری

ہر چند بیاید در نظر نقش زرویت خوب تر
شمسی ندانم یا قمر حوری ندانم یا پری

آفاق را گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

عالم ہمہ یغمائے تو خلقے ہمہ شیدائے تو
آن نرگس شہلائے تو آوردہ رسم کافری

اے راحت آرام جان با قد چوں سرو رواں
زینساں مرو دامن کشاں کآرام جانم مے بری

عزم تماشا کردۂ آہنگ صحرا کردۂ
جان و دل ما بردۂ این است رسم دلبری

خسرو غریب است گدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

متفرقات

کنند خلقے دعائے مرگ عاشق
ولیکن عاشقاں آمین نہ گویند

دنبال یار رفتہ روان کردم آب چشم
ولہ آن رفتہ خود نیامد و اشکم رواں بماند

کسی نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی دلہ مگر تو زندہ کنی خلق را و باز کشی
نفس سید باخر ہوس نماند خبر بی دلہ کہ لشنوم زتو کیں مردن از برائے من است
ابر باراں و من و یار ستادہ بوداع دلہ من جدا گریہ کناں ابر جدا یار جدا
ملاقتے جز این نیست آشنایاں را دلہ کہ آشنائے و بیگانہ وار میگذری
جائے خسرو دلخستہ را خوے بگفتن فرمودہ است دلہ خلقے بہ منت یکطرف آن شوخ تنہا یکطرف

۳۰ شاہزادہ خضر خاں ولیعہد سلطنت ملکہ جہان کے بطن سے سلطان علاؤ الدین کا سب سے بڑا بیٹا تھا سلطان جی کا مرید اور بزرگان دین سے نہایت اعتقاد رکھتا تھا۔ بادشاہ نے جب چیتور کا قلعہ فتح کیا تو اسی کے محلوں میں سنہ ۷۰۲ھ ہجری کے شروع میں چتر لال جو خاص شاہانِ دلی کا نشان مقررہ تھا۔ مرحمت فرماکر اپنا ولیعہد قرار دیا۔ اور قلعہ چیتور کا حاکم مقرر کرکے آپ دلی کیطرف مراجعت فرمائی۔ تین سال گویا سنہ ۷۰۶ھ تک وہاں کا صوبہ دار رہا۔ اسی برس میں اس کی نادیدہ معشوقہ دیول رانی نے جو خود بھی اس پر دل وجان سے فدا تھی اپنے رخ روشن سے اسکے محل کو روشن کیا۔ ولی عہد سلطنت کچھ زلف شبگوں کے پیچ میں ایسا پھنسا کہ آخرکار قیدی ہو کر رہا۔ یعنی اس کا فریب طناز کے عشق نے حب دین و دنیا کا ہے نذر کھا۔ تو فرائض منصبی کا ادا ہونا معلوم۔ حریف جفاکار۔ یعنی دریدہ پیش بریدہ نابکار گھات میں لگا ہی ہوا تھا۔ بادشاہ کو اپنے دام مکر و حیلہ میں لا۔ اسکو قلعہ گوالیار میں قید کرادیا اور بادشاہ کے مرنے کے بعد جب خردسال سلطان شہاب الدین عمر کا سرپرست بنا تو خضر خان کو جسکی آنکھیں خود ہی رخ تاباں کی چمک سے خیرہ ہو رہی تھیں اس نعمت سے محروم رکھنے سے ہمیشہ کے لئے معذور کردیا ہائے گو قید میں تھا۔ مگر دعویدار سلطنت خدا جانے بادشاہت کا خیال آکر اس بیکس پر کیا کیا ستم توڑتا ہوگا۔ لیکن جہاں ایک جھلک بھی رخ یار کی دیکھ لی۔ تمام غم کے اندھیری گھٹا جو اسکے دل ودماغ کو ہر طرف سے گھیرے رہتے تھے۔ ایک دم کافور ہو جاتی تھی لیکن ظالم سنگدل نے تو اس بات کا تو کیا۔ ان آنکھوں کا بھی خیال نہیں کیا جنکو

نمک حرام کا آقا بار ہا گھڑیوں چوما کرتا تھا خیر ہر حالت میں بیکس شہزادہ شاکر اور صابر تھا - وہ دل میں کہتا - آنکھیں آہ نہیں نہ سہی - کان تو ہیں جن سے کوئی پُر درد لیکن دلکش آواز میری دل و زندگی کی کلی کو تر و تازہ رکھتی ہے مگر آسمان جو ہزار دشمن کا ایک دشمن ہے اس سے یہ بھی نہ دیکھا گیا - ؎

یہ دو دل کو ایک جا بٹھاتا نہیں کیکا اسے وصل بھاتا نہیں

آتش کینہ سے جل جلکر کوئلہ ہوا جاتا تھا - اخر اپنی وہی پرانی کجرفتاری کی چال کو کام میں لایا اور اپنا آلہ خاص حقیقی بادشاہ بھائی کو بنایا یعنے ۷۱۸ھ ہجری جب سلطان قطب الدین مبارک شاہ دیوگیر سے واپس آرہا تھا - تو چند شاہی خاندان کے اراکین نے بادشاہ کے برخلاف سازش کی اور پکڑے ہی نہ گئے - بلکہ معاً جان سے بھی گئے - انکے اور انکے خویش و اقارب کے قتل سے جب بادشاہ کا دل ٹھنڈا ہوا - تو بیکس اور بے بس اسیر بھائیوں کا خیال آیا اور نمک حرام شادی سلحدار کو گوالیار بھیجا - کہ اسیر شہزادوں کو قید ہستی سے آزاد کر دے - مورخین نے لکھا ہے جسوقت قاتل اپنا فرض ادا کرنے کے لئے خضر خان کے حجرہ میں پہنچا - دیول رانی بھی شہزادہ کے پاس موجود تھی - بیرحم سنگدل کے ارادہ سے خبر پاتے ہی اس نے اپنا دوپٹہ اس ظالم کے قدموں میں ڈال دیا اور اپنے اندھے شوہر کے جان بخشنے کے لئے بیحد گڑگڑائی مگر بے سود - کیونکہ ایسے کاموں کے لئے کسی رفیق القلب کو کون مقرر کرتا ہے بلکہ جن کے سینہ میں دل نہیں ہوتا - بس وہی ایسی ناپاک اور خونخوار مہم پر نامزد کئے جاتے ہیں وہاں سینہ میں بجائے دل ایک پتھر کا ٹکڑا تھا - وہ بھلا ایک معشوق کے آہ و زاری اور داد و فریاد پر کب پسیجنے لگا - الغرض شادی نے ماتم بپا کرنے کو تلوار نیام سے نکالی اور سرنگوں شاہزادہ پر وار کیا رانی اپنے محبوب کی سپر بنی - مگر کہاں تک جلاد نے آخر اپنا کام کیا سنا جاتا ہے کہ رانی بھی بچانے میں شہزادہ پر سے نثار ہوئی - لیکن معتبر روایت یہ ہے کہ بھائی کے قتل کے بعد سلطان قطب الدین مبارک شاہ نے اسے اپنے حرم میں داخل کرایا واللہ اعلم بالصواب ؟

۳۱ ملک دینار شحنہ پیل عہد علائی میں کئی سال صوبہ دار بدایوں رہا۔ داروغہ فیل خانہ سلطانی بھی تھا۔ سلطان علاؤالدین کا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ جب تخت پر بیٹھا۔ اسکو ظفر خاں کا خطاب مرحمت فرمایا۔ سنہ جلوس قطبی میں حاکم گجرات مقرر کیا۔ اسی سال بادشاہ نے اسکی بیٹی سے شادی کی اور غالباً اُسی سنہ کے آخر میں بلا کسی خطا و قصور کے اپنے خسر کو قتل بھی کرا دیا۔

۳۲ دوا خاں مغل سردار حاکم ماوراءالنہر تھا۔ ۶۹۶ہجری ونبوی کے آخر میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ میدان جنگ میں مورخین کو اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ لاہور کے قریب لڑائی ہوئی بعضے کہتے ہیں کہ جالندھر کے مقام رن پڑا الغرض جہاں کہیں لشکر علائی سے معرکہ آرائی ہوئی شکست کھائی اور پھر کبھی آپ فوج لیکے ہندوستان میں لڑنے نہ آیا۔

۳۳ شیخ الاسلام خواجہ رکن الدین ابوالفتح قدس سرہ العزیز

دلش از طاعت اسرار مسرور ہمیشہ حال از انوار معمور
بباطن در حقیقت رفتہ بیباک بظاہر در شریعت چست و چالاک

آپ اپنے والد بزرگوار شیخ صدرالدین عارف اور جد امجد حضرت خواجہ بہاءالحق والدین ذکریا ملتانی کے سجادہ پر ملتان میں متمکن تھے۔ باپ اور خصوصاً دادا صاحب کے کمالات انکے نام نامی کی طرح مثل آفتاب روشن ہیں آپ کی والدہ ماجدہ بھی رابعہ عصر تھیں۔ اور ہر روز ایک بار قرآن شریف ختم کرتیں اور اپنے خسر سے ارادت رکھتی تھیں ایام حمل میں ایک دن اپنے خسر کی خدمت میں حاضر ہوئیں شیخ نے اُس روز معمول کی نسبت انکی زیادہ تعظیم کی اور فرمایا۔ یہ بیجا اس شخص کی تعظیم ہے جو چراغ خاندان ہوگا۔

نقل ہے کہ ایکدن شیخ ذکریا ملتانی چارپائی پر تشریف فرما تھے اور شیخ عارف نیچے فرش پر بیٹھے ہوئے۔ آپ اس ... کچھ ...

چارپائی کے گرد کھیلتے پھرتے تھے۔ کھیلتے کھیلتے شیخ بزرگ کی دستار چارپائی پر رکھی تھی۔ فوراً اٹھا سر پر رکھدی۔ والد ماجد نے فرمایا کہ رکن الدین یہ کیا بے ادبی ہے دستار مبارک اتار کر رکھدے۔ شیخ نے ارشاد کیا کہ اے عارف منع نہ کر کیونکہ اس نے باستحقاق سر پر رکھی ہے۔

میں نے یہ دستار اسی کو بخشی۔ آپ نے دستار مبارک با احتیاط تمام ایک صندوق میں رکھدی اور جس دن آپ سجادہ پر جلوس فرمایا ہے۔ خرقہ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شہاب الدین عمر سہروردی رحمہ اللہ زیب تن کیا۔ اور اسی دستار کو فرق مبارک پر رکھا۔

آپ ملتان سے دلی دو مرتبہ دور علائی میں تین دفعہ عہد قطبی اور کئی بار سلطان غیاث الدین محمد تغلق کے زمانہ میں تشریف لائے۔ اور اکثر، وجہ بار ہا زبان مبارک سے یہ بیان فرمائی کہ سلطان جی کا عشق مجھے ملتان سے یہاں کھینچ کر لاتا ہے سلطان علاء الدین کے عہد میں جب آپ تشریف لائے۔ تو بادجود تکبر اور غرور کے بادشاہ کئی کوس تک آپ کے استقبال کو گیا۔ اور دس لاکھ ٹنکے شکرانہ۔ پانچ لاکھ ٹنکے رخصتانہ خدمت سرا پا برکت میں ارسال کئے۔ مگر آپ نے اسی دن خیرات کر دیئے اور ایک درہم اس میں سے نہ رکھا۔ اخبار الاخیار میں محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ قطب الدین مبارک شاہ کے عہد حکومت میں ایک مرتبہ جب آپ دلی تشریف لائے تو سلطان المشائخ استقبال کے لئے حوض علائی تک تشریف لے گئے جب آپ نے مجلس سلطانی کو شرف بخشا۔ تو مبارک شاہ نے دریافت کیا۔ کہ باشندگان دلی سے حضور کا سب سے پہلے کس نے استقبال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں پہلے اس شخص سے ملاقی ہوا جو سب سے بہتر اور افضل ہے چونکہ شہزادہ خضر خان اور شاہزادہ شادی خان سلطان جی کے مرید تھے۔ بدیں وجہ مبارک شاہ آنجناب سے عقیدت نہ رکھتا تھا۔ بلکہ ہمیشہ درپے آزار رہا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ اس نے خواجہ موصوف

کو ملتان سے اسی وجہ سے بلایا تھا۔ کہ اہل شہر ان سے رجوع کریں اور حضرت سلطان المشائخ سے پھر جائیں لیکن جواب گزشتہ نے گو ایک حد تک اسکے وہم کو دور کر دیا لیکن کمبخت کی دشمنی آخیر دم تک نہ گئی جسکا آخر کار اُسے خمیازہ اٹھانا پڑا۔

اسی زمانہ میں ایک روز دونوں شاہانِ دین کی جامع مسجد کیلوکھری میں ملاقات ہوئی۔ اول محبوب الٰہی اپنی معینہ جگہ سے اُٹھکر شیخ رکن الدین کے پاس گئے بعد ازاں وہ آپکے پاس آئے بہت دیر تک صحبت گرم رہی۔ اور حاضرین ہر دو اصحاب کے نکات بےمثل سے مستفید ہوتے رہے ؀

ایک دن کا ذکر ہے سلطان جی اپنی خانقاہ میں جو اس زمانہ میں تعمیر ہو رہی تھی تشریف فرما تھے۔ خواجہ رکن الدین ملاقات کو آئے۔ غالباً آپ کے پاؤں میں تکلیف ہوگی جو تخت رواں سے نہ اُتر سکے۔ سلطان المشائخ اور حاضرین اسکے سامنے زمین پر بیٹھ گئے جب صحبت گرم ہوئی تو عماد الدین اسمٰعیل نے جو خواجہ رکن الدین کے بھائی تھے۔ دیکھا کہ دین کے دو بڑے رکنوں کا اجتماع غنیمت ہے اس سے بہتر کوئی اور صحبت نہیں ہو سکتی کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ معاً دونوں بزرگوں نے فرمایا۔ کہ مولینا جو کچھ تمہارے دل میں ہے ہم پر عیاں ہے مولینا عماد الدین اسمٰعیل نے عرض کیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت میں کیا حکمت تھی ؀

شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ غالباً یہ حکمت ہوگی کہ کمالات و درجات آنجناب رسالت صحبت اصحاب صفہ سے ظہور میں آئیں حضرت محبوب الٰہی نے ارشاد کیا کہ اس فقیر کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ بعض فقرائے مدینہ منورہ فیض صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معذور تھے۔ انکے لئے آپنے ہجرت فرمائی

---

۵ نوٹ اس موقع پر ابوالقاسم فرشتہ بجائے مولانا عماد الدین اسمٰعیل برادر خواجہ رکن الدین رح کے مولینا علم الدین حضرت ذکریا ملتانی کے نواسہ کا نام لکھا ہے لیکن دیگر کتب معتبرہ میں مولینا عماد الدین اسمٰعیل کا ہی اسم گرامی ہے ؀

ان دونوں بزرگوں کا مقصود ایک دوسرے کی تواضع سے تھا شیخ رکن الدین رح کا یہ مطلب تھا - کہ دلی میں استکمال اور استفادہ کے لئے آیا ہوں اور محبوب الہیٰ کی یہ غرض تھی کہ ہماری تکمیل اور افادہ کے غرض سے ان کا ملتان سے آنا ہوا کھانے کے بعد آپکے غلام نے چند بیش بہاء تھان اور سو اشرفیاں ایک ریشمی رومال میں بندھی ہوئیں جو باہر سے نظر آتی تھیں - خواجہ ملتانی کے قدموں میں لاکر رکھیں انہوں فرمایا - کہ اٹھوا رکھدو - سلطان جی نے جواب دیا کہ سونا بذات خود مذہب اور حال درویش کا چھپانے والا ہے - چنانچہ شیخ رکن الدین ؒ نے تحائف قبول فرمائے اور خانقاہ سے رخصت ہوئے - جسوقت قیام دلی میں آپ دربار سلطانی میں تشریف لے جایا کرتے تھے - راستہ میں لوگوں کا اس کثرت سے اژدہام ہوتا کہ راستہ چلنا بند ہو جاتا تھا جس کسی کو اپنی عرضی بادشاہ کے حضور میں پیش کرنی ہوتی تھی وہ آپکے تخت رواں پر ڈالدیا کرتا تھا -

کوشک سلطان کی تین ڈیوڑھیاں تھیں دو ڈیوڑھی تو آپ تخت رواں پر طے فرماتے اور تیسری پر خود سلطان بنفس نفیس استقبال کیلئے آتا آپ سواری سے اترتے اور دربار میں جاکر رونق افروز ہوتے مبارک شاہ نہایت مؤدب دو زانو ہو کر آپکے سامنے بیٹھتا مزاج پرسی کے بعد تشریف آوری کا سبب دریافت کرتا - حسب اشارہ خادم شیخ وہ عرائض پیش کرتا - بادشاہ ایک ایک کو شروع سے آخر تک پڑھتا اور خاص اپنے ہاتھ سے مناسب حکم تحریر کرتا جاتا - جب تمام عرضداشتیں ختم ہو جاتیں شہزادے اٹھتے اور قیام گاہ پر تشریف لاتے ؛

سلطان غیاث الدین محمد تغلق جب لکھنو سے واپس آیا اسوقت آپ دلی ہی میں قیام فرما تھے - اسکے بیٹے سلطان محمد شاہ تغلق کے ساتھ آپ بھی پیشوائی کیلئے تشریف لیگئے - بادشاہ کھانا کھا رہا تھا - آپنے فرمایا کہ جلدی اس محل میں سے باہر نکل - بادشاہ نے کہا کہ خاصہ کے بعد باہر جاؤنگا - تھوڑی دیر بعد آپنے پھر بادشاہ سے باہر نکلنے کے لئے فرمایا - لیکن اس اجل

سیدہ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس پر آپ نے کہ وہاں سے ہاتھ کھینچا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور بہت سے حاضرین نے آپ کی تائید کی مگر بادشاہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور کھانے ہی میں جو اس کا آخری کھانا تھا مشغول رہا آپ ابھی دوسری ڈیوڑھی تک بھی پہنچنے نہ پائے تھے۔ کہ اس چھت پر جسکے نیچے بادشاہ بیٹھا ہوا تھا بجلی گری اور یہ چھت کے نیچے دب کر مر گیا و

رحلت سے تین ماہ پیشتر آپ نے عزلت نشینی اختیار کی اور حجرہ خاص سے اوقات نماز فرض کے علاوہ کبھی باہر تشریف نہ لائے تھے۔ نماز عصر کے بعد جمعرات کے دن اٹھارہویں ماہ رجب المرجب سنہ ہجری نبوی کو تجہیز و تکفین کے واسطے خادم خاص مولینا ظہیر الدین محمد کو اندر بلا کر حکم دیا۔ نماز مغرب کے لئے امام کو حجرے میں طلب فرمایا۔ اور سجدہ ہی میں تھے۔ کہ مرغ عنصری پرواز کر کے طائران قدس میں جا ملا۔

چونکہ آپکے کوئی فرزند نہ تھا۔ اس لئے رحلت سے چند ساعت قبل اپنے بھائی کو سجادہ و خرقہ مرحمت فرمایا۔ مزار شریف ملتان میں ہے۔ و

ع ۳۴ سید رکن الدین رحمۃ برادرزادہ سید تاج الدین بن شیخ الاسلام سید قطب الدین رحمۃ اللہ۔ سادات بدایوں سے ہیں عہدہ قضا کڑہ پر مامور تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ ور صاحب کشف و کرامت تھے اور صاحب وجد و سماع تھے۔

ع ۳۵ ملک رکن الدین دبیر ندائے علائی سے ہی مجلس آرائی میں جواب رکھتا تھا اس قدر شیریں کلام تھا کہ جسنے ایک دفعہ اسکی باتیں سن لیں بس اسیکا ہو رہا۔ ہر ایک سننے والے کی یہی آرزو رہتی تھی۔ کہ یہی باتیں کئے جائے اور کوئی نہ بولے ہزاروں آدمی صرف اسکی باتیں ہی سننے اسکے مکان پر جاتے اور دل کو خوش کرتے تھے۔

ز

ح ۱ خواجہ زکی رحمۃ اللہ علیہ آپ خواجہ حسن بصری رحمۃ علیہ کے حقیقی بھانجے تھے

علم قراءت کے بڑے استاد تھے۔ اکثر شہر کے حافظ و قاری اپنی قرأت آپ سے درست کیا کرتے تھے آپکے مرقد کا کوئی حال معلوم نہیں کہ دلی میں کس جگہ ہے اور در اصل تحقیق یہ بھی نہیں کہ دلی میں ہے ہی یا نہیں

س

۳۷۔ سنجر۔ سنجر نام الپ خاں لقب سلطان علاوالدین کا سالا اور اسکے چاریار میں سے ایک یہ بھی تھا۔ اور ان میں سے صرف ایک یہی آخر عہد علائی تک زندہ رہا۔ فتح گجرات کے بعد بادشاہ نے اسے وہاں کا گورنر مقرر کیا اکثر مہمات دکن میں ملک نائب کا ممد و مددگار رہا۔ اور راجہ کرن کو ہر بار شکست پر شکست دیکر دیولدیوی کو قبضہ میں لا۔ آستانہ پر بھیجدیا۔ اس نے صوبہ گجرات کا وہ انتظام کیا کہ اسکے جیتے جی کسی قسم کی بدظنی نہ پیدا ہوئی۔ آخرکار ملک نائب کی مکر و دغا کا جو اس حریف سے اپنا راستہ صاف کرنا چاہتا تھا۔ خاتمہ دور علائی پر شکار ہوا۔ اسکے سوتے ہی ملک کے ہر گوشہ میں فتنہ خوابیدہ بیدار ہوا۔ اسکا قتل کیا تھا۔ کہ سب سے پہلے گجرات ہی میں علانیہ علم بغاوت بلند ہوا۔ اور زوال سلطنت خلجی کے بڑے اسباب میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے

ش

۳۸۔ شادی خاں۔ شاہزادہ ملکہ جہاں کے بطن سے تھا قسمت کا ہیٹا۔ بد نصیب شاہزادہ۔ اپنے بدبخت بھائی ولیعہد سلطنت کے ہر حالت میں اسکی قسمت کا شریک رہا۔ جو خضر اسکا ہوا۔ وہی اسکی تقدیر میں بھی لکھا تھا۔ یعنی سوتیلے بادشاہ بھائی سلطان قطب الدین مبارک شاہ نے ۷۱۸ھ ہجری نبوی میں قلعہ گوالیار میں جہاں ظالم اور بیرحم باپنے اسی قید کیا۔ اور نمک حرام ملک نائب نے اندھا کر دیا تھا۔ بے گناہ قتل کروا دیا۔

۳۹۔ سلطان شہاب الدین عمر۔ یہ علاوالدین خلجی کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا اسکے رحلت کے وقت اسکی عمر بمشکل سات سال کی ہوگی۔ باپ کے مرنے کے دوسرے دن ملک نائب نے تمام امرائے سلطنت اور ارکین دولت کو کہ شاہ ہزار ستون

کو ولی عہد سے معزول قرار دیا۔ خرد سال شہزادہ وارث تاج و تخت ٹھہرایا گیا اور خود سرپرست بنا۔ بادشاہ کیا تھا۔ گویا ایک کھلونا تھا۔ صبح و شام چند ساعت کے واسطے حرم سرائے سے اپنے ساتھ باہر لاکر کوشک سلطان کی چھت پر لے جاتا پھر اسکی ماں کے پاس محل سرائے میں بھیجدیتا۔ الغرض چونتیس دن یہی کھیل رہا اور قریباً تین مہینے کے بعد مبارک شاہ نے اندھا کراکر دوسرے بھائیوں کے پاس اسی ظالم اور بے رحم کے حکم سے نو برس کی عمر میں قتل کردیا گیا ؏

۱۳۰ مولینا شہاب الدین خلیلی۔ فاضل متبحر اور علامہ عصر تھے۔ اکثر تفسیر کا وعظ کہا کرتے تھے ؏ اور کبھی کبھی حکایات سلوک۔ قصص اور مآثر بزرگان دین کا بیان فرماتے۔ اثنائے ذکر میں حسب موقع نظم کی چاشنی بھی ضرور ہوتی تھی۔ اور تسخیر میں خوف و خشیت کے طریقہ کو بہت مد نظر رکھتے تھے۔ سامعین کی کثرت ہوتی تھی۔ اور کلام میں وہ تاثیر پائی جاتی تھی کہ سنگدل سی سنگدل بھی ایک دفعہ رو ہی پڑتا تھا۔ اور دور علائی میں سال دارالامارت کے لوگ آپ سے فیض یاب ہوتے رہے۔

۱۴۱ مولینا شرف الدین مطرّز دربار علائی اور عصر علائی کے سر برآوردہ منجموں میں سے تھا۔ علم نجوم میں اس نے وہ کمال پیدا کیا۔ اور رمل میں وہ مہارت بہم پہنچائی تھی۔ کہ شائد و بائد اسی کی بدولت جاگیریں کئی گاؤں ملے ہوئے تھے علاوہ بریں آئے دن درگاہ سلطانی اور حرم سلطانی سے اسقدر انعامات اور خلعت پاتا تھا۔ کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

۱۴۲ مولانا شمس الدین ترک محدث۔ یہ بزرگ دلی کا ارادہ کر مصر سے آئے لیکن جب ملتان پہنچے تو سنا کہ بادشاہ قید ہے۔ پانچوں وقت کی نماز تو درکنار وہ ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ میں بھی حاضر نہیں ہوتا۔ اور جسقدر امورات سلطنت ہیں۔ وہ سب کے سب نامشروع ہوتے ہیں۔ الغرض دلی کا قصد ملتوی کردیا۔ کیونکہ یہ اپنے ساتھ علم حدیث کی چار سو کتابیں لائے تھے۔ اور انکا ارادہ تھا کہ دربار

اور

اور شہر دلی میں اس علم کو جاری کریں۔ لیکن جب دیکھا کہ امورات سلطنت میں شرع کو کچھ دخل ہی نہیں۔ دارالامارت میں آنا گوارہ نہ کیا اور چند دن ملتان ہی میں قیام کیا اور اثنائے قیام میں ایک حدیث کی کتاب لکھی اور ایک رسالہ فارسی میں تصنیف کیا۔ یہ دونوں چیزیں بادشاہ کے پاس بھیجیں۔ رسالہ میں لکھا تھا کہ میں مصر سے صرف بادشاہ کی آستانہ بوسی اور شہر میں فی سبیل اللہ علم حدیث کی اشاعت و استحکام کیلئے آیا لیکن یہاں دربار کا نقشہ ہی اور ہے مایوس ہو کر ملتان سے واپس ہوتا ہوں۔ مگر ہاں سلطان میں جو دو چار صفتیں شاہان اسلام کی سی نظر آئیں اور چند باتیں ایسی جو کہ کسیطرح ایک دیندار بادشاہ کے شایان شان نہیں پائیں وہ اس رسالہ میں تفصیل کے ساتھ درج کی گئیں "

خواجہ ضیاء برنی ملک قرابیگ سے نقل کرتے ہیں کہ مذکورہ رسالہ اور کتاب بہاءالدین دبیر کے ہاتھ لگے۔ اس نے کتاب تو بادشاہ کے حضور میں پیش کر دی لیکن رسالہ ملاحظہ اقدس سے بدیں وجہ نہ گزرانا کہ اس میں ملک التجار ملتانی بچے کی بُری طرح خبر لی گئی تھی۔ سلطان علاوالدین نے جب سعد منطقی سے سنا۔ کہ اس کتاب کے ساتھ ایک رسالہ بھی تھا۔ تو عمدۃ الملک کی اسطرح حرکت نازیبا پر بہت برافروختہ ہوا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ دونوں باپ بیٹوں کو جنکی اس میں سازش ہے برطرف کردے بعد ازاں رسالہ مذکور ملاحظہ سے گزرا تو مولینا شمس ترک کے محروم پھر جانے سے بادشاہ نہایت رنجیدہ ہوا ؎

اثنائے قیام میں محدث موصوف نے شیخ شمس الدین فضل اللہ بن شیخ صدرالدین عارف بن حضرت خواجہ ذکریا ملتانی کی مریدی کا شرف حاصل کیا مگر افسوس یہ ہے کہ سوائے اس سعادت کے اتنے دور و دراز سفر سے حسب دلخواہ فائدہ نہ اٹھایا ؎

ع۴۴ ملک شرف الدین قائینی۔ یہ وہ شخص تھے جسکے سر ہندوستان کے بندوبست کا سہرا سب سے پہلے بندھا۔ گویا ترقی سلطنت علائی کی زینہ کی پہلی وہ سیڑھی اور وہ تدبیر تھی۔ جو اسکی بدولت صورت عملی میں آئی۔ پیمائش کے بعد

اس نے وصولی خراج کے وہ قانون بنائے کہ جس سے شاہی خزانہ چند ہی دنوں میں معمور ہوگیا اور اُن متمرد اور فتنہ پردازوں کی کچھ نہ چلی جو کسی طرح کبھی پورا ہی نہ دیتے تھے۔ بلکہ خراج کا ایک ایک حبہ ہی دیتے تھے لیکن ناقدرناواقف ناحق شناس سلطان نے اسکا صلہ یہ دیا۔ کہ جب بلا کسی قصور کے ملک حمید الدین نائب وکیلدر غازی کو معزول کیا انہیں دنوں میں اسکو قتل کروادیا

ص

۴۹ قاضی صدرالدین عارف صدرجہاں ۔ آپ قاضی منہاج الدین سراج جرجانی صاحب طبقات ناصری کے نواسہ ہیں کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ کچھ ایسے بڑے عالم وفاضل نہ تھے لیکن خیر واو۔ قابلیت میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے باشندگان شہر کے ایک ایک سے بخوبی واقف تھے۔ مدتوں نیابت قضا پر ممتاز رہے آخر میں صدرجہان کے اعلےٰ ترین عہدہ پر سرفراز ہوئے انکی صدرجہانی میں دیوان قضات میں نہایت انتظام رہا اور معاملات نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام پاتے رہے طبع موزون رکھتے تھے۔ اور صاحب دیوان تھے مگر ان کا کوئی شعر نظر سے نہیں گزرا؟

۵۰ خواجہ ضیاء برنی علیہ رحمتہ۔ مولینا محمد ضیاء الدین نام۔ مویدالملک کے بیٹے اور حضرت شیخ الاسلام سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کے مریدان خاص سے تھے۔ آپکو شیخ کے حضور میں نہایت قرب حاصل تھا۔ حضرت امیر خسرو اور خواجہ میر حسن علائی سنجری سے بے انتہا محبت تھی۔ جتے المکان یہ تینوں بزرگ ایک دوسرے کی صحبت سے جدا نہ ہوتے تھے آپ کا کوئی وقت علما ومشائخ اور شعرائے کی صحبت سے خالی نہ تھا۔ طرح طرح کی عجیب عجیب حکایات آپکو یاد تھیں لطیفہ گوئی اور ظرافت آپکے گھر کی ادنے لونڈیاں تھیں۔ لطافت طبع اور فن ندیمی کے وجہ سے دربار سلطان محمد شاہ تغلق میں آپنے اعلےٰ درجہ پایا۔ سلطان مذکور کے مرنے کے بعد آپنے دنیا کو ایسا چھوڑا کہ رحلت کے وقت سوائے ایک بوریہ کے جو جنازہ پر ڈالدیا گیا۔ اور کوئی شے

میں موجود نہ تھی ٭
سلطان جی میں رانی چبوترہ پر حضرت خسرو کے مزار کے سامنے اپنے والد
... مدفون ہیں ایک مزار بلند شہر میں بھی آپکے نام سے مشہور ہے لیکن
غالباً کوئی اور ضیاء برنی ہونگے حالانکہ وہاں کے لوگ آپ ہی کا بتاتے ہیں
یہ روایت بالکل ضعیف ہے محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے بھی آپکے مرقد پر
... کا ہی پتہ لکھا ہے جو میں نے تحریر کیا۔ سلطان جی میں اکثر میں نے آپکے مزار
متعلق دریافت کیا ہر متنفس یکزبان اسی قبر کا نشان دیتا ہے ٭
آپکی تصنیف بہت سی ہیں لیکن آج دو چار سے زیادہ دستیاب
نہیں ہوتیں۔ انمیں سب سے زیادہ مشہور تاریخ فیروزشاہی ہے جیسا کہ اسکے
... سے ظاہر ہوتا ہے یہ کتاب سلطان فیروزشاہ تغلق کے عہد میں اسی کے نام پر
... گئی۔ دیباچہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ قاضی منہاج الدین سراج جوجانی
طبقات ناصری میں سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد خانی تک کے حالات
... کئے اور میں نے اسکی تخت نشینی سے لکھنے شروع کئے ہیں کیونکہ اگر
حالات کو ابتداء سے قلم بند کرتا تو بجز واقعات کے دوہرانے کے اور کچھ حاصل
... اور اسپر بھی منہاج سراج کیطرح تحریر نہ کرسکتا الغرض سلطان غیاث
... سے لیکر سنہ جلوس فیروزشاہ تغلق تک کی یہ تاریخ ہے اور اس زمانے کی
... تاریخ اس سے زیادہ واضح اور معتبر نہیں ٭
مولینا ضیاء سنامی۔ ضیاء الدین نام اس زمانہ میں اس نام کے تین صاحب
... بزرگ گذرے تھے۔ ایک تو خواجہ ضیاء الدین ضیاء برنی جن کا حال ابھی لکھا
... ہے اور جیسا کہ بیان ہوا وہ اپنے پیر کے بیحد معتقد تھے دوسرے مولینا ضیاء
الدین ضیا سنامی یہ حضرت سلطان المشائخ سے بالکل عقیدت نہ رکھتے تھے
سخت مخالف تھے تیسرے ضیاء الدین ضیا نخشبی آپکی سکونت بدایون میں تھی اور
شیخ علیہ رحمتہ کے نہ تو معتقد ہی تھے نہ منکر ہی ٭
مولینا موصوف اپنے وقت کے بڑے متقی تھے اور احکام شریعت پر نہایت

استحکام کے ساتھ کاربند ہوتے اور ان کو کسیطرح ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے ہمیشہ
سماع کی بابت حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء پر اعتراض کیا
کرتے تھے۔ اور شیخ جواب میں سوائے معذرت کے کچھ نہ فرماتے یہی نہیں بلکہ مولینا
کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے۔ نقل ہے کہ جب ضیاء سنامی مرض
الموت میں مبتلا ہوئے سلطان جی عیادت کے لئے تشریف لے گئے مولینا اپنی
دستار آپکے قدموں میں ڈالدی آپنے معاً اسے اٹھاکر آنکھوں سے لگایا اور سامنے
بیٹھ گئے لیکن جب تک تشریف فرما رہے مولینا نے شرم سے آنکھیں دوچار نہ کیں
تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہوئے اور دروازہ کے باہر قدم رکھا تھا کہ مولینا کے رحلت
کی خبر سنی آپ آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ افسوس ایک حامی شریعت تھا وہ بھی
۷۷ مولینا ضیاء الدین صدر جہان۔ یہ بزرگ پہلے قاضی لشکر تھے۔ قاضی صدر
الدین عارف کے بعد صدر جہانی کے اعلےٰ ترین عہدہ پر ممتاز ہوئے گو مولینا عارف سے
بلحاظ علمی قابلیت کے کہیں زیادہ تھے۔ مگر ذاتی لیاقت سے اسقدر بہرہ ور نہ تھے۔
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہی کے زمانہ سے دیوان قضا میں بدنظمی شروع ہوگئی ؂

ط

۷۸ مولینا ظہیر الدین لنگ گہرامی علمائے چہل و شش سے ہیں آپکے سامنے خاندان
شمسی۔ خلجی اور تغلق کے سات بادشاہ گذرے آپ سلطان جلال الدین فیروز شاہ
خلجی اور غیاث الدین محمد تغلق کے مدبران خاص سے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ سلطان
غیاث الدین تغلق شاہ نے آپ سے دریافت کیا کہ کبھی شیخ رکن الحق والدین رح کی
کوئی کرامت بھی دیکھی مولینا نے عرض کیا کہ ایک دفعہ جمعہ کی نماز میں میں نے دیکھا کہ
تمام آدمی نہایت ذوق و شوق کے ساتھ شیخ کی قدمبوسی میں مصروف ہیں میرے
دل میں خیال گزرا کہ میں بھی علماء زمانہ سے ہوں میری طرف کوئی متنفس بھولے سے
متوجہ نہیں ہوتا آخر کوئی بات تو ہے جسکی وجہ سے خلق کا یہ حال ہے الغرض میں نے
ارادہ کیا کہ صبح کو ضرور خدمت بابرکت میں حاضر ہونگا اور شیخ رح سے یہ مسئلہ دریافت
کرونگا کہ مضمضہ اور استنشاق میں کیا حکمت ہے چنانچہ جب رات کو سویا تو خواب

میں کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ رح نے خواب میں مجھے سموسہ کھلایا جسکی شیرینی آنکھ کھانے کے بعد صبح تک موجود تھی میں نے خیال کیا کہ یہ کام شیطان کا معلوم ہوتا ہے المختصر علی الصباح شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ رح نے دیکھتے ہی ارشاد کیا کہ میں تمہارا منتظر تھا۔ بعد ازاں خود بخود فرمانا شروع کیا کہ خباثت کی دو قسم ہیں (۱) خباثت تن (۲) خباثت دل۔ خباثت تن تو عورت کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے اور خباثت دل ناہموار کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے اول الذکر یعنے خباثت تن تو پانی سے پاک ہو جاتی ہے لیکن مؤخر الذکر کے محو اور دور کرنے کے لئے آب چشم کی ضرورت ہے پانی میں تین صفت یعنی لون و طعم و ریح کا ہونا لازمی ہے تاکہ خباثت کو دور کر سکے اسی لئے وضو میں مضمضہ اور استنشاق کو شریعت میں مقدم رکھا ہے تاکہ مضمضہ اور استنشاق سے بدبو وغیرہ زائل ہو جائے اور یہ بھی واضح رہے کہ شیطان جسطرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار نہیں کر سکتا اسیطرح شیخ حقیقی کا بھی ہم شکل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اسکو رسول کی کامل متابعت حاصل ہوتی ہے بعد ازاں فرمایا کہ مولینا تم علوم قالی کے بہرہ ور ہو لیکن علوم حالی سے بالکل خالی ہو"

مولینا ظہیر الدین لنگ نے دینی عزت کے ساتھ دنیوی عزت بھی اعلےٰ درجہ کی حاصل کی اور مرتے دم تک نہایت آبرو سے بسر کی۔ آپکا مزار خاک پاک دلی کہنہ میں بے نام و نشان ہوگیا

ع

شیخ الاسلام خواجہ علاء الدین نور اللہ مرقدہ۔ شیخ علاء الدین بن شیخ بدر الدین بن سلمان رح آپ حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود ملقب بہ گنج شکر کے نواسہ تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں اپنے نانا بزرگوار کے سجادہ پر بیٹھے اور آخر عمر تک ایسے عالی رتبہ سجادہ کا حق سجادہ نشینی نہایت استقامت سے ادا کرتے رہے۔ آپکی طاعت اور بندگی کا یہ حال تھا کہ جس دن سے ہوش سنبھالا آپ کی ایک ساعت بھی بغیر عبادت خدائے جل و علےٰ کے نہ گزری تفسیر میں آیا ہے کہ بعض

ولادت کا پیدائش کے دن سے ... سوائے علائے ... کی ... کوئی ...
نہیں۔ حضرت شیخ رح بھی اسی گروہ میں سے تھے۔

خواجہ ضیا برنی رح تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے چند معتبر آدمیوں سے جو ایک ایک
سال اور چھ چھ مہینے روضہ مبارک حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر کے مجاور رہے۔
سنا ہے کہ کوئی وقت شیخ علاءالدین قدس سرہٗ کا عبادت سے خالی نہیں دیکھا۔ اور عبا
کے علاوہ جو کبھی کوئی وقت صرف ہوتا۔ وہ کتب احادیث اور سلوک کے مطالعہ میں
گزرتا،، آپ جب تک زندہ رہے صائم الدہر رہے ایک پہر رات گئی نہایت قلیل غذا
روزہ افطار فرمایا کرتے۔ اور روزہ کشائی۔ کھانا یا سحری جو کچھ بھی تھا وہی غذا تھی۔

خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے آپکی مدح میں قصیدہ لکھا اسمیں فرماتے ہیں:

علائی دنیا و دین شیخ شیخ زادہ عصر — کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید
زتاب نور تجلا چو کرد رویش عرق — ہزار چشمۂ خورشید از جبیں بچکید
جہے بروشنی از بدر زادہ خورشیدی — نخست اندازان کہ خورشید تا بدارد دید
نگر کہ دید ثریا بلندی قدرش — کہ تا قیامت خواہد بر آسمان خند
چو ساکناں سپہر از حوادث ایمن گشت — کسیکہ در نپہ ذیل عصمت تو خزید
زمہر سجدۂ تو چرخ چہرہ رانجم کرد — زمشتری رگ جانش برائے رشتہ کشید
زہے بخفتم شب در سواد مدحت تو — چو پیر در شب قدر و طفل در شب عید
حیات بخش جہانے دم مسیحی تست — چہ حد گفتن خسرو کہ عمر تو بمزید

اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ایسے نہ ہوتے تو اتنے بڑے بادشاہ کے سجادہ پر
چوالیس سال تک کس طرح بیٹھ سکتے تھے۔

آپ نے بہتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی اور مرقد اقدس آپکا نانا رح
روضہ مبارک کے پاس پاک پٹن شریف میں ہے وصال کے بعد سلطان محمد
نے جو آپکا مرید اور معتقد تھا۔ آپکے مزار پر نہایت عالی شان گنبد تیار کر
سید مولینا عمادالدین حسام درویش آپنے عہد علائی میں متواتر بیس سا
وعظ بیان فرمایا۔ بیان رموز کشف وغیرہ میں۔ لطایف و ظرائف کی چاشنی بھی

ہوتی تھی - مجمع وعظ میں بڑے بڑے عقلمند - مدبّر - عالم - فاضل اور شیوخ عصر کی ایک معقول تعداد ہوتے تھے اور اس بات سے مولینا کے فضل و کمال کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۰

عدد ۵۱ علوی خاں - الملقب کتابخان علاؤالدین خلجی کے خاص ندیموں میں تھا - تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ تمام اکابر شہر کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کتاب خوانی میں وہ یکتائے عصر اور بے نظیر تھا - نظم و نثر (و تواریخ) کچھ اس طرز - اور خوش گوئی سے پڑھتا تھا کہ جس نے اسے ایک دفعہ سنا وہ اسی گرویدہ ہوگیا یہی نہیں کہ وہ اپنے ہی زمانہ میں بے مثل تھا - بلکہ آسمان اسکے بعد بھی ایک مدت تک اُس فن کا ایسا صاحب کمال نہ پیدا کرسکا اس زمانہ کی کتاب خوانی سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ آج کل کی سی قصّہ خوانی ہوتی تھی - بلکہ بارگاہ سلطانی میں ایک خاص وقت اسکے لئے مقرّر ہوتا تھا - جس میں ہر علم کی کتاب بادشاہ کے حضور میں پڑھی جاتی تھی اور عموماً تواریخیں ہوتی تھیں ۰

عدد ۵۲ عین الملک ملتانی - لقب - اصلی نام معلوم نہ ہوسکا - عہد علائی میں صوبہ دار - دہار - اجین - مالوہ وغیرہ رہا یہ صوبے اُسی نے فتح کئے تھے عہد قطبی میں آتش بغاوت گجرات میں بھڑکی اور کسی طرح بجھائے سے نہ بجھی - آخر کار سلطان قطب الدین مبارک شاہ نے اسی کو اس مہم پر روانہ کیا - یہاں نے از سر نو اس صوبہ کو فتح کرکے پھر سلطنت دہلی سے ملحق کردیا - اس پر مورخین اسکو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہ خسرو خاں نمکحرام بروار بچہ سے مل گیا تھا - واللہ اعلم بالصواب ؛

سلطان غیاث الدین محمد تغلق کے عہد میں مرا - گویا سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد سے چار بادشاہوں کے درباروں میں نہایت ممتاز اور اعلےٰ عہدوں پر سر فراز رہا زمانہ کے گرم و سرد سے بخوبی واقف - شجاعت مردانگی تدابیر ملکی و فوجی میں اپنی نظیر آپ ہی تھا ۰

عدد ۵۳ علاء الملک - علاؤالدین مویۃ الملک کا بھائی اور حضرت خواجہ ضیا برنی کا چچا تھا - عہد علائی میں نائب ملک رہا ملک چھجو بلبنی کے واقعہ کے بعد جب

سلطان جلال الدین فیروز شاہ نے علاؤالدین خلجی کو صوبہ دار کڑہ مقرر کیا اس عہد زمانہ کو اپنے داماد کے ہمرکاب کیا۔ جب داماد یعنے علاء الدین خلجی نے کڑہ سے دیوگیر پر لشکر کشی کی تو علاء الملک نے جو عرضداشتیں اسکے پیچھے دربار دلی میں بھیجیں اُن میں بڑی چالاکی سے کام لیا۔ ادہر عرضداشت میں سلطان شہید کو یہ یقین دلایا گیا۔ کہ آج کل میں یا تو علاؤالدین خلجی خود آستانہ پر حاضر ہوا چاہتا ہے یا اسکی عرضداشت پہنچنے والی ہے۔ گویا مہم دیوگیر کو طرح طرح کی چالوں سے پوشیدہ رکھا گیا۔ اور اس امر کا یقین دلایا گیا کہ وہ چندیری ہی کے سر ہے اس مہم کے بعد جو تدابیر چچا بادشاہ کے قتل کے کام میں لائے گئیں انمیں بھی علاء الملک ایک سر گرم ممبر کی حیثیت رکھتا تھا۔ سلہ جلوس علائی میں صوبہ دار کڑہ و اودھ مقرر ہوا۔ لیکن دوسرے ہی سال مع دیگر امراء اور تمام ساز و سامان خزانہ وغیرہ کے دربار میں طلب ہوا۔ آنے پر علاء الملک کا خطاب مرحمت فرمایا اور کوتوال شہر جو اُس زمانہ میں وزیر سے کم درجہ نہ ہوتا تھا۔ بنا دیا گیا۔ جب سلطان کو مغلوں کے مقابلہ کے لئے دارالخلافہ میدان جنگ سے سیبری میں جانا پڑتا اس زمانہ میں خزانہ اور حرم سرا کا وہی منتظم اور محافظ وہی قرار دیا جاتا۔ نہایت صایب رائے تھا۔ حق کے ظاہر کرنے میں اسکی کوئی شے مانع نہ ہوتی تھی۔ وہ ایسے موقعوں پر اسنے بڑی صراحت و دلیری سے کام لیا اس بات میں اسکو غضب سلطانی کا خیال رہتا تھا اور نہ اپنی جان کی کوئی پرواہ ہوتی تھی۔ بعد ازاں انسداد مغول کی جن تدابیر پر عمل درآمد کیا گیا وہ سب اسی کے دماغ کا نتیجہ تھیں صرف یہی ایک شخص تھا۔ جو ہمیشہ نہایت آزادی سے سلطان علاؤالدین کو اسکی غلط کاریوں کے لئے متنبہ کرتا رہا۔ اور ساتھ ہی یہ کہ بادشاہ بھی عموماً اسکی رائے پر کاربند ہوا۔

جہاں تک کتب تواریخ سے پتا چلتا ہے وہ ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی اسکی درخواست مسترد نہیں کی گئی۔ جسطرح سلطان علاؤالدین خلجی نے اپنا لقب سکندر ثانی رکھا تھا۔ اسی نسبت سے اگر اسکو اپنے عہد کا ارسطو کہا جائے تو کسیطرح نامناسب نہ ہوگا۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ وہ بھی اپنے بادشاہ کی شان و شوکت

اور ستارہ اقبال کو ان لوگوں کیطرح جو سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کے قتل میں شریک تھے۔ جن میں کہ یہ خود بھی شامل تھا۔ اسکے جلال حشم و معراج کمال پر نہ دیکھ سکا۔ لیکن جلالی نمک حراموں کی طرح اس نے سنہ جلوس کے اندر ... سرائے فانی سے رحلت کی ؂

۵۴ ملک عثمان امیر ور } یہ دونوں نمک حرام امرائے جلالی سے ہیں سلطان رکن
۵۵ ملک عمر سرخہ } الدین ابراہیم نے انکو سردار فوج مقرر کر دلی سے علاو الدین خلجی کے مقابلکو روانہ کیا اور انہوں نے ایسا مقابلہ کیا۔ کہ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح بلند شہر میں جاکر اس سے مل گئے اسوقت تو ہزار ہا اشرفیاں اور خلعت ہائے گراں بہا انعام میں پائے لیکن زیادہ مدت نگزری تھی کہ اپنے کردار کو پہنچے یعنے سلطان علاوالدین نے خیال کیا۔ کہ جب یہ اپنے ولی نعمت اور مخدوم زادوں ہی کے نہ ہوئے اور حق نمک کا ذرا بھی دل میں خیال نہ لائے بلکہ طوطے کیطرح جیسے کبھی آشنا ہی نہ تھے۔ صاف آنکھیں بدل گئے پھر مجھکو ان سے کیا امید کرنی چاہئے۔ یہی انسب ہے کہ ایسے ناپاک لوگوں کے وجود سے دنیا کو پاک کر دیا جائے چنانچہ اس گروہ کا علاوالدین نے ان پر بڑے بڑے عذاب نازل کرکے قلع وقمع کیا جس سے یہ دونوں نمک حرام بھی جانبر نہ ہو سکے ؂

۵۶ مولینا علم الدین آپ حضرت خواجہ بہاء الحق ذکریا ملتانی رض کے نواسے ہیں آخری دور علائی میں ملتان سے دار الامارت میں تشریف لائے علم وفضل میں آپ ہر طرح علماء جہل وبخشش کے ہم رتبہ تھے۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ سے نقل ہے کہ حضرت بابا خواجہ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز کا عرس تھا۔ خواجہ رکن الدین ملتانی بھی دلی میں تشریف فرما تھے عرس شریف میں شامل ہوئے۔ محفل سماع گرم تھی۔ سلطان جی پر حالت طاری ہوئی۔ آپنے اٹھنا چاہا مگر خواجہ رکن الدین نے دامن پکڑ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ پھر وجد میں آ اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن اس مرتبہ شیخ رکن الدین آپ کے مانع نہ ہوئے بلکہ دوسرے تمام بزرگوں کی طرح خود بھی دست بستہ قیام فرمایا۔ محفل سماع کے

کے بعد جب خواجہ ملتانی قیام گاہ پر تشریف لائے تو مولینا علم الدین نے پہلی مرتبہ
ہونے اور دوسرے دفعہ کے اسکوت اختیار کرنے کا سبب دریافت کیا ہے
کہ پہلی بار میں نے سلطان المشائخ کو عالم ملکوت میں دیکھا میرے ہاتھ کو وہاں
دسترس حاصل تھی۔ بار دوم شیخ کو عالم جبروت میں دیکھا میں نے جانا کہ میرے
لی وہاں تک رسائی دشوار ہے۔ بدیں وجہ دامن پکڑنے سے باز رہا۔ عہد علائی کے
ی حصہ میں مولینا موصوف کی ذات بابرکات سے بہت سے لوگ فیضیاب ہوئے
چشمہ فیض عہد قطبی میں بھی برابر جاری رہا۔

غ

غازی الملک ملک شحنیک بارگاہ یعنی سلطان غیاث الدین تغلق شاہ اس
شاہ کا مفصل حال ایک علیحدہ رسالہ میں لکھا گیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ عہد علائی
امرائے علائی میں سے سلطنت۔ ملک اور قوم کے فوجی خدمات کسی نے اس سے زیادہ
شجاعت اور مردانگی۔ بہادری اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام نہیں دیں اسلام
سب سے بڑے دشمن اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے آل چنگیز کو اس نے اپنی سپہ
سالاری کے زمانہ میں وہ فاش شکستیں دیں کہ پھر برسوں وہ ہندوستان کا
دل کر بھی رُخ نہ کر سکے جو حالت ظفر خاں کے نام سے مغلوں پر طاری ہوتی تھی۔
عہد علائی میں وہ اسیطرح اسکا نام سنتے ہی کانپ اٹھتے تھے۔ ملتان دیپالپور
سامانہ وغیرہ کی صوبہ داری سے پہلے بھی دامن کوہ شوالک میں تھوڑی فوج
مغلوں کے ساتھ نبرد آزما ہوا۔ ہزاروں کو میدان جنگ ہی میں خاک پر سلادیا۔
ہزاروں کو پابزنجیر مع انکے بڑے بڑے سرداروں کے دلی میں لے آیا۔ مغل اسکے مقابل
لڑائی میں ایسی بے سروسامانی سے راہ گریز اختیار کرتے تھے کہ اپنا مال ساتھ لیجانا
درکنار۔ بیچاروں کو اپنے جورو بچے۔ ماں بہنوں کی حفاظت کا موقعہ بھی نہ ملتا تھا۔
ننھے ننھے بچوں اور انکی ماؤں کو دشمن کے رحم پر چھوڑ جاتے تھے تدابیر و انسداد مغل
کا ذکر آچکا ہے) کے عمل درآمد پر یہ سرحدی صوبوں کا گورنر مقرر ہوا تو ایک مرتبہ
مغل پھر ہمت کرکے آئے۔ اور کئی لاکھ اپنے ظالم بہادر اور ہونہار بھائیوں کو خاک

ہند میں سپرد کرکے واپس چلے گئے - اس لڑائی کے بعد ان کی طاقت اس قدر ضعیف ہوگئی کہ پھر غازی الملک کے مرتے دم تک کبھی ہندوستان کا نام نہ لیا - اس نے انکے حملے روکنے اور انکو پے درپے شکستیں دینے پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ بعد ازاں آئے سال موسم سرما میں اپنی قلیل مگر جانباز لشکر کے ساتھ نکلتا - مغلوں کے مقبوضات - افغانستان وغیرہ پر یورش کرتا - اور معقول سرکوبی کے بعد مظفر و منصور پھر اپنے سوبہ میں واپس آتا - عہد قطبی میں بھی اس خدمت پر سرفراز رہا کیونکہ اس سے بہتر تو درکنار کوئی ایسا بھی اس امر عظیم کے لائق نہ تھا - جب نمکحرام خسرو بردار بچہ نے اپنے ولی نعمت عاشق سلطان کے خون میں ہاتھ رنگے اسکے دوربین نگاہیں آن سب مظالم کو جو دارالامارت میں ہو رہے تھے - دیپالپوری سے دیکھ رہی تھیں ضرر رسیدہ مار سیاہ کیطرح جوش انتقام میں پیچ و تاب کھاتا اور رہ جاتا تھا خیال تھا - کہ اگر ذرا صوبہ سے پاؤں نکلا - تو خدانخواستہ کہیں لخت جگر و نور بصر ملک فخرالدین جونا یعنے سلطان محمد تغلق کا - جو اس وقت دربار دلی میں ہے - کہیں بال بیکار نہ ہو جائے ادھر خسرو کی روح ان دونوں باپ بیٹوں سے پرواز کرتی تھی - حتے المکان ملک فخرالدین جونا کو طرح طرح کے نوازشات خسروانہ سے سرفراز کرتا رہتا مگر ہر وقت یہی خوف تھا کہ کہیں منحرف ہو کر باپ سے نہ جا ملے ادھر خفیہ سلام و پیام کے بعد ایکدن رات کی تاریکی میں ملک مذکور چند جان نثاروں کے ساتھ دلی کو اپنے باپ کی طرف روانہ ہوا - صبح کی روشنی نے جب رات کی تاریکی کا بھید کھولا تو نہایت سختی سے تعاقب کیا گیا مگر بے سود بیٹے کے صحیح و سلامت پہنچنے پر جشن شادی منایا گیا ۔ صدقہ دیا گیا لڑائی کی تیاری تو پہلے ہی ہو چکی تھی انتظار تھا تو یہی تھا بلاتوقف دارالسلطنت کی طرف کوچ کیا یہاں اسکی تاب مقاومت کہاں تھی - ایک حد تک بے نڑے بھڑے فتح پائی دوسرے دن دسویں شعبان ۷۲۱ھ ہجری نبوی کو اکابر شہر غازی الملک کی خدمت میں حاضر ہوئے مبارکباد فتح کے بعد شہر کے دروازوں کی کنجیاں پیش کیں - قیام گاہ سے سوار ہو کر شہر میں آیا - کوشک ہزار ستون میں اتارا گیا اور اپنے آقا کو یاد کر بہت دیر تک زار

زار روتا رہا جب ہوش میں آیا تو حاضرین کیطرف خطاب کیا کہ میں بھی تمہارے ایسا ہی ہوں خدائے عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے ولی نعمت کا انتقام لیا اب اگر شاہی خاندان میں سے کوئی باقی ہے تو اسے لاکر تخت پر بٹھاؤ۔ ہم سب اسکی خدمت میں مشغول ہوں یا اگر شاہی خاندان میں سے کوئی نہ رہا ہو تو جس کسی میں اس امر خطیر کی قابلیت دیکھو۔ اپنا بادشاہ بناؤ میں بھی برغبت تمام اس کا مطیع رہنے کے لئے تیار ہوں ۔

حاضرین نے جواب میں عرض کیا کہ آج ہر دو سلاطین خلجیہ کی اولاد سے ایک بھی زندہ نہیں اور جس شخص نے سالہا سال مغلوں کو جو ہمارے جانی دشمن ہیں متواتر شکستیں دیکر اُنکے جور و تعدی۔ ظلم و ستم سے رعایا کو بچایا ہو اور ہمیشہ اُن کے مقابلہ میں رعایائے ہند کی سپر بنا رہا ہو۔ اور دشمنوں سے ولی نعمت اور خداوند زادوں کا انتقام لیا ہو اس کے سوائے کون ہماری سرداری کے لائق ہے سچ تو یہ ہے کہ بجز تیرے کوئی دوسرا اس تاج و تخت کا ہرگز ہرگز مستحق نہیں۔ یہ کہا اور غازی الملک کا ہاتھ پکڑا اور تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔

چار سال چند ماہ حکمران رہا۔ مہم بنگالا کے بعد واپسی کی وقت شہر کے پاس بجلی گرنے سے چھت کے نیچے دبکر ماہ ربیع الاول ۷۲۵ھ ہجری نبوی میں اس دارفانی سے کوچ کیا۔ اس بادشاہ کا عظیم الشان مقبرہ قلعہ تغلق آباد کے پاس واقعہ ہے مقبرہ کی فصیل کو قلعہ مذکور کے فصیل سے ایک خوشنما پل ملاتا ہے یہ مقبرہ افغانی فن عمارت کا ایک اعلےٰ نمونہ اور اسکی خوبی کا خود شاہد ہے ۔

ق

۵۵ ملک قیر بک ترک ۔ آخری دور علائی کے سربرآوردہ امیران دربار سے تھا۔ سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے زمانہ میں چودہ بڑے بڑے محکموں کا انتظام اسکے سپرد تھا۔ سلطان غیاث الدین تغلق کے ملک امرائے کبار میں بھی منسلک رہا۔ دنیوی دربارداری کے علاوہ اسکو سلطان المشائخ شیخ الشیوخ حضرت محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کے

آستانہ بوسی کا بھی فخر حاصل تھا شیخ سے بیحد عقیدت رکھتا تھا۔ صحبت با برکت سے فیض یاب اور شرکت محفل سماع سے سرفراز ہوتا رہا۔

نقل ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ پر اشعار مندرجہ ذیل سے حالت طاری ہوئی ہے ؎

پیش منما جمال جان افروز — ورنہ نمودیہ بر وسپند بسوز
آن جمال تو چیست ہستی تو — وان سپند تو چیست مستی تو

امیر موصوف نے ان بیتوں کو لکھکر بادشاہ کے حضور میں گزرانا اور تمام ماجرا گذشتہ عرض کیا۔ سلطان آپکے کمالات ظاہری اور باطنی کی تعریف کرنے لگا۔ اس وقت ملک قیر بک نے دست لبستہ عرض کیا کہ عالم پناہ باوصف اس عقیدت کے آج تک صحبت شیخ سے مشرف نہیں ہوئے ارشاد ہوا کہ میں ناپاک آلودہ عصیان کس منہ سے ایسے آستانہ پر حاضر ہوسکتا ہوں میرے نور نظر خضر خان ولیعہد سلطنت اور لخت جگر شادیخاں کو اُس شہنشاہ دین کے حضور میں لیجا کے حاضر کرو اور خزانہ سے دو لاکھ ٹنکے لیکر مستحقین درگاہ پر تقسیم کرو

۵۹ قطب فلک عشرت وکامرانی سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کسی کے سر تو فتح نصرت اور کامیابی کا سہرا بندھتا ہے شاہ موصوف کے سر اپنی عظیم الشان سلطنت کی تباہی و بربادی کا سہرا رہا۔ یہ خضر خان کا ہم عمر اور سوتیلا بھائی تھا باپکے مرتے ہی ملک نائب نے اسے قید کردیا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک رات کو جب اسکے قتل کے لئے چند قاتل قیدخانے میں بھیجے تو یہ انکو بیوقت آتا دیکھکر اُن کا ارادہ تاڑ گیا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ اپنی زبان کھولیں اس نے کلاہ زرنگار سر سے اتار انہیں دی۔ اور اپنے باپکے احسانات گزشتہ کو یاد دلایا۔ قاتل ہوں یا کوئی وہ آخر انسان تھے اور سینہ میں بجائے دل کے اس لعین حبش بُریدہ اور لپس دُریدہ کیطرح پتھر یا فولاد کا ٹکڑا نہ رکھتے تھے شاہزادہ اور ولی نعمت زادہ کی بیکسی اور بے لبسی پر رحم آہی گیا۔ آٹھ آٹھ آنسو روئے قدمبوس ہوکر قسم کھائی۔ اور کہا جسوقت تک نمکحرام ملک کا فور کو اسکی بدکرداری کی واجبی سزا نہ دیں گے۔ اور حقدار کو تخت پر نہ بٹھائینگے۔ اپنے اوپر اسوقت تک

خواب خور حرام سمجھینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قید خانہ سے باہر آ اسی شب کو ملک کافور
حرامخور کا کام تمام کیا۔ اور اسکو قید سے آزاد کر دیا۔ قریباً دو مہینے تو اپنے بھائی
سلطان شہاب الدین عمر کا سرپرست بنا رہا بعد ازاں خرد سال بادشاہ کو اندھا کرا کر
اپنے بھائیوں کے پاس قلعہ گوالیار میں بھیجدیا اور خود تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا
مورخین کے نزدیک تاریخ جلوس ۸ محرم الحرام ۷۱۶ھ ہجری نبوی بھی ہے لیکن امیر
علیہ الرحمتہ مثنوی نہ سپہر میں فرماتے ہیں ؎

سنہ شانزدہ بعد ہفتصد شدہ
کہ سلطان بہ تخت زبر جد شدہ

تخت پر بیٹھتے ہی خزانوں کے منہ کھولدیئے ہزاروں گاؤں عالموں کے جو باپ
کے عہد میں ضبط ہو گئے تھے۔ وہ گزاشت کئے جدید صیغے رفاہ عام کے مقرر ہوئے
لیکن ان کا انتظام ہونا تو درکنار اس کی نرم دلی اور عیش پرستی نے تمام عنوابط
علائی میں بھی رخنہ ڈال دیا بعینہ زمانہ کی وہی حالت ہوگئی جو رنگیلے مزاج نوجوان
سلطان معز الدین کیقباد کے عہد حکومت میں تھی اسکا نتیجہ بھی ضرور یہی ہونا تھا
جو اسکا ہوا۔ اس نے تمام احکام علائی میں اگر کوئی بات قائم رکھی تو وہ ممانعت شراب خواری
تھی لیکن اس پر بھی کچھ عمل نہ ہو سکا۔ اسکے عہد کے خاص واقعات یہاں بخوف طوالت
تحریر نہیں کئے جاتے سنہ ۷۲۰ھ ہجری میں چار سال چند ماہ کے حکمرانی کے بعد اپنے محبوب کے
ہاتھ سے نہایت بیدردی اور سنگدلی کے ساتھ بالائے بام کوشک ہزار ستون قتل
ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؏

ک

عظ کبیر الدین عراقی۔ سپہ سالار و ندیم اعلےٰ تاج الدین عراقی کا بیٹا تھا۔ باپ
کی وفات کے بعد اسی کی جگہ امیر لشکر ہوا۔ دربار علائی میں نہایت عزت و
وقعت اور تصنیفات عربی و فارسی میں اعلےٰ پایہ رکھتا تھا۔ فتحنامہ علائی کی کئی ضخیم
جلدیں تصنیف کیں اور داد نثر نویسی کی دی ہے لیکن جیسا کہ کتاب کے نام
سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں سوائے ذکر فتوحات علائی کے اس زمانہ کے دیگر

واقعات تاریخ مذکور میں ثبت نہیں کئے گئے

ملک کافور - المخاطب بہ ملک نایب ہزار دیناری - اس لپس دریدہ اور پیش بُریدہ کو نصرت خاں جلیسری سنہ جلوس علائی میں کیبایت سے لایا اور حضور سلطانی میں گزرانا بادشاہ کا منظور نظر بنا اور بڑھتے بڑھتے ہزار دیناری کے مرتبہ تک پہنچا اس سے پہلے چتر دور باش اور سائبان جو بادشاہ سے خصوصیت رکھتا تھا سوائے ولیعہد سلطنت کے وہ بھی بعض بعض صورتوں میں اور کسی امیر کو خواہ وہ کتنا ہی بلند مرتبہ نہ ہو نصیب نہ ہوا تھا - چونکہ علاوالدین طرح طرح سے اسکو دوسرے ملوک اعظام اور امرائے کبار سے ممتاز کرنا چاہتا تھا - اس لئے جب دکن پر پہلی مرتبہ فوج کشی کی ہے اول تو اس سے کہیں زیادہ قبچاغ - لائق کار آزمودہ اور نبرد آزما سردار و نکے ہوتے اس ناتجربہ کار کو اُن پر سپہ سالار مقرر کیا صرف یہی نہیں بلکہ سائبان لال اور چتر دہ باش جسکا ذکر اوُپر آچکا ہے خاص امتیاز کے واسطے اُسے مرحمت فرمایا اور حکم دیا کہ تمام سرداران لشکر ہر روز سائبان لال کے آگے حاضر ہو کر شرائط آداب زمین بوسی بجالایا کریں - بعدازاں جب مہمات دکن پر گیا اسیطرح جاتا رہا - حتےٰ کہ ایک مرتبہ فتح کرتا ہوا راس کماری تک جا پہنچا جہاں عین کفرستان میں مسجد بنوائی - اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور اُسکے ممبر پر علاوالدین کے نام کا خطبہ پڑھا گیا - تائیدایزدی اقبال کے ساتھ ساتھ تھی جہاں وہ گیا نصرت و فتح نے آگے بڑھکر قدم لئے یہ بدبخت ناقص العقل اپنی کم فہمی خام خیالی اور ناتجربہ کاری سے سمجھا یہ جو کچھ ہو رہا ہے میری ہی بدولت ہے - پھر کیا تھا سودائے خودی جو سر میں سمایا - اور بادشاہی کی ہوس دل میں پیدا ہوئی اسی اثنا میں بادشاہ بیمار ہوا اس چالباز مکار نے پہلا وار خضر خاں پر کیا دوسرا ملکہ جہان اور شادی خاں پر - اور تیسرے میں الپ خاں حاکم گجرات کا قلع قمع کیا - اکثر مورخین ملک نائب کو علاوالدین کا قاتل ٹھہراتے ہیں اور اس مقدمہ میں اسے مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں الغرض سلطان کی وفات کے دو تین دن بعد یہ ایک وصیت نامہ کے رو سے جو اُس کی عیاری کا ایک ادنےٰ کرشمہ تھا - خردسال سلطان شہاب الدین عمر کا سرپرست

اور کار کن سلطنت مقرر ہوا۔ باوجود محجوبیت اور بے خانگی کے شہاب الدین
عمر کی ماں کو عقد نکاح میں لایا۔ اس زمانہ میں رات دن سوائے ان دو شغلوں
کے اسے کسی سے کام نہ تھا کہ ایک تو فکر تباہی خاندان علائی جسکے مشورہ میں
اپنے جیسے چند نمک حراموں کے ساتھ ڈوبا رہتا۔ دوسرے بغرض تفریح تختہ چونکہ
دیر مشق تھا۔ چند یوم اسی خیال باطل اور لہو لعب میں گذارے نتیجہ یہ ہوا کہ
محافظان کوشک ہزار ستون نے فتنہ خفتہ کو ہمیشہ کے لئے ایسی گہری نیند
سلا دیا۔ جس سے انسان سوائے شور نشور کے بیدار ہی نہیں ہوسکتا۔

۶۲ گل بہشت۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ایک دن سلطان علاؤالدین خلجی
نے سر دربار فرمایا کہ آج ہندوستان کے کسی راجہ و مہاراجہ کی یہ طاقت نہیں
کہ میرے مقابل لشکر میدان میں لائے۔" راجہ کانیر دیو والئے قلعہ جالور بھی دربار
میں حاضر تھا۔ کمال جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے کہہ بیٹھا کہ کوئی اور سمجھے
یا نہ ہو۔ لیکن میں اپنے میں معرکہ آرائی کی جرأت دیکھتا ہوں اور ہر وقت اسکے
لئے تیار ہوں۔ صرف لڑتا ہی نہیں۔ بلکہ اس بہادری کے ساتھ دشمن پر حملہ
آور ہوتا ہوں کہ اسکی میرے ساتھ کچھ پیش نہ چلے۔ سلطان اسکی یاوہ
گوئی سے بہت خشمناک ہوا لیکن زبان سے ایک حرف نہ نکالا چند روز کے
بعد اسے دربار سے رخصت کر دیا۔ اور جب اسے گئے ہوئے تین چار
مہینے گذر گئے۔ تو اپنے اظہار قدرت کے لئے ایک کنیز گل بہشت نام کو
اس مہم پر مامور کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ جس طرح بنے جبراً و قہراً قلعہ جالور کو
فتح کر لیا جائے۔ چنانچہ گل بہشت نے جاتے ہی قلعہ مذکور کا محاصرہ کر لیا اور
راجہ جی کی وہ لاف زنی خدا جانے کہاں گئی۔ جو ایک عورت کے مقابلے کو
بھی قلعہ کے دروازے سے قدم باہر نہ نکال سکے اس کنیز سے وہ آثار
جلادت و شجاعت ظہور میں آئے کہ حاکم قلعہ اور اہل قلعہ چیخ اٹھے عنقریب
تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے۔ قضاء عند اللہ گل بہشت مرض الموت میں مبتلا
ہوئی اور چل بسی بعد ازاں اسکے ناتجربہ کار بیٹے شاہین نے جو عہد قطبی

میں ملک شاہین وفا الملک کے خطاب سے سرفراز تھا۔ لشکر کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ اب زاغ کوہی نے بھی اپنے پنجے نکالے اور شاہین پر جھپٹا۔ یہاں کیا رکھا تھا۔ نام ہی کے شاہین تھے مقابلے کی تاب نہ لا سکے! در با قاعدہ کسی مصلحت سے دو چار منزل پیچھے ہٹ کر ڈیرے خیمے ڈال دئے سلطان علاء الدین کو اتنی تاب کہاں سنتے ہی اسکی آتش غضب شعلہ زن ہوئی اسکو معزول کرکے ملک کمال الدین کو چند تازہ دم سواروں کے ساتھ مدد ارلشکر بنا کم پر روانہ کیا جس نے کمال مردانگی اور بہادری سے قلعہ کو فتح اور راجہ کانیر دیو حاکم قلعہ کو معہ اسکے بیٹے اور رفیقوں کے تہ تیغ کیا۔ فتح نامہ دلی بھیجا جو زمانہ اور مسلمانوں کے قدیم دستور کے مطابق جابجا منابر پر پڑھا گیا۔

م

۶۳ قاضی مغیث الدین۔ یہ فاضل اجل اور عالم کامل بیانہ کا رہنے والا ان دو چار حامیانِ شرع نبوی میں سے ہے جنکو شرف باریابی دربار علائی حاصل تھا اور اس کو ان سب میں زیادہ قرب اور بادشاہ کی استادی کا فخر بھی حاصل ہے۔ آخر زمانہ تک سلطان کو اتنا پڑھا دیا تھا کہ جو پرچے لگاتے تھے ان کے پڑھنے سے اسکو کسی دوسرے شخص سے مدد لینے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ یہ اظہار حق میں کبھی جان جانے کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ سلطان نے چند مسائل دینی اس سے دریافت کئے (جن کا مفصل ذکر کتاب میں آ چکا ہے) اس نے ان کا جواب نہایت آزادی سے دیا جس سے اس امر کا صاف پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں کوئی شے حتیٰ کہ قہر سلطانی بھی اسکے حق گوئی کے مانع نہ ہو سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ کچھ ہی باتیں ہوتی ہیں جس سے مرنے کے بعد لوگوں کا نام دنیا میں باقی رہ جاتا ہے۔

۶۴ معز الدین بن ملک شہاب الدین مسعود۔ یہ سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کا بھتیجا۔ اور علاء الدین خلجی کا حقیقی چھوٹا بھائی تھا۔ ۱ سنہ جلوس جلالی میں اسکو الماس بیگ کا خطاب ملا۔ اور آخور بیکی معز

خدمت اسکے سپرد ہوئی - علاء الدین خلجی کے ساتھ ہی سلطان جلال الدین خلجی نے اس سے اپنی چھوٹی شہزادی منسوب کردی - یہ نہایت ہی چالاک اور مکار تھا - اپنے خسر کے قتل میں اس نے سب سے زیادہ حصہ لیا بھائی نے تخت پر بیٹھتے ہی اسکو الغخان کا خطاب عطا فرمایا ۶۹۶ھ میں ملتان اور جالندہر مہموں پر ظفر خاں کے ساتھ سردار لشکر ہوکر گیا سنہ ۶۹۷ھ میں نصرت خاں کے ساتھ ملک گجرات فتح کیا - اور ۶۹۹ھ میں جبکہ یہ صوبہ دار ولایت بیانہ تھا - اپنے بھائی سلطان عہد کے ساتھ قلعہ رنتھبور کے محاصرے اور فتح میں شریک رہا - بعد تسخیر قلعہ مذکور بادشاہ نے ولایت جہاین سرحد رہا اور قلعہ رنتھبور وغیرہ اسکو جاگیر میں مرحمت فرمایا اس واقعہ کے بعد یہ مشکل سے چھ سات مہینے زندہ رہا اور ایک دن دلی آتے راستے میں مرگیا

ن

۶۵ سلطان اولیا شیخ المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہ العزیز

شہنشاہ اورنگ عرفان حق — دلش صدر دیوان ایوان حق
ملک بردہ دریوزہ از شان او — فلک کاسہ سبز در خوان او
قدم راند زانگونہ در راہ فقر — کہ شد شاہ اورنگ درگاہ فقر
بہ باطن زتکوین اطوار محو — بہ ظاہر زتمکین نگہدار سہو
دلش ساکن ملک ذات صفات — زہے پاک دین و نہے نیکذات
نظام حق آں شیخ عالیمقام — کزو کار ارباب دین شد تمام

آپکا اسم گرامی محمد بن احمد بن علی دانیال بخاری اور لقب سلطان المشائخ نظام اولیا ہے - آپکے دادا خواجہ علی بخاری اور نانا خواجہ عرب دونوں بزرگ بخارا سے آکر چند روز لاہور میں مقیم رہے - بعد ازاں انہوں نے بدایوں میں سکونت اختیار فرمائی - آپ ماہ صفر سنہ ۶۳۴ھ نبوی میں پیدا ہوئے - پانچ سال کا سن شریف تھا کہ والد بزرگوار نے ۶۳۹ھ میں رحلت فرمائی - چند مدت کے بعد آپکی والدہ نے مکتب میں بٹھایا - اول قرآن مجید ختم کیا - بعد ازاں درسی کتابیں سن مبارک بارہ برس کا ہوگا - اس وقت علم لغت کی کتابیں پڑھتے تھے - ایک دن استاد

کے پاس تشریف فرما تھے۔ انکی خدمت میں ابوبکر قوال ملتان سے آیا۔ اور مناقب شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی رح کے بیان کرنے لگا کہ: ہاں ذکر و عبادت کا یہ حال ہے کہ جو کنیزیں سخت سے سخت کام کرتی ہیں وہ بھی اس سے خالی نہیں چنانچہ اسی قسم کی اور بہت سی باتیں سنائیں۔ لیکن آپ کے دل پر اُن کا کچھ اثر نہ ہوا پھر اس نے کہا کہ ملتان سے میں اجودھن (جو آج کل پاک پٹن شریف کے نام سے مشہور ہے) آیا۔ کیا بتاؤں کہ وہاں کیا دیکھا۔ اس نے بہت سے مناقب حضرت خواجہ گنج شکر کی محبت پیدا ہوتی جاتی تھی اس واقعہ کے بعد آپکے سینہ میں تخم محبت نے روز بروز نشوونما پانا شروع کیا۔ اور اس جذبہ نے اس قدر ترقی کی۔ کہ اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے اگر کوئی ذکر تھا۔ تو شیخ کا ذکر تھا۔ جب بدایوں میں کوئی ایسا نہ رہا کہ آپ کو اسکے پڑھانے سے اطمینان ہو جائے تو تحصیل علوم ظاہری کے لئے دلی میں اپنی والدہ کے ساتھ تشریف لائے سب سے پہلے مسجد ہلال طشت دار کے نیچے ایک حجرہ میں قیام فرمایا۔ اس زمانہ میں خواجہ شمس الدین خوارزمی موجود تھے۔ جنکو بعد میں سلطان غیاث الدین بلبن نے شمس الملک کا خطاب مرحمت فرماکر اپنا وزیر بنالیا تھا۔ چنانچہ تاج الدین سنگریزہ مدح میں کہتا ہے

ع شمسا کیوں لگام دل دوستان شدی۔ فرماندۂ ممالک ہندوستان شدی

اور جو سر آمدہ علمائے روزگار تھے ان سے مقامات حریری اور علم حدیث کی کتابیں دیکھیں فرشتہ لکھتا ہے کہ خواجہ شمس الملک کے وزیر ہونے سے پہلے تین صاحب استعداد اشخاص کو تمام طلبہ سے علیحدہ خاص اپنے مطالعہ کے حجرہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ اُن میں سے ایک ملا قطب الدین ناقلہ دوسرے ملا برہان الدین عبدالباقی تیسرے آپ یعنی نظام الدین اولیا رحمہ اللہ۔ استاد کو جب آپ کے ذہن رسا اور فہم ذکا کا حال معلوم ہوا۔ ان دونوں کی نسبت آپ کی زیادہ تعظیم کرنے لگے اور تمام طالب علم بھی آپ کو نجات کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے ۔

آپ کے مکان کے پاس خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ۔

کے بھائی خواجہ نجیب الدین متوکل کا توکل خانہ تھا۔ فرصت کے وقت آپ اکثر اُن کے پاس جا بیٹھا کرتے تھے۔ اسی اثناء میں آپکی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اب شیخ بالکل تنہا رہ گیا۔ اور پہلے کی بنسبت خواجہ نجیب الدین متوکل کے پاس غم تنہائی کلفت دور کرنے کے لیے زیادہ آنے جانے لگے حتے کہ دونوں بزرگوں میں بے حد محبت ہو گئی آپ کا جب علوم ظاہری میں مرتبہ عالی ہو گیا تو آپ نے عہدہ قضا کا ارادہ کیا۔ اور ایک دن باتیں کرتے ہوئے خواجہ نجیب الدین متوکل سے آہستہ آہستہ سے فرمایا۔ کہ میرے حق میں دعا کیجئے۔ کہ میں کسی نہ کسی جگہ کا قاضی ہو جاؤں خواجہ متوکل نے آپ کا ارشاد سن لیا۔ مگر جواب نہ دیا۔ آپ نے خیال فرمایا۔ کہ خواجہ نے شاید میری بات نہ سنی۔ اس لئے دوبارہ ذرا بلند آواز سے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے لئے دعا فرمائے۔ اس مرتبہ شیخ نجیب الدین نے فرمایا۔ خدا نکند کہ قاضی شوی۔ غاما چیزے شوی۔ کہ من میدانم ۔

انہیں ایام میں کشش عشق نے زور کیا۔ اور پاکپٹن تشریف لے گئے حضرت شیخ فرید الدین رحمہ اللہ کی پابوسی سے مشرف ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ جو میں نے شیخ کی زبان سے پہلے بات سنی وہ یہ تھی۔ اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ۔ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ۔ لبعد ازاں میں نے بہت چاہا کہ اپنے اشتیاق کا حال بیان کروں لیکن حضور کی دہشت مجھ پر اسقدر طاری ہوئی۔ کہ میں نے صرف اتنا عرض کیا۔ کہ پابوسی کا نہایت مشتاق تھا۔ اس سے زیادہ ایک حرف زبان سے نہ نکلا۔ حضور نے میری حالت کا اندازہ لگا کر فرمایا۔ لکل داخل دہشتہ مرحبا۔ خوش آمدی وصفا آوردی واز نعمت دنیوی و دینی انشاء اللہ برخوری۔

اِسی روز آپنے شیخ رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور پیر کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ تعلیم ظاہری کو ترک کرکے اوراد و نوافل کو اپنا شعار بناؤں جواب ملا۔ کہ علم ظاہری کی تحصیل کے لئے ہم کسی کو منع نہیں کرتے۔ وہ بھی حاصل کرتے رہو اور اس میں ہی اپنے آپکو مشغول رکھو۔ کیونکہ درویشی کے لئے علم ظاہری میں خواہ معمولی ہی ہو مگر نہایت ضروری ہے ؛

اس وقت آپ کا سن شریف بیس سال کا تھا۔ اپنے پیر کی خدمت میں ایک مدت تک بڑے مجاہدے کئے اور رات دن سوا ذکر کے اور کوئی شغل نہ رکھا۔ بعد ازاں پیر کی اجازت سے دلی چلے آئے۔ اور شیخ کی زندگی میں تین دفعہ دلی سے اجودھن میں حاضر ہوئے۔ اور پابوسی کی سعادت حاصل کی لیکن شیخ کی رحلت کے وقت جس طرح کہ شیخ فریدالدین خواجہ قطب الدین کے اور وہ خواجہ بزرگ معین الحق والدین قدس اللہ اسرارہم کے آخری وقت حاضر تھے پہلی مرتبہ آپ نے اپنے پیر کے سامنے چھ سپارے کلام مجید تمہید ابوشکور سلمی اور سلوک کی دوسری کتابیں پڑھیں۔ آپ سے نقل ہے کہ جس وقت سلطان معز الدین کیقباد نے شہر نو کی بنیاد ڈالی۔ میرے پاس ہر وقت ملوک امراء اور عوام باشندگان شہر کا ہجوم رہنے لگا ایک دن طبیعت بہت گھبرا گئی۔ اور چاہا کہ یہاں سے چلا جاؤں۔ اسی روز ایک جوان نہایت حسین مسجد میں نماز عصر کے وقت ملا۔ اور خود بخود مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ؎

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی کانگشت نمائے عالمے خواہی شد۔

بعد ازاں یہ کہا۔ کہ شروع سے مشہور نہ ہونا چاہیئے تھا۔ اور اب جبکہ مشہور ہو گیا۔ تو وہ کرنا لازم ہے۔ کہ کل قیامت کے روز رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے شرمندہ نہ ہونا پڑے اور یہ کوئی جوانمردی اور عالی حوصلگی نہیں ہے کہ عزلت نشینی میں عبادت الٰہی کیجائے بلکہ ہمت اور حوصلہ کی بات تو یہ ہے کہ باوجود مصروفیت خلق کے مشغول حق رہے۔ جب اس قسم کی باتیں کر چکا۔ میں نے تھوڑا سا کھانا اسکے آگے رکھا مگر اس نے نہ کھایا۔ میں نے اسی وقت یہ نیت کی۔ کہ کچھ بھی ہو یہیں رہونگا جب میں نے یہ نیت کی تھوڑا سا میرا لایا ہوا پانی پیا۔ اور اٹھکر چلا گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد پھر میں نے کبھی نہ دیکھا تھا

ماہ شوال المکرم [illegible] ھ نبوی میں حضرت شیخ فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ نے آپ کو خاص دلی کے لیے رخصت فرمایا۔ اور شیخ جمال الدین احمد ہانسوی رحمۃ اللہ [illegible] اتفاقیہ آ گئے۔ [illegible] خلافت کے [illegible] کرامات کا آپ سے ظہور ہوا

وہ محتاج بیان نہیں۔ شیخ کے مناقب سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور پھر اس قدر ہیں کہ ان میں نہیں سمائے ⁂

تواریخ میں لکھا ہے کہ قطب الدین مبارک شاہ شیخ کا اس بناء پر دشمن ہوگیا کہ خضر خان ولیعہد سلطنت آپکا مرید تھا اور اپنے پیر سے نہایت عقیدت رکھتا تھا۔ ایک سبب تو یہ تھا۔ اور دوسری بات جو اسکے حسد کا باعث ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں شیخ کے صرف لنگر خانہ کا خرچ روزانہ دو ہزار ٹنکے تھا۔ اور بخشش و انعام علاوہ متعلقان اور مسافر و مجاور کے اخراجات اس دو ہزار مندرجہ بالا رقم سے بالکل جداگانہ تھی ⁂

شیخ اکثر فرمایا کرتے کہ شیخ فریدالدین نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ میں نے خداوند تعالےٰ سے دعا مانگی ہے کہ جو تو چاہیگا وہ تجھے ملیگا۔ دوسری دفعہ یہ فرمایا کہ میں نے تیرے لئے تھوڑی سی دنیا بھی چاہی ہے ⁂

الغرض جو کچھ پیر نے اپنے بندہ خاص کے لئے چاہا تھا۔ وہ پورا ہوا دشمن اندھے تھے۔ آپ کی باطنی بزرگی کو تو دیکھ نہ سکتے تھے۔ ظاہری شان و شوکت کے مشاہدے سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہجاتی تھیں کچھ ہو تو نہ سکتا تھا۔ آتش حسد سے جلتے تھے۔ ادھر ادھر باتیں ملاتے اور بس ⁂

اور جب آپکی خیر و خیرات اور داد و دہش کا حال مبارک شاہ کو معلوم ہوا۔ تو قاضی محمد غزنوی سے دریافت کیا۔ کہ اس قدر روپیہ شیخ کے پاس کہاں سے آتا ہے اس نے جواب دیا۔ کہ اکثر امراء دربار اور اکابر شہر فتوح اور شکرانے بذات خود شیخ کی خدمت بابرکت میں لیکر حاضر ہوتے ہیں۔ یہ سنکر بادشاہ بہت برافروختہ ہوا۔ اور سخت حکم دیا۔ کہ جو کوئی امیر خانقاہ شیخ میں جائے یا ایک درم بھی دے خبردار رہے۔ اور امورات ممنوعہ کا مرتکب ذرا دیکھ بھال کر ہو۔ دنیا دار اکثر دنیا میں نہ حوصلہ رکھتا ہے نہ ہمت۔ جس وقت سے حکم سلطانی سنا۔ اپنی جانوں کے خوف سے ہاتھ قطعی کھینچ لیا۔ اقبال نے جو شیخ کا خادم خاص اور داروغہ تھا۔ شیخ سے عرض کیا۔ کہ بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے اور دو چار دن سے فتوح شکرانے آنے کو

وجہ سے خرچ میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ شیخ نے ارشاد فرمایا۔ کہ آج سے خرچ دو چند کردیا جائے۔ اور جسقدر روپیہ کی ضرورت ہو اس حجرہ کے فلاں طاق میں بسم اللہ کرکے ہاتھ ڈالاکرو اور نکال لیا کرو۔ چنانچہ اس روز سے خرچ المضاف کردیا گیا۔ مشہور ہوتے ہوتے یہ خبر بادشاہ کو بھی پہنچی۔ کچھ اور تو نہ کرسکا اور کر ہی کیا کرسکتا تھا۔ مگر کمال خجالت جہالت اور حماقت سے شیخ کے پاس پیغام بھیجا کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح میری خاطر ملتان سے چلکر دلی آتے ہیں اگر آپ بھی گاہ گاہ قدم رنجہ فرماویں تو بہتر ہے۔ شیخ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں کہیں آتا جاتا نہیں علاوہ ازیں مراسم وعادات ہر سلسلہ کے جدا جدا ہیں۔ میرے میرے بزرگوں کا یہ قاعدہ نہ تھا۔ کہ دربار میں جائیں۔ اور بادشاہوں کی مصاحبت اختیار کریں۔ بہتری اسی میں ہے کہ بادشاہ اس معاملے میں مجھے معذور سمجھے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔ مگر بادشاہ نے نہ مانا۔ اور کہا کہ ہفتے میں دو بار میرے حضور میں ضرور آنا پڑیگا۔ ناچار ہوکر شیخ نے خواجہ میر حسن علاء سنجری کو بادشاہ کے پیر شیخ ضیاء الدین رومی کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ سلطان کو سمجھاویں۔ کہ درویشوں کا ستانا کسی مذہب وملت میں روا نہیں لیکن خواجہ حسن علاء سنجری نے واپس آکر شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ وہ درد شکم مبتلا ہیں۔ اور اسقدر سخت تکلیف ہے کہ بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ شیخ سنکر خاموش ہوگئے۔ دوسرے یا تیسرے دن شیخ ضیاء الدین رومی نے رحلت فرمائی۔ شیخ علیہ الرحمۃ بھی پھولوں میں تشریف فرما ہوئے۔ جسوقت مجلس میں آپ داخل ہوئے۔ ہر ایک آدمی بے ساختہ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور قدمبوسی کے لئے دوڑا۔ چند آدمیوں نے حضور میں عرض کیا۔ کہ سلطان بھی اسوقت موجود ہے۔ اگر حکم ہو تو آپکا سلام پہنچائیں۔ آپنے فرمایا۔ کچھ ضرورت نہیں وہ قرآن خوانی میں مشغول ہے۔ اسوقت حارج نہونا چاہیئے لوگ عجب ذوق شوق کے ساتھ قدمبوس ہو رہے تھے۔ اور اپنی آنکھیں شیخ کے قدموں پر ملتے تھے۔ بادشاہ اس نظارہ کو کنکھیوں سے دیکھ رہا۔

اور دل ہی دل میں آتش حسد سے جل رہا تھا۔ محل میں پہنچتے ہی ایک کمیٹی ہوئی جس میں یہ قرار پایا۔ کہ اگر ہفتہ میں نہ بارہ شیخ محل میں نہیں آسکتے۔ تو ہر چاندرات کی چاندرات بلا کسی عذر کے میرے پاس آئیں۔ اگر تعمیل حکم نہ ہوئی۔ تو دوسری کارروائی کی جائیگی ٭

بدبخت سلطان یہ نہ جانتا تھا کہ قبل ازیں کہ شیخ کی تکلیف رسانی کے وسایل سوچے۔ اس کا معہ تمام خاندان کے صفحہ ہستی سے نام و نشان مٹا دیا جائیگا۔ چنانچہ ۲۸ شوال المکرم ۷۲۴ھ کو بادشاہ کے حکم کے بموجب چند آدمی امیران قطبی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ اور جو بادشاہ نے کہا تھا عرض کیا۔ اور دست بستہ ہو کر کہنے لگے۔ کہ بادشاہ ناعاقبت اندیش ہے اور شیخ دانش کیش۔ اگر مہینے میں ایک مرتبہ وشک سلطانی کو قدم رنجہ فرما کر شرف بخشیں۔ تو نوازشات بزرگانہ سے بعید نہ ہوگا شیخ نے تھوڑی دیر سکوت کے بعد فرمایا۔ کہ انشاء اللہ میں دیکھونگا۔ کہ کیا ظہور میں آتا ہے۔ امیروں نے دوسرا مطلب سمجھا۔ اور بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ ہم نے شیخ کو راضی کر لیا ہے۔ اسی روز رات کو خواجہ وحید الدین قندزی اور خواجہ امیر خسرو رحمہ اللہ کے بڑے بھائی اعز الدین علیشاہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ کہ حضور کے اقرار سے سلطان بہت خوش ہوا ہے شیخ نے فرمایا۔ کہ اپنے بزرگوں کے ہرگز خلاف نہ کرونگا۔ یہ سنکر وہ دونوں بہت رنجیدہ ہوئے اور گذارش کی کہ سلطان ناچیز بنایا ہے اور بادشاہ بر سر پرخاش حضرت شیخ فرید الدین رحمہ سے رجوع فرمائیں۔ کہ کوئی صورت بہتری کی نکل آئے۔ آپنے جواب دیا۔ کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اس معاملے کو شیخ سے رجوع کروں۔ اموات دینی مجھے بیشمار ہیں۔ جن کے لئے شیخ کی ضرورت ہے تم یقین جانو کہ بادشاہ ہرگز مجھ پر غالب نہیں آسکتا۔ کیونکہ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں چبوترہ پر قبلہ رو بیٹھا ہوا ہوں۔ ایک گائے نے مجھ پر حملہ کیا۔ جب میرے نزدیک پہنچی۔ میں نے اسکو دونوں سینگ پکڑ کر زمین پر اس طرح دے مارا۔ کہ دم زدن میں ہلاک ہوگئی خواجہ وحید الدین قندزی اور محمد اعز الدین علیشاہ نے جب یہ سنا۔ تو انکو یقین کامل ہو

ہوگیا۔ کہ آنجناب کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچیگی بلکہ بادشاہ کی جان کی خیر نظر نہیں آتی۔ القصہ چاند رات کے دن خواجہ اقبال نے ظہر نماز کے بعد شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ آج چاند رات ہے ارشاد ہو تو اسپ خاصہ کی تیاری کا حکم دیا جائے شیخ نے کچھ جواب نہ دیا۔ دو گھڑی دن رہے پھر عرض کیا۔ کہ سواری کا وقت آپہنچا اگر حکم ہو تو بجالاؤں۔ اس مرتبہ بھی شیخ نے کچھ جواب نہ دیا۔ سہ بارہ خواجہ اقبال کی جرأت نہ ہوئی۔ کہ اس بارے میں کچھ عرض کرے خدا کا کچھ ایسا کرنا ہوا۔ کہ اسی دن ایک پہر رات گئے خسرو خاں بردار و بچہ غلام نے سلطان قطب الدین مبارک شاہ کو مار ڈالا ۞

سلطان غیاث الدین تغلق جب بنگالہ کی مہم پر جانے لگا۔ تو سلطان جی کی خدمت میں اپنے امیر کو بھیجا اور کہا کہ میرے حق میں آپ دعا فرمائیں کہ میں مظفر و منصور بخیریت تمام دلی میں آؤں۔ آپنے فرمایا۔ کہ بادشاہ بخیر و خوبی وہاں تک پہنچیگا۔ اور مہم سر ہوگی۔ امیر نے عرض کیا۔ کہ آپ نے واپسی کے متعلق کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ شیخ نے اس کا جواب نہ دیا۔ اس نے جو ماجرا گزرا تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ الغرض جس وقت لکھنوتی سے مراجعت کا ارادہ کیا۔ شیخ کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ میرے دلی آنے سے پہلے غیاث پور سے کہیں باہر چلے جائیں۔ قاصد نے حضور میں عرض کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ ہنوز دلی دور است۔ اس دن سے آج تک یہ عربی فقرہ بطور ایک مشہور مثل کے زبان زد خلائق ہے) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ تغلق آباد تک پہنچا۔ اسکو نصیب نہ ہوا۔ اور محل کی چھت گر جانے سے دبکر مر گیا۔ :۔

اپنی رحلت سے چالیس روز قبل شیخ رحمۃ اللہ نے کھانا بالکل ترک کر دیا۔ ان آخر دنوں میں دریافت فرمایا کرتے کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ میں نے نماز پڑھ لی حاضرین عرض کرتے۔ کہ حضور فرض ادا کر چکے ارشاد فرماتے دوبارہ پڑھونگا۔ چنانچہ اسیطرح ہر نماز کو مکرر سہ کرر ادا فرماتے اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے۔ میرویم۔ میرویم۔ میرویم۔ ؎

اسی اثناء میں اقبال خادم کو بلا کر فرمایا کہ سب چیزیں خیرات کر دے اگر از قسم جنس میرے گھر میں باقی رہ گئی۔ تو کل قیامت کے دن تو اس کا جوابدہ ہوگا۔ بموجب ارشاد والا تمام نقد و جنس مستحقین کو دیدی گئیں۔ مگر چند ہزار من غلہ انبار خانہ میں جو چند روزہ علوفہ فقرا تھا۔ رہگیا۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ اس مردہ ریگ کو کس واسطے رکھ چھوڑا ہے سب کو لٹا دے اور انبار خانہ میں جھاڑو دیڈال بعد طلوع آفتاب بعمر ۹۵ سال کی عمر میں بروز چہارشنبہ اٹھارہویں ربیع الآخر ۷۲۵ھ ہجری نبوی مطابق ۱ سنہ جلوس سلطان محمد تغلق آپکا وصال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون نماز جنازہ حضرت خواجہ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ ملتانی نے پڑھائی۔ اور فرمایا کہ اس مرتبہ دلی میں مرے اتنے عرصہ قیام کرنے میں یہی حکمت تھی۔ کہ میں اس فرض کو جو میرے لئے باعث شرف ہے ادا کروں۔

احقر کے عم مکرم و معظم۔ فخر علماء مولینا سید محمد قطب الدین دلاور علیصاحب طرزی تخلص مجسٹریٹ درجہ اول ریاست الور مرحوم و مغفور ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں

بدو گفتم کہ اے خضر ہمایوں پے رہم بنمائے
منم گم کردہ راہے غرقہ دریائے حیرانی

سوال اندر سوال او روز آئین خردمندی
جواب اندر جوابش گفتم از مرے ادب دانی

بگفت آخر کہ اے بیہودہ گرد و دشت ناکامی
چہ میخواہی ازیں بیرہ رویہا سخت نادانی

براہ قبلہ دنیا و دین از سر نخے پوئے
لبوئے کعبہ ہندوستان محمل نمیرانی

ہمایوں روضہ سلطان نظام الدین والملتہ
کہ گشت از نور او سرتا سر آفاق نورانی

اگر بر شورہ زاری بگذرد باد گلستانش
خس و خارش شود رنگین چو گلہائے خرلسانی

ببیند از وز لطف ار یک نظر بر بیضہ زاغے
بیارد سر بروں زاں بیضہ طاؤس گلستانی

کشد جاروب از گیسوے خود در صحن درگاہش
بآئین کنیز خانہ حور باغ رضوانی

زباندانی کہ گوید وصف شمشیر زبان او
زبان او کند برش چو شمشیر صفاہانی

کند از یک توجہ کاہ را کوہی گراں قدرے
کند از یک نگاہی کوہ را یاقوت رمانی

مریضاں عشش را منصب بقراط و افلاطوں
غلامان درش را مرتبہ میری و سلطانی

گروہے از بزرگاں در حریم بارگاہ او
بزرگی یافتندہ از خدمتش در علم عرفانی

نصیر الدین چراغ دہلی آن گنجینۂ عرفان | کہ مضمر بود اندر سینہ اش اسرار یزدانی
شہنشاہ سخن خسرو کہ خود سعدی ستودا ورا | دو گامے پیش در راہے سخن رفتہ زخاقانی
ہم استاد غزل سید حسن کاندر غزل سنجی | ہمیگفتند شن استاداں ایں فن سعد ثانی
ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروزی | کہ نقادے بصیر بود در را ہِ سخندانی
شہنشاہ ہالگاہے تحو طرزی ہم باندازی | کہ ز اکسیر نگاہت آمیش گرد در زرکانی

محدث دہلوی علیہ رحمۃ اخبار الاخیار میں شیخ رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک دن حضرت خواجہ فرید الدین مسعود شکر گنج قدس سرہ العزیز کو دیکھا۔ کہ حجرہ میں سر برہنہ ہیں۔ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہے اور یہ رباعی ورد زبان ہے ؎

رباعی

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم | خاکی شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود منِ خستہ ز کونین توئی | از بہر تو میروم و برائے تو زیم

اس رباعی کے ختم ہونے پر سر بسجود ہوئے اکثر مرتبہ میں نے جب ایسی حالت دیکھی شیخ کے قدم لئے کسی دینی کام کی درخواست اور منہ مانگی۔ مراد پائی۔ لیکن بعد ازاں رہ رہکر یہ خیال آیا۔ کہ میں نے سماع میں مرنا کیوں نہ چاہا۔

سلطان جی کی بھی یہی حالت تھی۔ رات کو حجرہ کا دروازہ بند کر کے تمام شب راز و نیاز میں مشغول رہتے۔ اور راتوں کے متواتر جاگنے سے چشمہائے مبارک سرخ رہتی تھیں چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت امیر خسرو علیہ رحمتہ نے یہ شعر اپنے پیر کی شان میں کہا ہے ؎

تو شبانہ می نمائی بہر کہ بودی امشب
کہ ہنوز چشم مستت اثرے خمار دارد

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ سے نقل ہے کہ ایک شخص سر دہ میں رہتا تھا آتش زدگی میں تمام فرمان املاک جلکر خاکستر ہوگئے۔ بیچارہ دلی میں آیا۔ اور بڑی مصیبت و کوشش کے بعد دفتروں میں دھکے کھا کر از سرِ نو فرمان حاصل کئے

دیوان خانہ سے لیکر قیام گاہ کیطرف جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک ملنے والے سے باتوں میں اس قدر مشغول ہوا کہ فرمان کہیں راہ میں نکل پڑا اور خبر تک نہ ہوئی۔ جب فرودگاہ پر پہنچا اور کاغذات کی غائب دیکھا تو ہوش اڑ گئے اور زمین پاؤں کے نیچے سے نکل گئی۔ بے حد تلاش کیا۔ اور جستجو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ لیکن بے سود جب کہیں پتہ نہ چلا تو نہایت مضطرب و بیقرار دیوانہ وار شیخ رحمہ اللہ کے خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر عرض حال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مولینا منت مانو یعنے جب تمہارے فرمان مل جائیں تو حضرت خواجہ فریدالدین مسعود کی روح پاک کو حلوا پر فاتحہ دیکر ثواب پہنچاؤ۔ صاحب غرض نے بدل وجان قبول کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ نے ارشاد فرمایا۔ کہ مولینا کیا خوب ہے۔ کہ ابھی حلوا خرید لاؤ۔ وہ فوراً اٹھکر حلوائی کے دوکان پر پہنچے اور حلوے کے لئے چند درہم اسکو دئے۔ جب وہ تول چکا ایک کاغذ نکالا۔ اور حلوے کے لئے اسے پھاڑنا چاہتا تھا۔ کہ اتفاقیہ انکی نظر اس کاغذ پر جا پڑی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہی فرمان ہے بے تاب ہوکر حلوائی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور چلائے کہ کہیں ایسا غضب نہ کرنا ظالم یہ تو میری جاگیر کا فرمان ہے الغرض مع فرمان حلوہ لیکر حضور میں حاضر ہوئے اور آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ اپنے پیر کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے پیر کی نظر آپکے دریدہ پاجامہ پر جا پڑی۔ فوراً مشکوئے معلے سے اپنا پاجامہ طلب فرماکر حضرت سلطان المشائخ کو مرحمت فرمایا۔ آپ نے اسی وقت پاجامہ پیر کا پہن لیا۔ جلدی اور خوشی میں ازار بند باندھتے ہوئے ہاتھ سے چھٹ گیا۔ حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اچھی طرح باندھ آپنے عرض کیا۔ کس طرح باندھوں حکم ہوا۔ اس طرح باندھو کہ پھر دنیا میں نہ کھلے۔ شیخ زمرہ بوس ہوئے۔ اور ارشاد مرشد پر آخر دم تک قائم رہے

تقسیم خرقوں کی نسبت شیخ رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ جسقدر میں نے خرقے دئے ہیں انہیں صرف چار خرقہ ارادت ہیں باقی سب خرقہ تبرک آپکے مریدان خاص سے یہ بزرگ ہیں۔ خواجہ نصیرالدین روشن چراغ دہلی۔ امیر خسرو اور خواجہ

پرانی دلی میں واقع ہے اور اس آبادی کا نام آپ کے بعد سے روشن چراغ دلی ہی مشہور ہو گیا۔ حضرت امیر علیہ رحمۃ اپنے پیر کی پائنتی یا رانی چبوترہ پر مدفون ہیں۔ مولینا برہان الدین غریب رحمۃ [illegible] لت آباد دکن میں آسودہ ہیں اور خواجہ میر حسن علائی سنجری دہلوی نوراللہ مرقدہ دیوگیر میں اپنے پیر بھائی کے پہلو بہ پہلو سو رہے ہیں۔

سلطان جی کے مناقب بیشمار اور لاتعداد ہیں سینکڑوں کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں اور اس پر بھی یہ حال ہے کہ تمام تصنیفات نامکمل ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک قلزم ذخار کس طرح کوزے میں آسکتا۔ پھر اس ننھے سے رسالہ میں انکی سمائی کہاں۔ یہاں صرف روضہ پاک اور جو عمارات اسکے ملحق ہیں۔ انہیں کے بیان مختصر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الحق والدین قدس سرہ ہندوستان کی مشہور عمارات سے ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ رحلت کے ڈھائی سو برس بعد تک صرف ایک مجرسا بنا رہا۔ جبکہ اب نام ونشان بھی نہیں ۹۷۰ھ ہجری میں سید فرید خان نے مزار شریف کے گرد بارہ ستون نصب کر اس پر ایک چونے کا ایک گنبد تعمیر کیا۔ دروازوں میں سنگ مرمر کے جالے لگائیں۔ بالین تربت ایک لوح پر کلمہ طیبہ اور چند اشعار کندہ کرائے جس شعر سے تاریخ بناء عمارت نکلتی ہے وہ یہ ہے۔

از پئے تاریخ آں چوں متفکر شدم
کلک خرد زد رقم قبلہ گہہ خاص و عام

۱۰۱۷ھ ہجری عہد جہانگیری میں فرید خان المخاطب بہ مرتضٰے خان نے جسکا فرید آباد بسایا ہوا ہے۔ ایک سیپ کے [illegible] چھپر کھٹ چڑھایا۔ اسکی نفاست اور لطافت کچھ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے بارہ شعر سیپ کی بیچ کار ی بخط نستعلیق ایسے خوش خط کندہ ہیں کہ آج ایک اعلےٰ سے اعلےٰ خوشنویس کاغذ پر بھی نہیں لکھ سکتا۔ تاریخ اس شعر سے نکلتی ہے۔

سال تاریخ این بنا جستم
قبہ شیخ عقل القاکرد۔
شاہجہان کے عہد میں خلیل اللہ خاں نے آپکے مزار کے گرد غلام گردش بنائی اسکے ہر ضلع میں پانچ پانچ در ہیں ۱۰۶۳ھ ہجری میں یہ غلام گردش بنکر تیار ہوئی جنوب رویہ دو دکر ادر چھتے - در پر یہ عبارت کندہ ہے

درعہد اعلیحضرت صاحب قرآن ثانی احقر العباد
خلیل اللہ خاں ابن میر میران الحسینی نعمت الٰہی
کہ حاکم شاہجہاں آباد بود این ایوان را بر نو
درر وضہ متبرکہ مرتب نمود۔

۱۱۶۹ھ ہجری میں عالمگیر ثانی نے جسکو شیخ کی جنابمیں بہت عقیدت تھی۔ چند اشعار سنگ مرمر کی لوح پر کندہ کراکر برج کے اندر مغرب کی طرف پائنتی کو لگا دئے - یہ اشعار ایک تو اس زمانہ کی نظم اردو کا نمونہ سمجھکر دوسرے ایک بادشاہ کا کلام خیال کرکے اس موقعہ پر درج کئے جاتے ہیں -

جو ہوئے خادم نظام کا دلسین اے غریب
اسکے تئیں ہوتا ہے تاج خسروی حکمین نصیب

خادمی کی تھی عزیزالدین نے باصدق ولقین
تاج شاہی ہند کا مجھکو دیا ہے عنقریب

مرض دل انگاز میرے کا وہ صحت بخش ہے
بے غذا و بے دعا و بے دوا دنے طبیب

بس پریشان حال ہے خلق پر محبوب حق -
فضل کر تقصیر داروں پر تم ہو حق کے حبیب

خلیل خاں نے جو غلام گردش بنائی وہ سنگ سرخ کی تھی - نواب احمد بخش خاں والی فیروز پور جھرکہ نے سنگ سرخ کے ستونوں کی جگہ سنگ مرمر کے لگا دئے - اسی غلام گردش کی جہت جسکو ہر سال لونی لگ جایا کرتی تھی - اندر نقش و

نگار اسکی باعث جھڑ تے تھے ۱۲۳۰ھ ہجری میں فیض خاں بنگش کو خداوند تعالٰی نے توفیق عطا فرمائی - اس نے اسی چھت کے نیچے تانبے کی چھت جڑوادی اور اسپر سنہری ولاجوردی کام نہایت خوشنما اور اعلٰے درجہ کا بنوادیا۔

درگاہ شریف کا برج جو فریدوں خاں نے شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے عہد میں بنوایا تھا۔ وہ غلام گردش کے بننے سے نہایت پست ہو گیا تھا - اسکے بجائے اکبر ثانی کے حکم سے ایک نہایت خوبصورت اور بیحد نازک سنگ مرمر کا برج جو اسوقت قائم و برقرار ہے تعمیر کیا گیا - درگاہ کا فرش محمد شاہ نے جو شیخ کے قدموں میں مدفون ہے تمام سنگ مرمر کا بنوایا - چند مدت گزری کہ کسی نیک اور عالیجاہ نے درگاہ مقدس کے کواڑوں پر چاندی کا پترہ چڑھوادیا۔

شاہزادہ خضر خان سلطان علاؤالدین خلجی کے بڑے بیٹے نے مسجد درگاہ کا بیچ کا گنبد تیار کرایا - یہ تمام سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے - برج کی عظمت اور اس پر اسکے نزاکت کچھ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے اس میں ایک بڑا سنہری کٹورہ آویزاں ہے جو غالباً خالص سونے کا نہیں - کیونکہ جب کبوتر اس پر آکر بیٹھتے ہیں تو انکے پنجوں سے معقول آواز پیدا ہوتی ہے

اس لئے یہ ضروری ہے کہ سونے کے ساتھ ضرور کوئی اور دھات ملی ہوئی ہے ورنہ اس قسم کی آواز پیدا نہ ہوتی - آپ کے وصال کے بعد سلطان محمد تغلق نے اس درجہ کے بازؤں میں ایک ایک درجہ اور تعمیر کرایا - ان تینوں درجوں کی تعمیر کی کسی کتاب میں کوئی تاریخ ثبت نہیں - اور اس زمانہ کے قاعدہ کے بالکل خلاف اس مسجد میں نہ کسی جگہ تاریخ بنا کندہ ہے مگر ہاں صحن کے رُخ مسجد کی دیوار پر شیخ کی رحلت کی تاریخ کندہ ہے وھو ہذا ؎

نظام دو گیتی شہ ماوطین	سراج دو عالم شدہ بالیقین
چو تاریخ فوتش بجستم زغیب	ندادا دہاتف شہنشاہ دین

صحن درگاہ میں - جہاں آرا بیگم محمد شاہ اور مرزا جہانگیر کے تین مجھر سرا پا سنگ مرمر کے ہیں - ان کا اس موقعہ پر مفصل ذکر کرنا مناسب نہیں معلوم

حرف اس قدر لکھنا کافی ہوگا۔ کہ اپنی نفاست و نزاکت میں عدیم المثال ہیں۔ رابعہ عصر جہاں آرا بیگم کے لوح مزار پر بخط نسخ ایک بیت اور یہ کندہ ہے:۔

ھو الحی القیوم

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا کہ قبر پوش غریباں ہمیں گیاہ بس است
فقیرۃ الفانیہ جہاں آرا مرید خواجگاں چشت بنت شاہجہان بادشاہ غازی
انار اللہ برہانہ ۱۰۹۲ھ

سنہ ہجری درگاہ کے عقب میں ایک نہایت بڑی باولی ایسی مصفا اور دلکشا ہے کہ کہیں ہو۔ اور کیوں اس قدر خوبیاں نہ ہوں جبکہ باولی کی کھدائی میں سب سے پہلے شیخ کا دست مبارک اور مریدان خاص کے ہاتھ لگا ہے اس پر ستر ہویں کو ...کے عرس کا دن ہے۔ عجب بہار ہوتی ہے اس کیفیت کا اندازہ کچھ ...کے دل خوب لگا سکتے ہیں جو خوش طالعے سے اس موقع پر حاضر دربار ...ہیں۔ عرس کے علاوہ اس آلودہ آلایشات دنیوی مولف رسالا ہذا کو آستانہ بوسی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور اکثر اس سعادت سے بہرہ ور ہوتا رہتا ہے۔

... ملک نصرت۔ المخاطب بہ نصرت خاں جلیسر کا رہنے والا سلطان شہید ...الدین فیروز شاہ خلجی کے امراء دربار اور اسکے مشورہ قتل کے سرگرم ممبروں ...تھا۔ سلطان موصوف نے جب علاوالدین خلجی کو صوبہ دار کڑہ کرکے بھیجا۔ اسکو ...کے امیروں کے ساتھ اسکے ہمراہ روانہ کیا۔ علاوالدین نے بحالت صوبہ ...جب دیوگیر پر چڑھائی کی یہ بھی اسکے ہمرکاب تھے۔ اور ایک حد تک اس مہم ...ت و فتح نصرت خاں ہی نے دالبتہ ہے کیونکہ جب بادشاہ رام دیو کے ...بیٹے سے صف آرا ہوا۔ تو عنقریب تھا۔ کہ شکست ہوجائے علاوالدین ...سکو قلعہ کے محاصرہ پر چھوڑ آیا تھا۔ لشکر اسلام کے کمزوری کا حال سنتے ...محاصرے سے ہاتھ اٹھا۔ میدان کارزار میں جا پہنچا اور وہ جوہر مردانگی

وشجاعت دیکھائی کہ دشمن کو جو تعداد میں کہیں زیادہ تھے - اُسکے پے در پے
بہادرانہ حملوں کی تاب نہ لاکر بھاگتے ہی بنے الغرض علاء الدین جب تخت پر
بیٹھا تو ملک نصرت سے اسے نصرت خان بنایا - اور کوتوال شہر مقرر کیا۔ سنہ ۲
جلوس علائی میں وزیر اعظم اور ابتدائے سنہ ۳ جلوس علائی میں الغخاں کے ساتھ
مہم گجرات پر نامزد ہؤا - چند ماہ کے سخت تاخت وتاراج کے بعد مظفر ومنصور
طلب خمس غنایم میں بیجد اور متواتر سختی کرتا دلی کی طرف روانہ ہؤا جب جور و
تعدی حد سے گذر گئے تو جالور کے پڑاؤ پر نو مسلم امرائے مغلیہ نے بمصداق تنگ
آمد بجنگ آمد کے علم بغاوت بلند کیا - اگر اس موقعہ پر اقبال علائی اپنا کرشمہ نہ
دکھاتا - تو بس صبح ہونے سے پہلے تمام لشکر کا خاتمہ تھا - خدا خدا کر کے لشکر میں
امن قائم ہؤا - لیکن اس ہنگامہ میں اس کا اعز الدین جو الغخان کا حاجب خاص
تھا - مارا گیا - جسکا بدلہ اسنے دلی پہنچکر باغیوں کے بیگناہ لواحقیں سے اس بیدردی
سے لیا - کہ بیان نہیں ہوسکتا - بیکس مظلوم گویا زبان حال سے یہ کہتے - اور
مشیت ایزدی پر نہایت صبر و استقلال کے ساتھ شاکر تھے - ؎

دوران بقا چو باد صحرا بگذشت تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد بر گردن او بماند و زما بگذشت

سنہ ۴ جلوس علائی مطابق سنہ ۶۹۹ ہجری میں حاکم کڑا مانکپور مقرر ہؤا
اسی سال میں حکم ملا کر لشکر لیکر قلعہ رنتھنبور کی طرف روانہ ہو - اور الغخاں سے جو
اسی مہم پر دار السلطنت سے بھیجا گیا - راستہ میں مل جائے چنانچہ دونوں لشکر
جھابن سے پچیس تیس کوس پر مل گئے - جاتے ہی نہایت آسانی کے ساتھ قلعہ
جھابن کو تسخیر کیا - بعد ازاں منزل مقصود کا رُخ کیا دشمن میدان میں تو نہ آیا
مگر قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا - لشکر علائی نے محاصرہ شروع کیا - جسکی مدافعت نہایت
بے جگری اور بہادری سے کی گئی اس حالت کو کوئی دو تین روز ہی گزرے تھے -
کہ ایک دن نصرت خاں دمدمے اور مورچل کی فکر میں قلعہ کے چاروں طرف گشت
لگا رہا تھا - قلعہ میں سے ایک پتھر آکر لگا گو ظاہرا کچھ زیادہ گزند نہ پہنچا - لیکن

اس حادثہ سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اور تیسرے چوتھے دن مر گیا ہو
ملک ہزبرالدین المخاطب بہ ظفرخاں یہ شیر میدان اور رستم دوران امرائے جلالی
اور چار یار علائی سے ہے ملک چھجو ملبلبی کی بغاوت کے بعد جب کڑہ مانکپور کا صوبہ
سلطان شہید جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے اپنے قاتل بھتیجے کی جاگیر میں مقرر کیا۔
تو اسکے ہمرکاب اعلے مدبر اور نامور صف شکن اس فتنہ زا سرزمین کے انتظام کے
لئے روانہ کیا۔ اس بہادر جانباز سردار کا نام بھی اس قافلہ کی فہرست میں سب سے
اوپر علاء الملک اور نصرتخاں کے برابر نظر آتا ہے مہم دیوگیر میں بھی علاء الدین کے
پہلو بہ پہلو وہ جوہر شجاعت دکھائے کہ منکروں سے اپنی بہادری اور مردانگی
کا لوہا منوا لیا۔ اس مہم کے بعد کڑہ میں آئے اور سلطان جلال الدین خلجی کے خلاف بغاوت
کا علم بلند کرنا چاہا۔ رائے یہ قرار پائی کہ ملک ہزبرالدین صوبہ اودھ میں جاکر کشتیوں کا
انتظام کرے تاکہ جب شہنشاہ دلی کڑھ کا رخ کرے تو ہمارا لشکر اودھ میں پہنچ وہاں سے
کشتیوں میں بیٹھ ولائت لکھنوتی میں جا اترے۔ جہاں ایک نئی حکومت کی بنیاد ڈالی
جائیگی۔ اور دو تین سال میں کافی قوت بہم پہنچا کر اُس سے سلطنت دلی کو بیخ و بنیاد
سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائیگا۔ چنانچہ ملک مذکور کو کڑھ سے اودھ کی جانب روانہ
کر دیا گیا۔ مگر جیسا کہ بیان ہو چکا کشتیوں کی کام میں لانے کی ضرورت ہی نہیں آئی
یہاں چچا کا کام تمام کیا ادھر اسکے نام حکم پہنچا کہ ہم براہ بدایوں دلی کیطرف
کوچ کرتے ہیں۔ تم واپس ہو کر علی گڑھ ہوتے ہوئے منزل مقصود کی طرف بڑھو۔
مگر اس طرح کوچ کرو۔ کہ وہاں پہنچتے پہنچتے دونوں لشکر ایک دو منزل رہے ملجائیں
یہ حلقہ بگوش غاشیہ طاعت گردن پر ڈالے ہوئے حسب الحکم اس انداز سے
دار الامارت کی جانب بڑھا۔ کہ موسم برسات کے ختم ہونے تک علی گڑھ جا پہنچا۔
اُدھر علاؤالدین بلند شہر سے چلا اور یہ یہاں سے روانہ ہوا دوسرے تیسرے دن آ کر
لشکر سے جا ملا یہاں دلی میں رکھا ہی کیا تھا جسکے فتح کرنے کو کسی لڑائی کی ضرورت
ہوتی جو لڑنے والے تھے۔ وہ نمکحرام تو پہلے ہی آملے تھے تخت پر جلوس کیا۔ اب ملک
ہزبرالدین ظفرخاں بن گئے۔ مگر ساتھ ہی ملتان کی مہم پر شہزادگان جلالی کے قلع

وقیع کرنے کے لئے نامرد ہوئے پھر مغلے سردار دواخاں حاکم ماوراءالنہر کے مقابلہ پر بھیجا
گیا۔ جس میں اس سے دو کارہائے نمایاں ظہور میں آئے۔ کرشن سنگھ آئینہ حیرت
بن گئے ۷۰۳ ہجری اسکے زندگی میں سب سے مشہور ہے۔ یہ وہ وقت ہے
جب خود اسکی شہرت اسکی دشمن بنتی ہے۔ اور اسکے وہ کارنامے جو روز قیامت تک
دنیا کی تاریخ کے صفحوں پر نہیں مٹ سکتے بلکہ اپنے ساتھ اسکا نام بھی روشن کئے
ہوئے ہیں۔ بیگانوں کی نظروں میں بجائے گل کے خار ہو کر کھٹکے یعنی مہم قلعہ ستبول
کے متعلق اس شجاعت و بہادری کا ذکر کرتے ہوئے جو اس معرکہ میں اس سے
ظاہر ہوئی بے اختیار مارے خوف کے قلم کا سینہ پھٹا جاتا ہے۔ لیکن کوئی اس
تقدیر کا کیا کرے کہ دوست صلہ کے بدلے اسکے خون کے پیاسے نظر آتے ہیں ہچشم
ذکر کو جانے دیجئے۔ اب خود سلطان علاء الدین اسکی بیعدیل بہادری و مردانگی کو
چھپاتا ہی نہیں بلکہ خائف دکھائی دیتا ہے اور اسکی کوئی نگاہ بھی ایسی نہیں ہوتی
جس میں اس نیک باطن کیطرف سے بدظنی کی جھلک نمایاں نہ ہو اسکے دفع کرنے کی
سینکڑوں تدابیر سوچیں لیکن یا تو کوئی پیش ہی نہ گئی یا انکو جامہ عملی پہنانے میں کوتاہی
کو کام فرمایا گیا اور اصل تو یہ ہے کہ رشتہ حیات بجز عالم بالا کی چھرے سے کوئی
دنیوی شئے منقطع نہیں کر سکتی ہو

قتلغ خواجہ کو سردار بنائے مغل پھر دلی پر حملہ آور ہوئے۔ اب اس کا بھی قت
آپہنچا تھا۔ وعدہ کم زیادہ بادشاہ خود میدان جنگ میں موجود تھا قلب لشکر میں
آپ کھڑا ہوا میسرہ الغخاں تھا۔ اور میمنہ کے فوج کی کمان ظفرخاں کے ہاتھ میں
تھی۔ لڑائی شروع ہوئی۔ ابتداء میں مغلوں کا غلبہ رہا مگر اس نے اپنے لشکر
سے نکل وہ ہاتھ دکھائے۔ کہ دشمن کو پیٹھ دکھاتے ہی بنے۔ اس نے چند سواروں کے
ساتھ تعاقب کیا۔ اور مارتا ہوا کوسوں تک چلا گیا۔ بادشاہ نے کسی خاص مصلحت
سے اور کمک نہ بھیجی مغلی فوج کا ایک حصہ کمین گاہ میں پوشیدہ تھا جب
ظفرخاں اس سے نکل گیا تو پھر چند آدمیوں نے درختوں پر چڑھ کر دیکھا۔ کہ کوئی
فوج اسکے مدد کو تو نہیں آتی جب ہر طرح اطمینان خاطر ہو گیا۔ تو گھات میں